लाला ज्ञान चन्द्र

सभासद सार्वदेशिक आर्य प्रतिनिधि सभा

MURARI ART PRESS, DELHI.

श्री नारायण स्वामी

प्रधान सार्वदेशिक आर्य प्रतिनिधि सभा

RI ART PRESS, DELHI.

श्री नारायण स्वामी

प्रधान सार्वदेशिक आर्य प्रतिनिधि सभा

RI ART PRESS, DELHI.

اُوم

پرارتھنا
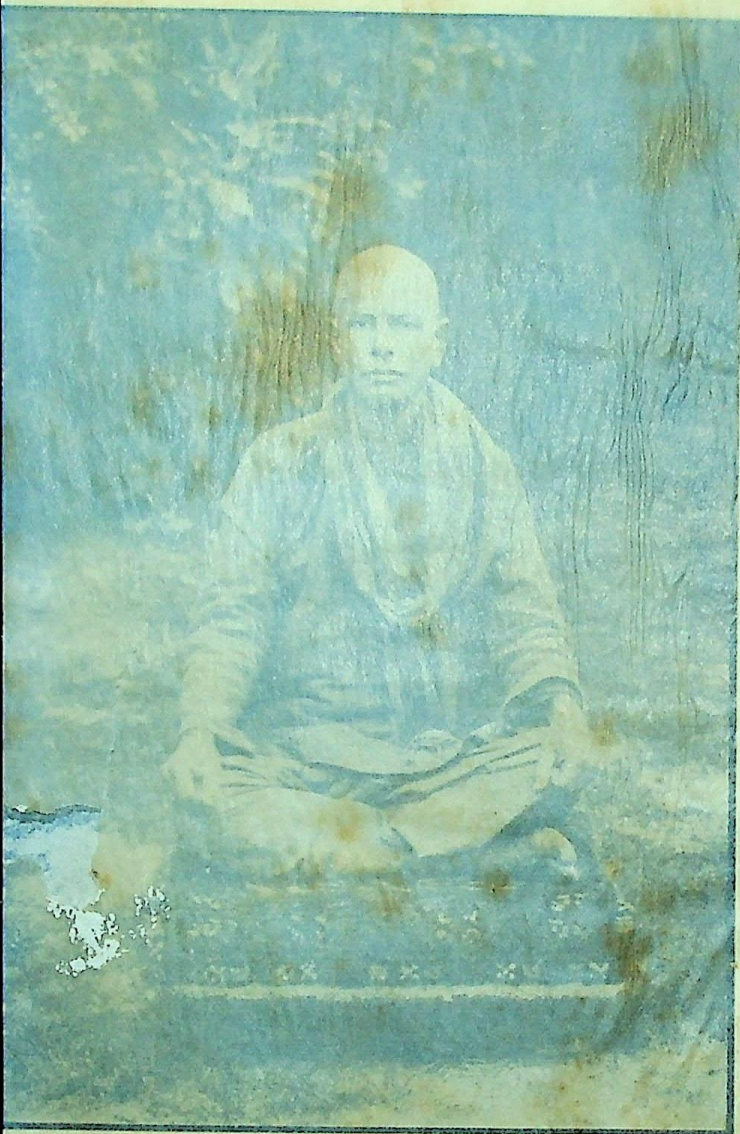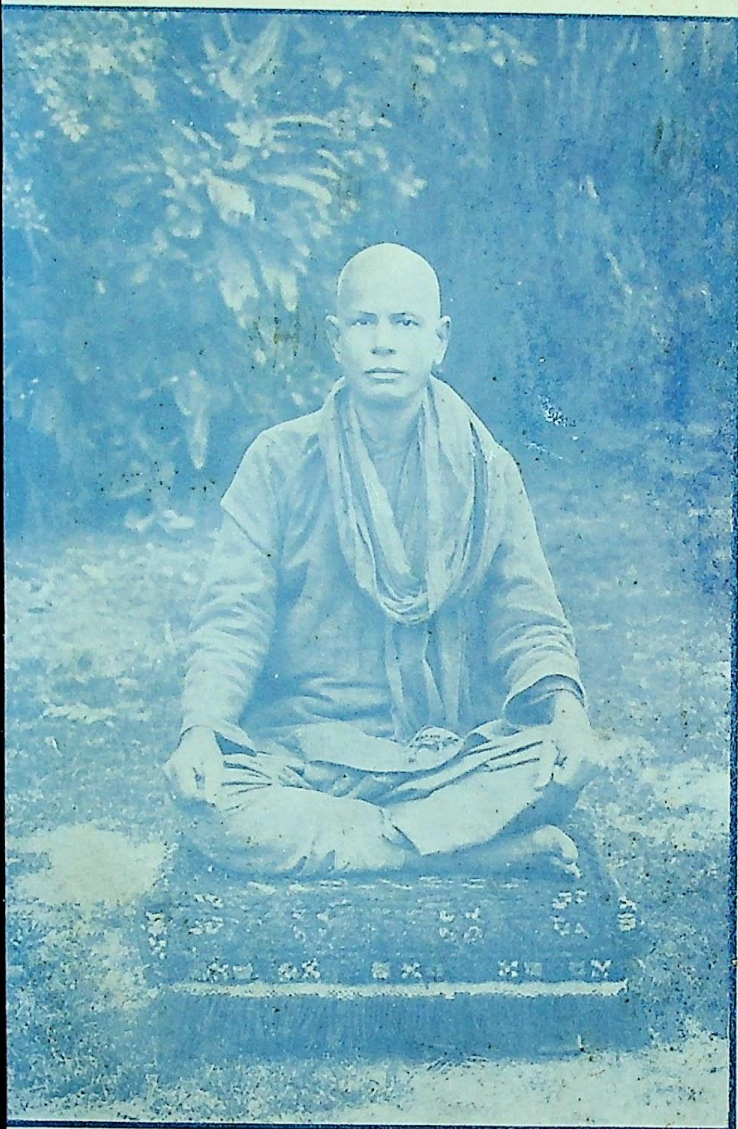
अग्ने नय सुपथा राये अस्मान विश्वानि देव वयुनानि विद्वान।

युयोध्य स्मज्जु हुराणा मेनो भूयिष्ठान्ते नम उक्तिं विधेम ॥

यजु० अ० ४० । मं० १६ ॥

بھجن

پتو مات سہائیک سوامی سکھا ۔ تم ہی اِک ناتھ ہمارے ہو

جن کے کچھُ اور آدھار نہیں ۔ تن کے تم ہی رکھوارے ہو

سب بھانت سدا سُکھدا ایک ہو ۔ دُکھ دُرگن ناش ہارے ہو

پرتپال کرو سگرے جگ کا ۔ اتی شے کرونا اُردھارے ہو

پھل ہیں ہم ہی تم کو تم تو ۔ ہمری سُدھ ناہیں بسارے ہو

اُپکارن کو کچھو انت نہیں ۔ کھشن ہی کھشن بوِستارے ہو

مہاراج مہا مہما تمری ۔ سمجھیں ورلے بدھ وارے ہو

شبھ شانتی یکت پریم ندھے ۔ من مندر کے اُجیارے ہو

یہ جیون کے تم جیون ہو ۔ اِن پرانن کے تم پیارے ہو

تم سوں پربھ پائے پرتاپ ہری ۔ کہنے کے اب اور سہارے ہو

بھجن

مجھے دھرم وید سے رہے پتا ‌ ‌ سدا اس طرح کا پیار دے
کہ نہ موڑوں منہ کبھی اُس سے میں ‌ ‌ کوئی چاہے سر بھی اُتار دے
وہ کلیجہ رام کو جو دیا ‌ ‌ وہ جگر جو بدھ کو کیا عطا
وہ فراخ دل دیانند کا ‌ ‌ دیا کر مجھے اک بار دے
نہ ہو دشمنوں سے مجھے گلا ‌ ‌ کروں میں بدی کی جگہ بھلا
مرے لب سے نکلے سدا دُعا ‌ ‌ کوئی چاہے کشٹ ہزار دے
نہ ہو مجھکو خواہش مرتبہ ‌ ‌ نہ ہو مال و زر کی ہوس مجھے
مری عمر خدمت خلق میں ‌ ‌ کرکے رہبری تو گذار دے
مجھے پرانی ماتر کے واسطے ‌ ‌ کرو سوز دل وہ عطا پتا
جلوں اُن کے غم میں ہی اسطرح ‌ ‌ کہ نہ خاک تک بھی غبار دے
نہ کسی کا مرتبہ دیکھ کر ‌ ‌ جلے دل میں نار حسد کبھی
جہاں جس طرح رہوں ہوں شانت میں ‌ ‌ مجھے ایسا صبر و قرار دے
لگے زخم دل پہ کسی کے گر ‌ ‌ تو میرے دل میں تڑپ اُٹھے
مجھے ایسا دے دل دردرس ‌ ‌ مجھے ایسا ہردے اودار دے
ہے پریم کی یہی کامنا ‌ ‌ یہی ایک اُس کی ہے آرزو
کہ وہ چند روزہ حیات کو ‌ ‌ تیری یاد میں ہی گذار دے

بھومکا

از شری نارائن سوامی جی پردھان سارودیشک آریہ پرتی ندھی سبھا

کچھ عرصہ ہُوا۔ جب مہاتما گاندھی نے ہندوستان میں ملکی معاملات میں اَن بَن رہنے کے اسباب پر وِچار کرتے ہوئے آریہ سماج پر نکتہ چینی کی تھی۔ اُس مضمون میں آریہ سماج ہی پر نکتہ چینی نہیں کی گئی تھی بلکہ آریہ سماج کے بانی اور آریہ سماج میں پرچلت شدّھی آدمی کی پرتھا بھی اُن کی نکتہ چینی کے زد سے نہیں بچے تھے۔ اُس نکتہ چینی کو ملک کی تعلیمیافتہ جماعت نے عام طور سے اس لئے بیجا ٹھہرایا تھا کہ وہ نکتہ چینی نکتہ چینی کی حد سے گذری ہوئی تھی۔ اور اُس نکتہ چینی کے پردے میں مہاتما جی نے کوشش یہ کی تھی کہ مسلمانوں کو اس نکتہ چینی سے خوش کریں۔ جس سے ہندو مسلمانوں کا میل ہو کر ملکی مفاد حاصل کیا جا سکے۔ ہندوستان کے لگ بھگ نام لینے کے قابل سبھی اخباروں نے ہی اس نکتہ چینی پر اظہار خیال کیا تھا۔ اور اُنکا وہ اظہار خیال مہاتما جی کی نکتہ چینی کے خلاف ہی تھا۔ یہ سب باتیں عام ہیں اور ابھی تک لوگوں کی یاد میں باقی ہیں۔

لالہ گیان چند آریہ سماج کے سوادھیائے شیل پُرشوں میں سے ایک ہیں اُن کو جو کوئی بھی جانتا ہے وہ اس بات سے بھی واقفیت رکھتا ہے

کہ ان کا سوادھیائے کتنا گہرا ہے۔ اُن کو جس قسم کی سمالوچنائیں مُلک میں کی گئیں اُن سے سنتوش نہیں ہوا۔ کیونکہ اُن میں مہاتما گاندھی کی نکتہ چینی کو ناواجب ٹھہراتے ہوئے ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ آریہ سماج ملک کے لئے عموماً اور ہندو جاتی کے لئے خصوصاً نہایت ہی فائدہ مند سماج ہے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن اُن سمالوچناؤں میں مضامین زیر اعتراض کے موافق اور منافق پہلوؤں پر پرکاش نہیں ڈالا گیا تھا۔ اور اسی لئے لالہ گیان چند جی نے چاہا کہ مہاتما جی کی نکتہ چینی کی ویگیانک طریقہ سے جانچ اور پڑتال کی جاوے۔ اُن کی اس جانچ پڑتال کا نتیجہ یہ گرنتھ ہے۔ جواب سروسادھارن کے ہاتھوں میں پہونچ رہا ہے۔ گرنتھ میں لیکھک نے جہاں آریہ سماج اس کے بانی اور اس کے سدھانتوں پر کئے گئے اعتراضوں میں سے ایک ایک پر تفصیل کے ساتھ وچار کیا ہے۔ وہاں گرنتھ کی خصوصیت یہ ہے وہاں اُنکے ستیہ۔ ہانتوں کی بھی سمالوچنا کی ہے۔

گرنتھ کی خصوصیت یہ ہے کہ اُس میں جو کچھ بھی موافق اور خلاف کہا گیا ہے اُن میں سے ایک بات بھی بغیر ثبوت کے نہیں ہے۔ جگہ جگہ پر مہاتما گاندھی کی تحریرات کے جو وقتاً فوقتاً اُن کے اخبارات ینگ انڈیا اور نوجیون کے ذریعہ پرکاشت ہوئے ہیں۔ اقتباسات دئے گئے ہیں۔

دوسری بات جو گرنتھ پر سرسری نگاہ ڈالنے سے بھی واضح ہو جاتی ہے۔

یہ ہے کہ مہاتما گاندھی کے سدھانتوں اور نکتہ چینیوں کی معقول دلائل اور حوالہ جات کے ساتھ بڑی سے بڑی تردید کرتے ہوئے بھی ان کا جہاں کہیں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اُس میں اُن کی شخصیت اور تعظیم کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے۔

گرنتھ کے بعض بعض حصّہ تو بیحد دلچسپ ہوگئے ہیں۔ مہاتما جی نے ایک جگہ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند سرسوتی پر یہ الزام لگایا ہے کہ اُنہوں نے ہندو دھرم کو سنکیرن بنا دیا ہے۔ لیکھک نے جہاں اس اعتراض کی تردید کی ہے اور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ سوامی دیانند ہی تھے جنہوں نے ہندو دھرم میں آئے ہوئے سنکوچ کو دور کر کے اُس کی وسیع اور بیحد وسیع بنا دیا ہے۔ سوامی دیانند سے پہلے کا ہندو دھرم اجازت نہیں دیتا تھا۔ کہ ویدوں کو غیر ہندو یا شودر ورن والے پڑھ سکیں لیکن سوامی دیانند نے اس بند دروازہ کو کھول کر اعلان کیا کہ وید قدرتی اشیاء سورج، ہوا، پانی کی طرح سے ایک قدرتی چیز ہے۔ اور جس طرح سورج، ہوا، پانی کو ایک ایک متنفس اپنا حق سمجھکر استعمال کیا کرتا ہے۔ اُسی طرح ہر ایک آدمی کا حق ہے کہ وہ وید کو پڑھے اور اُس سے فائدہ اُٹھاوے۔ اُس سمے کا ہندو دھرم اجازت نہیں دیتا تھا کہ استریاں اور شودر تعلیم پا سکیں۔ لیکن سوامی دیانند نے اس بند دروازہ کو بھی کھول دیا۔ اور آریہ سماج نے سینکڑوں پاٹھ شالائیں کھول کر لنیاؤں

اور شودروں کو پڑھانا شروع کر دیا۔ اور بھی اسی طرح سے بہت سی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے لیکھک نے مہاتما گاندھی سے سوال کیا ہے کہ کیا اسی کا نام ہندو دھرم کو سنکیت کرنا ہے۔ کتاب کا یہ حصہ نہایت دلچسپ اور پڑھنے کے لایق ہے۔

مہاتما گاندھی نے سوامی دیانند پر ایک اور اعتراض کیا تھا کہ اُنہوں نے جہاں مورتی پُوجا کو ہندو دھرم سے نکالا وہاں وید کو الہامی اور اُس کے ایک ایک لفظ اور منتر کو قابل تعظیم ٹھہرا کر ایک سوکھشم مُورتی پُوجا کا پرچار کر دیا۔ اول تو یہ اعتراض سوامی دیانند پر عاید ہی نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ سوامی دیانند سے پہلے ہندو دھرم میں وید کو الہامی ماننے کا خیال عام طور سے پرچلت تھا۔ لیکن اگر اعتراض کو سوامی دیانند پر عاید ہوتا ہوا فرض بھی کر لیا جاوے تو یہ اعتراض جتنا سوامی دیانند پر عائد ہو سکتا ہے اُتنا ہی محمدؐ صاحب پر بھی کیونکہ اُنہوں نے بھی قرآن کو الہامی ٹھہرا کر اس کے ایک ایک لفظ کو واجب التسلیم قرار دیا ہے۔ لیکن مہاتما گاندھی نے سوامی دیانند پر تو اعتراض کیا ہے۔ مگر محمدؐ صاحب کو اس اعتراض کی زد سے بچا کر ثابت کر دیا ہے۔ کہ اُن کا اعتراض طرفداری سے خالی نہیں تھا۔ پُستک کا یہ حصّہ بھی نہایت دلچسپ ہے۔ پُستک کے دوسرے حصّے بھی بڑے منورنجک ہیں۔ جن میں مہاتما گاندھی کے مانے ہوئے سدھانتوں کی سمالوچنا کی گئی ہے۔

شدہی کو تواریخی حوالہ جات سے قدیم ٹھہرایا گیا ہے۔ اور دکھلایا گیا ہے کہ کس طرح انیک جاتیاں ہندو دھرم میں وقتاً فوقتاً داخل ہوتی رہی ہیں گرنتھ کے شروع میں اس بات کو اچھی طرح سے واضح کر دینے کی لیکھک نے کوشش کی ہے کہ مہاتما گاندہی کا یہ لیکھ یا نکتہ چینی احقاق حق اور ابطال باطل کی غرض سے نہیں تھی بلکہ اُن کا انحصار پولٹیکل غرض پر تھا۔ اور مُلکی مصلحت کو لکھشں میں رکھ کر ہی مہاتما جی نے یہ نکتہ چینی کی تھی۔

گرنتھ کو شروع سے آخر تک پڑھ جائیے۔ اُس کا ہر ایک حصہ پُر از معلومات اور لیکھک کی وسیع واقفیت کی شہادت دیتا ہوا ملیگا۔ اور کوئی آدمی بھی اس کو پڑھنے سے فائدہ اُٹھائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

گرنتھ کچھ دیر سے ضرور پرکاشت ہو رہا ہے۔ لیکن مضمون کے لحاظ سے وہ آریہ سماج کے سہتر ساہتیہ (مستقل لٹریچر) کا ایک انگ ہے۔ اس لئے گرنتھ کی اُپیوگتا دیر سے پرکاشت ہونے کی وجہ سے نہ کم ہی ہوئی اور نہ جاتی ہی رہی۔

شری نارائن سوامی پردہان

سارودیشک آریہ پرتی ندہی سبھا

بھومکا

یہ بات فرائض انسانی میں ہی داخل ہے۔ یا کہ انسان بحیثیت انسان اس بات کے لئے ذمہ دار ہے کہ وہ اُن غلطیوں اور بُرائیوں کو بتھا شکت (حتی الوسع) دُور کرنے کی کوشش کرے جو کہ انسانوں کو گمراہ کرنے والی ہوں۔ چاہے وہ کسی بڑے آدمی کی ہوں اور چاہے معمولی کی۔ بلکہ اگر ایسی غلطیاں کسی مشہور اور بڑے آدمی سے ہوئی ہوں تو اُن کا دور کرنا اور بھی زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اُس پر وشواس رکھنے والے مگر اصلیت سے ناواقف لوگ محض یہ اندھا وشواس کر کے ہی ان غلطیوں کو بھی سچائی مان لیتے ہیں کہ یہ فلاں مہا پرش کی کہی یا مانی ہوئی ہیں۔ اس کے سوائے پراچین آریہ محققوں کا طرز عمل بھی بتلاتا ہے کہ وہ کسی بات کو محض اس لئے ہی درست تسلیم نہیں کر لیتے تھے کہ وہ کسی بڑے آدمی کے وچار اور آچار کے موافق ہے۔ بلکہ اُس کے یکتی یکت اور لوک پرلوک کے لئے مُفید ہونے پر ہی اس کو صحیح اور دھرم مانتے تھے۔ جیسا کہ منوسمرتی کے بارہویں ادھیائے کے شلوک ۱۰۶ میں لکھا ہے کہ جو ترک سے ثابت ہو اُس کو ہی دھرم جانو دوسرے کو نہیں۔ چنانچہ یہی تعلیم مہاتما جی کی ذیل کی تحریروں سے بھی ملتی ہے۔ "دُنیا کے تمام مذاہب دلائل اور بُراہین کی کسوٹی پر پرکھے جا سکتے ہیں اگر آج مجھے کچھ ایسے الفاظ

ویدوں، پُرانوں یا شاستروں سے دکھلائے جائیں۔ جو دلائل پر پورے نہ اُتریں۔ تو میں ویدوں اور شاستروں کو تسلیم کرنے سے انکار کردوں۔ اگر ہندو اپنے دہرم سے اچھوت پن کو دُور کرنے کے لئے وقت پر بیدار نہ ہوئے تو انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن کا دہرم خطرہ میں ہے۔ پرتاپ لاہور ۱۹۔ مارچ ۱۹۲۵ء منقول از ینگ انڈیا)

یہ اقتباس آپ کی اُس جوابی تقریر میں سے لیا گیا ہے جو کہ آپ نے ۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء کو کیولن جنوبی ہند میں میونسپلٹی کے ایڈریس کے جواب میں کی تھی۔ ایک اور جگہ پر بھی مہاتما جی اُس اُستاد کی چیٹھی کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ جس نے اپنے طالبعلموں کو چرخہ کاتنا اس لئے سکھلایا تھا کہ یہ مہاتما گاندھی جی کا حکم ہے۔

"ہر ایک شخص کی اپنی پسند و ناپسند ہوتی ہے مگر جب ایک شخص کا کسی ہیرو پر اعتقاد ہو جاتا ہے تو وہ دلایل کو تلانجلی دیدیتا اور اُس ہیرو کا پُوجاری بن جاتا ہے۔ میں اسے اندھا دھند ہیرو ورشپ (مشاہیر پرستی) خیال کرتا ہوں۔ .... ہم میں سے جو سب سے اعلیٰ و برتر ہو اُس کے اقوال و افعال پر بھی کڑی نظر ہونی چاہیئے۔ ہیرو بھی تو بالآخر فانی ہستیاں ہی ہوتی ہیں۔ اُن سے بھی غلطی کا ایسا ہی امکان ہے۔ جیسا کہ ہم میں سے سب سے کمزور سے غلطی کا ہونا ممکن ہے۔ ان کی طاقت کا راز ان کی قوّت

فیصلہ اور عمل کرنے کی طاقت میں ہے۔ پس اگر مشاہیر غلطیاں کرتے ہیں تو وہ خطرناک ہو جاتی ہیں۔ اور جو افراد یا قوم اُن کی اندھا دھند پرستش کرتی ہے۔ اور اپنے مشاہیر کے افعال و اقوال کی بلا چون و چرا پیروی کرتی ہے۔ رنج و مصائب میں گرفتار ہوتی ہے۔ پس دلایل کی اندھا دھند پیروی کرنے کی نسبت اندھا دھند مشاہیر پرستی زیادہ بُری ہے۔ ینگ انڈیا ۲۹۔ جولائی ۱۹۲۶ء۔ تیج دہلی ۵۔ اگست ۱۹۲۶ء۔"

پس میں مہاتما جی کے اس فرمودہ کو بالکل دُرست مانتا ہوا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مہاتما جی کی کی ہوئی آریہ سماج اور اُس کے بانی کی غلط نکتہ چینی اور آپ کے دھارمک خیالات کی ترک اور پرمانوں کے ذریعہ پڑتال کروں۔ میری اس کوشش کی خاص غرض جہاں ایک یہ ہے کہ اپنے قابل عزت لیڈر مہاتما کی بلا سوچے سمجھے پیروی کرنے والے وشواسی بھگت اور آریہ سماج و اُس کے دھارمک وچاروں سے ناواقف اصحاب گمراہی سے بچیں۔ وہاں یہ بھی غرض ہے کہ مہاتما جی کو بھی اپنی غلط رائے کے بدلنے اور اپنے غیر یقینی و بے ترتیب (اویوستھت) دھارمک وچاروں پر دوبارہ وچار کرنے کی پریرنا (تحریک) ہو اور یہ آپ کی مندرجہ ذیل خواہش واجازت کے عین مطابق ہے۔ " سماجی بھائیوں سے میری پرارتھنا ہے کہ نرمل بھاؤ سے پرکٹ کی گئی میری رائے پر غصہ ہونے کے بدلے وے میری ٹیکا کو سیدھے ارتھ میں لیں۔ اس کی چھان بین کریں

اگر کہیں میری بھول ہوئی ہو تو مجھے دکھا دیں۔ اور انت کو میری راتے اُن سے نہ ملے تو پرماتما سے پرارتھنا کریں کہ مجھے گیان پراپت ہو۔ نوجیون ۱۵۔ جون ۱۹۲۴ء"

"میں اپنے سماجی متروں کو یقین دلاتا ہوں کہ یدی میں نے ان کی سمالوچنا کی ہے۔ تو وہ اُسی درشٹی سے کی ہے جس درشٹی سے میری آلوچنا اُنہیں کرنے کا ادھکار ہے۔ اس لئے ہم دونوں اپنے حساب چکتا کر لیں ۹۔ نوجیون ۲۲۔ جون ۱۹۲۴ء"

اس کے سوائے میری اس پُستک سے ایک بڑا بھاری فائدہ یہ بھی ہوگا کہ لوگوں کو بھارت کے اس وقت کے سب سے بڑے مشہور عالم سیاسی لیڈر مہاتما کے اُن بکھرے ہوئے دہارمک خیالات کا اس میں سنگرہ ملیگا۔ کہ جن کا وقتاً فوقتاً اظہار آپ کرتے رہے ہیں اور جن کو میں نے بڑی ساودہانی سے اکٹھا کیا ہے۔ میرا وشواس ہے کہ ان کے پڑھنے سے اُن بھائیوں کو اپنی معلومات کو صحیح بنانے میں ضرور امداد ملیگی کہ جنہوں نے مہاتما جی کے کچھ ایک دہارمک خیالات کو وقتاً فوقتاً پڑھ یا سُن کر آپ کی دہارمک پوزیشن کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہوگی۔ کیونکہ مختلف اوقات میں مختلف خیالات کے پڑھنے یا سُننے سے کبھی بھی کسی کی ویسی درست پوزیشن معلوم نہیں ہو سکتی۔ جیسی کہ اس کے خیالات کو مجموعی طور پر ایک ہی جگہ ایک ہی وقت میں

مُسلسل مطالعہ کرنے سے ہوتی ہے۔ اس کا سبب انسانی یادداشت کی کمزوری ہے کیونکہ وہ اس کی وجہ سے پوروا پر (پہلے اور پیچھے) کو درست طور پر ملا نہیں سکتا۔ میں یہاں پر یہ عرض کر دینا بھی مُناسب اور ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے مہاتما جی کے دھارمک خیالات کے متعلق اپنے وچار پرگٹ کرنے میں پُوری احتیاط سے کام لیا ہے۔ یعنی میں نے جہاں اسباب کا پورا خیال رکھا ہے کہ کہیں پر مہاتما جی کی کسی تقریر و تحریر سے آپ کی منشاء کے خلاف مطلب نہ لیا جائے۔ وہاں اس بات کا بھی لحاظ رکھا ہے کہ میں کھینچا تانی کے دوش سے بھی بچا رہوں۔ اس لئے میں نے اپنی سمجھ کے مطابق آپ کی منشاء کو آپ کی سپرٹ میں ہی سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اور جہاں کہیں کسی تحریر کا صاف طور پر کوئی ایک بھاؤ (مطلب) نہیں نکال سکا۔ وہاں مختلف بھاؤوں کو علیحدہ علیحدہ دکھلا کر اُن پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے مگر باوجود اس قدر احتیاط کے بھی یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ کہیں پر اصلی بھاؤ کے سمجھنے میں غلطی ہو گئی ہو۔ اس کے لئے بھی میں اس لئے دوشی نہیں ٹھہرایا جا سکتا کہ اس کی ذمہ داری بھی زیادہ تر مہاتما جی کی اُن اپنی بہورنگی مختلف تحریروں پر ہی ہے۔ جو کہ اصلی منشاء جاننے کے خواہشمند کو بھی بھول بھلیوں میں ڈالتی ہیں۔ اس لئے مہاتما جی اگر اتنا لکھکر ہی میری سمالوچناں کی تردید کرنا چاہیں کہ میں نے آپ کی تحریر و تقریر کا ایک ٹکڑہ لے کر آپ کی منشاء کے

خلاف اُس کا مطلب لیا ہے۔ یا کہ آپ کی تحریر و تقریر جس خاص وقت میں جس
خاص منشار کے اظہار کے لئے تھی۔ اُس کو میں سمجھ نہیں سکا۔ تو یہ تب تک
کافی و دُرست نہو گا کہ جب تک آپ اپنی ہر ایک زیر بحث تحریر و تقریر کا اصلی
منشار بتلا کر میرے نکالے ہوئے بھاؤ کو غلط ثابت کرنے کی کرپا نہ کریں گے۔ اِس
کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہو گا کہ جو اصلی منشار جس تحریر کا بتلایا جائے اُس
تحریر کے لفظوں سے وہ منشار نکل سکے۔

اُوم

شِشٹاچار

مہاتما گاندھی جی ایک جگت پرسدّھ اُدچیہ کوٹی کے بھارتیہ راجنیتک لیڈر ہیں۔ آپ آدرش تیاگی۔ اہنسک اور تپسوی مہاپُرش ہیں۔ آپ کے ہردے میں منش ماتر کے لئے پریم ہے۔ دیش بھگتی میں مگن دیش سیوا کے لئے آپ ہمیشہ ہی سب کچھ نیوچھاور کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ آپ اپنے اِن پوتر گنوں کے کارن ہم سب بھارتیوں کے پوجیہ ہیں۔

آریہ سماج اور اُس کے بانی پر لگائے گئے الزاموں کا سبب

چونکہ بھارتیہ سوراج کی پراپتی (حصولی) ہی اس سمے آپ کا وشیش اُدیش (خاص مقصد) ہے۔ اس لئے اُس کے ہندو مسلم اتحاد آدی سادھنوں (وسائل) کی سدھی کے لئے بھی آپ یتھا شکت (حتی الوسع) رات دن سنوارتھ بھاؤ سے یتن کرتے رہتے ہیں۔ ابھاگے بھارت کی تباہی کا کارن اور ہندو مسلم اتحاد کا ناش کرنے والا اگست ۱۹۱۹ء کا موپلہ فساد جس وقت ہوا۔ اُس وقت آپ

آزاد تھے۔ اور اُس کی تحقیقات کے لئے آپ مالابار جانا چاہتے تھے مگر سرکار نے جانے کی اجازت نہ دی۔ اُنہیں دنوں کیول دیش ہت (ملکی محبّت) کے جرم کے باعث بھارتیہ سرکار نے آپ کو دیش کی پولیٹیکل راہ نمائی سے ہٹا کر جیل میں بند کر دیا۔

ہندوؤں پر موپلا مسلمانوں کی طرف سے جس جہادی حملہ کا آرنبھ (ابتداء) مہاتما جی کے آزادی کے زمانہ میں ہی مالابار سے شروع ہوا تھا۔ اُس کا سلسلہ آپ کی قید کے زمانہ میں بھی برابر جاری رہا اور فرقہ دارانہ اغراض کے پورا کرنے والے خفیہ نظام کی پس پشت پر بزنا سے مذہبی دیوانے مسلمانوں کی طرف سے ملتان۔ اجمیر اور سہارنپور وغیرہ وغیرہ مقامات کے ہندوؤں کے جان ومال۔ بہو بیٹیوں اور دیو مندروں پر ناقابل بیان غیر انسانی مظالم توڑے گئے۔ چنانچہ اسی گنڈہ گردی کے زمانہ میں مہاتما جی کے (اپینڈی سائیٹس) پیٹ کے پھوڑے کا اپریشن ہونے کے بعد آپ کو جیل سے رہا کر دیا گیا۔ جیل سے باہر آکر آپ کو ہندو مسلم فسادات کا حال خاص طور پر معلوم ہوا۔ جس سے آپ کو بہت دُکھ ہوا۔ اُن دنوں بوجہ سخت کمزوری مہاتما جی خود تو فساد ہونے والے مقامات میں دورہ لگا کر فسادات کے صحیح حالات جاننے سے معذور تھے ہی۔ لیکن اس کے سوائے یہ بھی یقینی بات ہے کہ اُن دنوں فسادات کے صحیح حالات بتانے والی جو تحریریں بذریعہ ڈاک بھی آپ کی سیوا میں بھیجی جاتی

تھیں - وہ بھی آپ تک پہنچنے نہیں دی جاتی تھیں - اس کا راز ہم پر اُس وقت کھلا - جب کہ میں اور میرے کئی دوسرے آریہ بھائی آریہ سماج اور اُس کے بانی پر آپ کی طرف سے لگائے گئے دوشوں کا پرمان پوچھنے کے لئے دہلی میں مہاتما جی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے - کیونکہ اُس وقت ہم نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ کیا ہماری بھیجی ہوئی مالابار اور آریہ سماج نامی پستک آپ کو ملی تھی - تب آپ نے فرمایا کہ نہیں ملی - اور اُسی وقت ہمارے سامنے ہی مہاشہ دیویداس جی اپنے پتر کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا مالابار اور آریہ سماج نام کی کوئی پستک ہمارے نام پر آئی تھی جس کا جواب اُنہوں نے یہ دیا کہ ہاں آئی تھی - اس پر پھر مہاتما جی نے پوچھا کہ وہ مجھے کیوں نہیں دکھلائی گئی جس کا جواب اُنہوں نے کچھ نہ دیا اور چُپ ہو رہے - پس اِن حالات میں یہ تو نا ممکن تھا کہ آپ صحیح حالات سے واقف ہو سکتے - چنانچہ خود مہاتما جی نے بھی ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء کے اپنے مشہور اعلان میں ہی مالابار وغیرہ مقامات کے فسادات کے متعلق رائے زنی کرنے سے پہلے فسادات کے مقامی واقعات سے اپنی ناواقفی کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے - "عوام مجھ سے یہ اُمید نہ رکھیں کہ میں مختلف مقامات کے فسادات پر فیصلہ دوں - اور اگر مجھے یہ فیصلہ دینا پڑے تو بھی میرے سامنے واقعات نہیں ہیں - تیج دہلی ۲ - جون ۱۹۲۴ء" مگر باوجود اپنی اس لاعلمی کے جو ہو میں سمندر کے کنارے بیٹھے بیٹھے آپ نے ۲۹ - مئی ۱۹۲۴ء کو ہندو

مسلم کشیدگی اوس کے اسباب اور انکا علاج" کی سُرخی سے ایک اعلان شائع
کردیا۔ جس میں جہاں مالابار وغیرہ مقامات کے فسادات کے متعلق بالکل خلاف
واقعات رائے زنی کرتے ہوئے آپ سے مسلمانوں کی صریحاً طرفداری اور ہندؤں
سے بے انصافی ہوگئی تھی۔ وہاں بلا تعلق اور بلا ثبوت آریہ سماج اوس کے
بانی اور ستیارتھ پرکاش کی بھی بالکل بے جا نکتہ چینی کی گئی تھی۔ جو سجن مہاتما
جی کے اودیش کو جانتے ہیں وہ یہ تو مان ہی نہیں سکتے کہ آپ نے اُس وقت
یہ نکتہ چینی کسی دھارمک خیال یا کہ محض تحقیق حق کے لئے ہی کی تھی۔ کیونکہ نہ
تو مہاتما جی کا یہ مضمون اس اودیش (مقصد) سے ہی لکھا گیا تھا۔ جیساکہ اس
مضمون کی سُرخی سے ظاہر ہے۔ اور نہ ہی مہاتما جی کے اُس وقت کے پروگرام
میں مذہبی تحقیقات کا مضمون ہی شامل تھا اور جس وقت یہ اعلان کیا گیا
تھا۔ وہ وقت بھی اس نکتہ چینی کا مقتضی نہ تھا۔ اس لئے جہاں یہ ماننا
پڑیگا کہ اس بے موقعہ و محل نکتہ چینی کا مہاتما جی جیسے نہایت محتاط سجن سے
وقوع میں آنے کا باعث دھارمک یا تحقیق حق نہیں بلکہ خالص پولٹیکل
تھا وہاں یہ بھی سویکار کرنا پڑیگا کہ یہ نکتہ چینی مہاتما جی کی اندرونی خواہشات
کا نہیں بلکہ بیرونی اثرات کا نتیجہ تھی۔ جو کہ بیماری اور ہندو مسلم فسادات
سے پیدا ہوئے دُکھ سے دُکھی اور حالات سے ناواقفی کی حالت میں کی گئی تھی
میرے اس کتھن کا ثبوت مہاتما جی کی ذیل کی اپنی تحریروں سے ملتا ہے۔

(۱) مہاتما جی کی نکتہ چینی کے متعلق جو تار آریہ سماج آگرہ نے آپ کو دی تھی اُس کا جواب آپ نے یہ دیا تھا "میں نے سماج یا رشی دیانند یا سوامی شردھانند جی کے متعلق ایک لفظ بھی بنا وچار کئے نہیں لکھا۔ میں اپنی رائے کو آسانی سے دبا سکتا تھا لیکن جب کہ اُس کا موجودہ حالات سے تعلق ہے۔ تب ستیہ کا اُدلنگھن کرتے ہوئے میں ایسا نہ کر سکا۔ ہندو مُسلم ڈیفرینس (مناقشات) ایک زندہ حقیقت ہیں۔ اُن کا دُور کرنا ہماری ملکی ضرورت ہے اصل واقعات کو نظر انداز کرنے یا روکنے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایسے موقعوں پر صداقت کا اظہار کرنا لازمی ہے۔ خواہ سچ کتنا ہی تلخ کیوں نہ ہو۔ نوجیون ۸۔ جون ۱۹۲۴ء۔ تیج دہلی ۸۔ جون ۱۹۲۴ء"

(۲) ڈاکٹر محمود نے مالابار کے موپلہ فساد کے جو حالات مہاتما جی کو لکھے تھے آپ نے اُن کا وہ حصہ درج اعلان کرنے سے چھوڑ دیا تھا۔ جو موپلوں کو ہندوؤں کے جبراً مسلمان بنانے کا مجرم ٹھہراتا تھا۔ اس پر جب حالات سے واقف اصحاب نے ڈاکٹر محمود کو اُس کی غلط بیانی سمجھکر سخت سُست لکھا۔ تب اُس نے مہاتما جی کو لکھا کہ آپ نے میرا سارا بیان درج اعلان نہیں فرمایا۔ اس لئے لوگ مجھے غلط بیانی کے لئے کوس رہے ہیں۔ براہ نوازش ینگ انڈیا میں اُس کی ضرور صحت کر دیجئے۔ اس پر مہاتما جی نے اپنی اس

غلطی کو مان کر افسوس کرتے ہوئے یہ عذر پیش کیا تھا۔ سخت کشیدگی کے ایام میں انسان زیادہ محتاط یا زیادہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ نوجیون ۲۹۔ جون ۱۹۲۴ء۔ تیج دہلی ۳۰۔ جون ۱۹۲۴ء منقول از ینگ انڈیا"

(۳) مہاتما جی لکھتے ہیں "میں آپ کو (آریہ سماجیوں کو) یقین دلاتا ہوں کہ میں نے دُکھت ہردے سے وہ ٹیکا (نکتہ چینی) لکھی تھی۔ آپ یہ دیکھ کر کہ اُس سے بہتوں کے دل کو چوٹ پہنچی ہے مجھے بھی اتنا ہی دُکھ ہوتا ہے۔ نوجیون ۱۵۔ جون ۱۹۲۴ء"

(۴) بیرونی اثرات کی وجہ سے نکتہ چینی کئے جانے کے متعلق یہ شک ضرور ہو سکتا ہے کہ مہاتما جی جیسا ذمہ دار لیڈر محض دوسروں کے کہنے پر یقین کرکے ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔ اس شک کے دور کرنے کے لئے جہاں آگے چلکر مہاتما جی کی اپنی تحریریں پیش کی جائیں گی وہاں یہاں پر میں یہ بھی عرض کر دونگا۔ کہ مہاتما جی خود مانتے ہیں کہ آپ کے اندر یہ نقص اب تک موجود ہے جیساکہ آپ کی ذیل کی تحریر سے ظاہر ہے۔ "میں محسوس کرتا ہوں کہ ایک پبلک کارکن کو دوسروں کے بھروسہ پر اس طرح کام نہیں کرنا چاہیئے اور ایسی بات نہیں کہنا چاہیئے جس کی خود تحقیقات نہ کرلی ہو یا جس کا اُس کو پورا یقین نہ ہو چکا ہو۔ سچائی کی پرستش کرنے والے کو نہایت ہوشیاری سے کام کرنا چاہیئے۔ کسی شخص سے ایسی بات پر یقین کرانا جس کی خود

تحقیقات نہ کی ہو۔ گویا سچائی کو پس پشت ڈالنا ہے۔ مجھے یہ اقبال کرتے ہوئے دُکھ ہوتا ہے کہ میں یہ جانتا ہوا بھی اپنی اس سریع الاعتقادی کی عادت پر اب تک غالب نہیں آسکا ہوں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں قابو سے زیادہ کام کرنے کا خواہشمند رہتا ہوں۔ اِس خواہش کی وجہ سے میری نسبت میرے ساتھ کام کرنے والوں کو بہت زیادہ دقت ہوتی ہے۔ ینگ انڈیا ۲۲ ستمبر ۱۹۲۷ء۔ تیج دہلی ۲۹ ستمبر ۱۹۲۷ء از مہاتما جی کی خود نوشت سوانح عمری"

پس مندرجہ صدر پرمانوں سے جہاں میرے اوپر کے اس کتھن کی تصدیق ہوتی ہے کہ مہاتما جی کی نکتہ چینی خالص پولٹیکل غرض کے لئے تھی۔ اور کہ وہ نہایت رنجیدگی کی حالت میں بے احتیاطی سے کی گئی تھی۔ وہاں آپ کی سخت کشیدگی اور غیر محتاط حالت میں کی گئی نکتہ چینی کے صحیح ہونے کو بھی مشتبہ بناتی ہے۔ اس لئے یہاں پر یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ مہاتما جی کی اس رنجیدگی یا دُکھ کی حالت میں محض ملکی غرض کے لئے کی گئی آریہ سماج اور اُس کے بانی کے دھارمک منتویوں اور کاموں کی نکتہ چینی آپ کی تو ایک سراسر بھول تھی۔ اور آپ کے مشورہ دینے والے آریہ سماج کی دھارمک اور ساماجک سرگرمیوں سے خائف اُس کے مذہبی مخالفوں کی طرف سے آریہ سماج کے خلاف سناتن دھرمی ہندوؤں اور جینیوں وغیرہ کو بھڑکا کر آریہ سماج کو

کچلنے یا کمزور بنانے والی ایک سیاسی چال تھی کہ جس کا آلہ کار سرل ہردے
مہاتما کو اغلباً یہ وشواس دلا کر بنایا گیا ہوگا کہ آریہ سماج ہی ہندو مسلم
اتحاد میں ایک رُکاوٹ اور فسادات کا باعث ہے اور اُس کی
تہ میں آریہ سماج کے بانی کے بنائے ستیارتھ پرکاش کی تحریریں
ہیں۔ اگر اس کا اثر عام ہندوؤں پر نہ رہے تو اتحاد کا ہونا اور
فسادات کا رُکنا ممکن ہے۔ ناظرین میں نے یہ جو کچھ کہا ہے۔ یہ محض میری
کلپنا (قیاس) ہی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے بھی زبردست ثبوت موجود ہے
اور وہ یہ ہے کہ اتنا ہی نہیں کہ مہاتما جی نے اپنی سریع الاعتقادی کی عادت کا
شکار ہو کر اپنے ہم کار مسلمانوں کے زیر اثر اپنے مشہور اعلان میں آریہ سماج
اور اُس کے بانی پر آکشیپ (الزام) ہی کئے بلکہ رشی دیانند اور آریہ سماج
نے جو اسلامی عقاید کی استیتا (غیر سچائی) کو ظاہر کیا تھا۔ محض مسلمانوں
کی پاسداری میں اسلام کی حفاظت کے خیال سے ہی اُس کے اثر کو زائل
کرنے کے لئے جہاں اسلام کی مبالغہ آمیز تعریف کی تھی وہاں ہندوؤں کو اسلام
کی عزت کرنے کی پریرنا بھی کی تھی۔ چنانچہ اس کا ثبوت آپ کی ذیل کی تحریر
سے بخوبی ملتا ہے۔ "جب مغرب تاریکی اور گمنامی کی غار میں پڑا تھا مشرق
اُفق پر ایک ستارہ چمکا۔ اور ساری دُنیا کو اُس نے روشنی اور
آرام پہنچایا۔ اسلام کوئی جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ اگر ہندو اِسے

سچے دِل سے اطمینان کے ساتھ پڑھیں تو وہ اس کی اُتنی ہی
عزّت کریں گے جتنی کہ میں کرتا ہوں ینگ انڈیا ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء۔ نوجیون
یکم جون ۱۹۲۴ء۔ تیج دہلی ۲۔ جون ۱۹۲۴ء"

شاید مہاتما جی کی عظمت کا خیال کرتے ہوئے بعض اصحاب یہ کہیں کہ چاہے
یہ تعریف غلط ہے یا صحیح۔ لیکن مہاتما جی نے یہ تعریف مسلمانوں کی پاسداری
یا خوشامد کے خیال سے نہیں لکھی۔ بلکہ اپنے اسلام کے مطالعہ سے بنے
عقیدہ یا کہ اپنی تحقیقات کی بنا پر لکھی ہے تو میں اُن کے سامنے اُن کے
اس خیال کی تردید کرنے والی مہاتما جی کی وہ تحریر رکھونگا۔ جو کہ اسی تعریف
کے کئے جانے کے بعد کئی ایک مسلمانوں کی طرف سے مہاتما جی کو مسلمان
بننے کی مسلسل دعوت ملنے پر آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سوال کا جواب
دینے کے لئے مندرجہ ذیل لکھی تھی :۔

"ایک مسلمان بھائی لکھتے ہیں۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں ستیہ چاہک
ستیہ شودھک اور ستیہ گراہک ہوں ساتھ ہی آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ اسلام
جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ پھر بھی آپ مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ ان بھائی
نے آگرہ پورک (صفد کرکے) جواب مانگا ہے۔ یہ دھرم کہیں نہیں سُنا۔ کہ
جتنی باتیں جھوٹی نہ ہوں۔ وے ہر آدمی کو قبول کرنی چاہئیں۔ جس طرح
میں اسلام کو جھوٹا نہیں مانتا۔ اسی طرح میں عیسائی۔ پارسی۔ یہودی دھرم

کو بھی جھوٹا نہیں مانتا۔ ایسی اوستھا (حالت) میں مجھ جیسے ستیہ شودھک کو کیا کرنا چاہیئے مجھے تو اسلام میں خوبیاں دکھائی دیں۔ اس لئے میں نے کہا کہ وہ دھرم جھوٹا نہیں ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ اسلام پر حملہ ہوتے ہیں۔ اور مسلمان بھائیوں سے میں دوستی رکھنا چاہتا ہوں۔ اس سے میں نے اُن کے دھرم کا بچاؤ کیا۔ سب کو اپنا دھرم اور دل سے سریشٹ معلوم ہوتا ہے۔ اسی سے وہ اس میں رہتے ہیں اسی بنا ر کے انوسار ہندو دھرم مجھے جھوٹا نہیں معلوم ہوتا بلکہ سب سے سریشٹ (اچھا) بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے میں ہندو دھرم کا پلہ پکڑ کر بیٹھا ہوں جس طرح بالک ماں کنیا کہ رہتا ہے۔ پرنتو بالک جس پرکار پرماتا (دوسرے کی ماں) کا ترسکار (بےعزتی) نہیں کرتا۔ اُسی پرکار میں بھی پر دھرم کو ترسکار نہیں کرتا۔ نوجیون ۷ ستمبر ۱۹۲۴ء۔ تیج دہلی ۱۹۲۴ء"

اب اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ مہاتما جی کے رشی دیانند اور آریہ سماج کے وچاروں اور آچاروں کے متعلق ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء کے مشہور اعلان میں کی ہوئی رائے زنی کو بھی یہاں پر درج کر دیا جائے تاکہ ناظرین کو حقیقت کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۱) اُنہوں (سوامی دیانند) نے دُنیا کے سب سے زیادہ سہن شیل

اور اودار ہندو دہرم کو سنکچت بنا ڈالنے کی کوشش کی ہے ۔

(۲) اونہوں نے ستیہ کی اور بالکل ستیہ کی ہی حمایت کرنے کا دعوےٰ کیا ہے ۔ پر ایسا کرتے ہوئے اُن سے انجان میں جین دہرم ۔ اسلام عیسائی اور خود ہندو دہرم کے ارتھ کا انرتھ ہو گیا ہے ۔

(۳) ایسے مہان سدہارک کا لکھا ہوا نراشا جنک گرنتھ (ستیارتھ پرکاش) میں نے نہیں پڑھا ۔

(۴) گو وہ خود مورتی بھنجک تھے ۔ تو بھی اُن کی کوشش کا پھل سوکھشم سے سوکھشم رُوپ میں مُورتی پوجا کی ستھاپنا ہوا ہے ۔ کیونکہ اونہوں نے ویدکے ایک ایک اکھشر کو ایشور سروپ بنا دیا ہے ۔

(۵) اس زمانے کے وگیان کے ہر ایک تحقیہ (سچائی) کو وید سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔

(۶) آج آریہ سماج کی جو عزت ہے وہ میری ناقص رائے میں ستیارتھ پرکاش کی تعلیم کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے بانی کے مہان اودانت شیل (اعلیٰ یا شاندار کیرکٹر) کی بدولت ہے ۔

(۷) جہاں جہاں آپ آریہ سماج کو دیکھیں گے وہاں وہاں زندگی اور سرگرمی دکھائی دیگی ۔ ایسا ہوتے ہوئے بھی سنکچت درشٹی (تنگ نظر) اور وواد پریہ سبھاؤ (جھگڑالو عادت) ہونے کے کارن دوسرے فرقوں کے لوگوں

کے ساتھ اور جب وہ نہ ملیں تو آپس میں جھگڑا کرتے رہیں۔

(۸) میری رائے میں تو عیسائیوں کی طرح اور اس سے کم اسلام کی طرح دوسرے مذہب والوں کو بھرشٹ کر کے اپنے مذہب میں ملا لینے کی ودھی ہندو دھرم میں ہے ہی نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بات میں آریہ سماجیوں نے عیسائیوں کی نقل کی ہو گی۔

ان حوالہ جات کے درج کرنے کے بعد پورے وثوق کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ناظرین مہاتما جی کی مندرجہ صدر تحریروں کو بغور مطالعہ کرینگے تو وہ میرے ساتھ اس بات کے ماننے میں ضرور متفق ہوں گے کہ ان سے میرے دعوے کے حرف بحرف کی تائید کرنے والی مندرجہ ذیل حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔

(۱) مہاتما جی نے اپنے اعلان میں جو یہ لکھا تھا کہ اسلام جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ اُس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ آپ اسلام کو کلیتاً سچا یا درست تسلیم کرتے ہیں بلکہ اُس کا مدعا یہ تھا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ اسلام بالکل ہی جھوٹا مذہب ہے یا کہ اُس میں بُرائیاں ہی بُرائیاں ہیں بلکہ اُس میں کچھ خوبیاں بھی ہیں کیونکہ مہاتما جی یہ ہرگز نہیں مانتے کہ اسلام میں غلطیاں یا بُرائیاں نہیں ہیں اس کا ثبوت اس کتاب میں درج کی گئیں آپکی بہت سی دیگر تحریروں سے بھی ملتا ہے اور اس تحریر میں آپ کا ہندو دھرم کو سب سے اچھا بتلانا بھی اسی بات

پر دلالت کرتا ہے۔

(۲) آپ نے محض مسلمانوں سے دوستی رکھنے کی خاطر اُن کے اسلام کی حفاظت کے لئے اُس کی مُبالغہ آمیز تعریف کر دی تھی۔ نہ کہ اظہار صداقت کے لئے۔

(۳) آپ نے یہ مربیانہ تعریف مسلمانوں کی دوستی کے زیر اثر رشی دیانند اور آریہ سماج کے بتلائے ہوئے دوشنوں (مہاتما جی کے لفظوں میں کئے حملوں) کے اثر کو زایل کرنے کے لئے ہی کی تھی جیسا کہ آپ کے ان الفاظ سے ظاہر ہے "یہ کہنے کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ اسلام پر حملے ہوتے ہیں۔ (یہ حملے آریہ سماج کے سوائے دوسرے کے نہیں ہو سکتے) اور میں مسلمان بھائیوں سے دوستی رکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں نے یہ کہہ کر اسلام کی حفاظت کی۔

(۴) آپ کے یہ الفاظ "لیکن بچہ جس طرح دوسرے کی ماتا کی بے عزتی نہیں کرتا اسی طرح میں بھی دُوسرے کے دھرم کی بے عزتی نہیں کرتا" اس بات کو بتلاتے ہیں کہ در اصل اسلام اور عیسائی وغیرہ مذاہب کی نسبت جو کچھ آپ نے لکھا تھا وہ محض رواداری کے خیال سے ہی لکھا تھا۔ ورنہ آپ نے یہ لکھ کر اپنا حقیقی اعتقاد ظاہر فرما دیا ہے کہ مجھے تو ہندو دھرم (ویدک دھرم) ہی سب سے اعلیٰ معلوم ہوتا ہے۔

(۵) مہاتما جی نے رشی دیانند اور آریہ سماج کے متعلق جو رائے زنی کی تھی

وہ ہندو مسلم کشیدگی اُس کے اسباب اور اُن کا علاج" کی سُرخی کے تحت میں کی تھی۔ اس لئے اس کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ کہ آپ کی یہ رائے زنی رشی دیانند اور آریہ سماج کے جن جن وچاروں اور آچاروں کے متعلق تھی۔ آپ کے خیال میں وہ ہندو مسلم کشیدگی کا سبب تھے۔ اور آپ نے اُس کشیدگی کو دُور کرنے کے لئے ہی لبطور علاج اُن پر اپنی رائے کا اظہار فرمایا تھا۔ چنانچہ پیچھے درج کیا گیا جو جواب آپ نے آگرہ آریہ سماج کی تار کا دیا تھا اُس کے مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

(رشی دیانند اور آریہ سماج کے متعلق) میری رائے کا تعلق موجودہ حالات (متعلقہ ہندو مُسلم فسادات) سے ہے۔ اور ہندو مُسلم کشیدگی دُور کرنے کے لئے اس کی سخت ملکی ضرورت ہے۔

اب یہاں پر دیکھنا یہ ہے کہ مہاتما جی کی یہ رائے زنی ہندو مسلم کشیدگی کا علاج کس طرح پر ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب مہاتما جی کی اوپر کی تحریروں کے آدھار پر یہ ہی دیا جا سکتا ہے کہ

(أ) الزام نمبر ۴، ۵ کا ہندو مُسلم کشیدگی کے علاج سے اور کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ الزام نمبر ۴ کا مورتی پوجک شبد مورتی پوجک ہندوؤں کو آریہ سماجیوں سے علیحدہ کرنے میں کچھ مدد دے۔

(ب) اِن کے سوائے باقی الزام یہ ہیں۔ سوامی دیانند نے ہندو دھرم

کو سنکچت بنانے کی کوشش کی اُنہوں نے اسلام۔ عیسائی اور ہندو دہرم کے ارتھ کے انرتھ کر دئے۔ ستیارتھ پرکاش مایوسی پیدا کرنے والی پُستک ہے۔ آریہ سماجی لڑاکے ہیں۔ اور ان کی شدہی عیسائیوں کی نقل ہے۔ اگر ان کو اور ان کے ساتھ ہی مہاتما جی کی کی ہوئی اسلام کی تعریف وہندوؤں کو اپنی مثال سے اسلام کی عزت کرنے کی پریرنا کو ایک جگہ رکھا جائے۔ تو یہ سب ملکر اس طرح پر ہی ہندو مسلم کشیدگی کا علاج ہو سکتے ہیں۔ کہ آپ کے لگائے ہوئے دوشوں سے ہندوؤں کے دہارمک جذبات آریہ سماج کے خلاف بیدار ہوں جس سے وہ آریہ سماج کا ساتھ چھوڑ دیں اور کہ ہندو مہاتما جی کی زبردست شخصیت کے اس اظہار رائے سے کہ اسلام جھوٹا مذہب نہیں ہے۔ رشی دیانند اور آریہ سماج کے بتلائے ہوئے اسلام کے دوشوں کو غلط سمجھکر اسلام کی عزت کرنے لگ جائیں۔ اس نتیجہ کے نکلنے سے ہی مہاتما جی کی خواہش کے مطابق جہاں اسلام کی حفاظت ہوکر آپ کی طرف سے مسلمانوں کی دوستی کا حق ادا ہو سکتا تھا۔ وہاں اگر مسلمانوں کا یہ کہنا دُرست ہو کہ آریہ سماج ہی ہندو مُسلم اتحاد میں رُکاوٹ اور فسادات کا باعث ہے تو اس سے آریہ سماج کا کانٹا دُور ہو کر فسادات رُک سکتے اور ہندو مسلم اتحاد بھی ممکن اور آسان بنایا جا سکتا تھا۔

ناظرین یہ ہے مہاتما جی کی تحریروں کا نچوڑ جو کہ میں نے بلا کسی کھینچا

ثانی کے آپ کے سامنے رکھدیا ہے۔ لیکن اگر یہاں پر یہ کہا جائے۔ کہ مہاتما جی کی یہ منشار نہیں تھی۔ جو کہ اوپر نتیجہ کی صورت میں نکالی گئی ہے۔ بلکہ اُن کی منشا ریہ تھی کہ اُن کے تبلائے دوستوں کو دُور کر کے آریہ سماج مُلک کے لئے زیادہ مفید ہو۔ اس کے جواب میں مَیں یہ عرض کروں گا کہ

(۱) میرا یہ دعویٰ تو ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی میں ایسا دعویٰ کر سکتا ہوں کہ مہاتما جی کی تحریروں کا جو نتیجہ میں نے نکالا ہے ہُو بہو وہی آپ کو بھی نکالنا منظور تھا مگر اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ میری دالنست میں مہاتما جی کی تحریروں کا میرے نکالے ہوئے نتیجے کے سوائے اور کوئی مطلب نہیں نکل سکتا اور عوام نے اس کا یہی مطلب نکالا۔ چاہے مہاتما جی کو وہ منظور تھا یا نہ۔ لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ نکتہ چینی محض آریہ سماج کے سدھار کے لئے کی گئی تھی۔ یہ کہنا تو بالکل مُدعی سُست اور گواہ چُست کا ہی مصداق ہے۔ کیونکہ جب کہ خود مہاتما جی لکھتے ہیں کہ یہ نکتہ چینی ملکی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ اور ملکی ضرورت اُسی صورت میں پوری ہو سکتی تھی کہ جس صورت میں مَیں نے اپنے نکالے نتیجہ میں دکھلایا ہے۔ جب یہ صورت ہے تو پھر اس کی کوئی اور تعبیر کیونکر ہو سکتی ہے۔

(۲) جس ڈھنگ اور جس میدان (پولٹیکل) سے یہ نکتہ چینی کی گئی تھی وہ ڈھنگ اور کھشیتر بھی دھارمک سُدھار کا نہیں ہو سکتا۔ اور پھر اُس صورت میں کہ جس

ہیں آریہ سماج پر دوش لگائے ہوں اور اُس کے ساتھ ہی اسلام کی تعریف کی ہو۔

(۳) سدھار کے لئے ایسی رائے زنی کرنے کا نہ وقت بھی ہرگز موزوں نہیں تھا۔ کیونکہ سنانے والے مہاتما اور سُننے والے دونوں کی مانسک اوستھا (دل کی حالت) شانت نہیں تھی۔

(۴) یہ نکتہ چینی اس لئے بھی سُدھار کے لئے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ پرمان شونیہ (بلا ثبوت) اور محض مہاتما جی کی سمتی (رائے) ماتر ہے۔ اور رائے بھی اُس مہانو بھاؤ کی جو کہ آریہ سماج کے شاستریہ سدھانتوں کے متعلق اعتراض تو کرتا ہے لیکن اس بات کو بھی مانتا ہے کہ آپ کو دید آدی شاستروں کا براہِ راست کوئی علم ہی نہیں ہے۔ اس لئے آریہ سماج جیسے وچارشیل سماج سے یہ اُمید کرنا ہی ویرتھ (بے فائدہ) ہے کہ وہ محض مہاتما جی کی رائے ہونے کی وجہ سے ہی اس کو دُرست تسلیم کرلیگا اور اُس کی رہنمائی میں اپنے وچاروں اور آچاروں کو تبدیل کرلیگا۔ اگر کسی نے ایسا سمجھا ہے تو اُس نے آریہ سماج کو ہی غلط سمجھا ہے اور وہ سدھار کرنا جانتا ہی نہیں۔

اس کے علاوہ مہاتما جی کا مالابار، ملتان اور سہارنپور وغیرہ مقامات کے فسادات سے تعلق رکھنے والا وہ بیان بھی آپ کی مسلم پاس داری یا مسلمانوں کے زیر اثر ہونے کی صداقت کی تائید مزید کرتا ہے۔ جو کہ آپ نے

اپنے اُسی ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء کے مشہور اعلان میں ہی درج فرمایا تھا۔ کیونکہ اس
میں مذکورہ مقامات کی مسلم گردی میں جو غیر انسانی مظالم بے قصور ہندوؤں پر
کئے گئے تھے اُن کا قطعی ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ اور ڈاکٹر محمود کے بیان کا وہ حصہ بھی
آپ نے درج کرنے سے چھوڑ دیا تھا کہ جس سے موپلہ مسلمان ہندوؤں کو جبراً
مسلمان بنانے کے مجرم ثابت ہوتے تھے۔ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ آپ آیندہ کی
فضا کو درست کرنے کے لئے ہندوؤں پر کئے ہوئے موپلوں کے حقیقی خونی مظالم
کو درج کر کے ان کی یاد تازہ نہ کراتے تو آپ کی ذمہ داری کا خیال کرتے ہوئے
اس کو انوچت نہ سمجھا جاتا۔ مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ آپ نے تو ان کی
ہستی سے ہی انکار کرنے والا یہ بیان شایع کر دیا کہ "اصل حقیقت کیا ہے۔
کوئی نہیں جانتا۔......... اور ٹھیک صداقت تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اور
اپنے آیندہ طرز عمل کو باقاعدہ بنانے کے لئے یہ غیر ضروری ہے" ینگ انڈیا ۲۹ مئی
۱۹۲۴ء نوجیون یکم جون ۱۹۲۴ء" حالانکہ یہ بیان اس سے پہلے شائع شدہ
اُن بیانوں کے قطعی خلاف تھا جو کہ مہاتما جی کی اسیری کے زمانہ میں ہی موقعہ
پر پہنچکر تحقیقات کرنے والے مالابار کانگرس کے ذمہ وار عہدہ داران اور ارناڈ
خلافت کمیٹی کے مسلمان سکرٹری نے مشترکہ اور مسٹر دیودھر سکرٹری سرونٹس
آف انڈیا سوسائٹی نے انفرادی طور پر شایع کرائے تھے۔ اور جن میں ہندوؤں پر
کئے گئے ناقابل بیان اتیاچاروں (ظلموں) کو حقیقی بتلایا گیا تھا۔ (مفصل

دیکھو آریہ سماج اور مالابار نامی پستک) اسی طرح ملتان اور سہارن پور وغیرہ مقامات کے فسادات کے متعلق لکھتے ہوئے بھی آپ نے ظالم اور مظلوم کو برابر کا قصور وار ٹھہرانے والے بعض سُنے سُنائے مظلوم ہندوؤں کے متعلق بھی ایسے الزام درج کر دئے تھے جو کہ بالکل ہی بے بنیاد تھے۔ جن کو کہ عام عقل بھی درست نہیں مان سکتی تھی۔ بلکہ خود مہاتما جی نے بھی انہیں غیر مصدقہ بتلایا تھا۔ ان سب بیانات متعلقہ فسادات کو مفصل طور پر تو یہاں درج کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو ان کو بھی اس پُستک کے ضمیمہ کے طور پر نکالدیا جائے گا۔ البتہ ڈاکٹر محمود کے جس حصئہ بیان کا پیچھے ذکر کیا گیا ہے۔ ناظرین کی واقفی کے لئے صرف اُس کو یہاں پر درج کرتا ہوں :۔

مہاتما جی لکھتے ہیں " ہندو مسلم کشیدگی کے متعلق جو بیان میں نے اخبار ینگ انڈیا میں شایع کیا تھا۔ اُس پر مجھے بہت سی چھٹیاں موصول ہوئی ہیں۔ بعض میں تو رنج و غصہ کا اظہار ہے اور بعض میں درشت کلامی بھی کی گئی ہے۔ ان میں سے ایک چھٹی سرل اور با دلیل تھی۔ یہ چھٹی مادھون نائر نے میرے پاس اس بیان کے خلاف پروٹسٹ کے طور پر لکھی تھی۔ جو کہ میں نے ڈاکٹر محمود کا ظاہر کیا تھا۔ میں نے یہ چھٹی ڈاکٹر محمود کو روانہ کر دی تھی کہ وہ اس کے متعلق جواب دیں تاکہ میں ناظرین کو ان کا بیان بھی دے سکوں۔ مگر بغیر اس کے کہ میری ارسال کردہ چھٹی ڈاکٹر محمود کو پہونچے۔

اونہوں نے خود ایک چٹھی اسی مضمون پر میرے پاس بھیجدی تھی۔ کیونکہ اُن کو بھی اس بارے میں پیشتر ازیں بہت سے پروٹسٹ موصول ہوئے تھے۔ ڈاکٹر محمود کی چٹھی سے جوکہ اردو میں ہے۔ اس مضمون کے متعلق حصص کا ترجمہ کرکے ناظرین کے پیش کرتا ہوں۔

"مجھے متعدد ہندو احباب سے خطوط موصول ہوئے ہیں۔ جن میں مجھ پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ میں نے آپ کو حادثہ مالابار کے متعلق غلط اطلاع دی ہے۔ اون میں سے بعض نے مجھے گالی گفتہ کی بھی عنایت کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُن کی ناراضگی حق بجانب ہے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں نے تو فقط یہ کہا تھا کہ ختنہ کرکے جبراً تبدیل مذہب کی کوئی مثال نہیں پائی گئی ہے۔ فقط ایک ہی واقعہ کی اطلاع موصول ہوئی تھی اور وہی جسے مسٹر اینڈریوز نے دیکھا تھا اور کہ اُس میں باضابطہ تحقیقات نہیں ہوسکتی تھی۔ مگر فیض کیپ پہنا کر خواتین کی حالت میں قمیص پہنا کر اور چوٹیاں کاٹ کر جو تبدیل مذہب کرایا گیا ہے اُس کی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ میں نے جو بیان مسٹر شعیب کو دیا تھا۔ اُس میں بھی اس امر کا ذکر کردیا تھا۔ براہِ نوازش ینگ انڈیا میں اس کی ضروری صحت کردیں ورنہ اخبارات میں اس کے متعلق نئی کشمکش شروع ہوجائیگی۔ نوجیون

۲۹۔جون ۱۹۲۴ء"

ڈاکٹر محمود کی چھٹی کا مذکورہ حصہ درج کرنے کے بعد مہاتما جی یوں عذر خواہی کرتے ہیں۔

"میں دیکھتا ہوں کہ میں نے ڈاکٹر محمود سے بے انصافی کی ہے۔ میں جبری تبدیل مذہب کو فقط ختنہ کرنے پر ہی خیال کرتا تھا۔ کیونکہ اس سے ہندو جذبات کو بہت زیادہ صدمہ پہونچتا ہے۔ بہر حال کسی دوسری بات سے بڑھکر مجھے تو اس سے ہی صدمہ پہونچا تھا نوجیون ۲۹۔جون ۱۹۲۴ء"
اس سے آگے یہ سرخی "جس بیان کا ڈاکٹر محمود نے تذکرہ کیا ہے وہ حسب ذیل ہے" دیکر آپ ڈاکٹر محمود کا مندرجہ ذیل وہ بیان درج فرماتے ہیں کہ جس کو اپنے ینگ انڈیا میں ۲۹ مئی ۱۹۲۴ء کے مشہور اعلان میں درج کرنے سے چھوڑ دیا تھا۔

"جبری تبدیل مذہب (الف) ختنہ کرکے کوئی عینی شاہد نہیں کوئی براہ راست شہادت نہیں ملتی۔ کوئی ایسا واقعہ بیان نہیں کیا گیا۔ ہندوؤں میں سے قابل اعتبار اصحاب یہ بیان کرتے ہیں کہ تین یا چار واقعات ایسے ہوئے ہیں۔ اس بارہ میں فقط ایک ہی راہ راست شہادت ہے۔ کہ مسٹر ینڈہ یوز نے بیان کیا جاتا ہے کہ ایسے ختنہ شدہ آدمی کو دیکھا تھا۔ مگر اس کی بھی تصدیق نہیں ہوئی۔ (ب) کلمہ پڑھوانا (۱) جبراً (۲) جبر کئے بغیر محض تخویف سے۔ (ج) چوٹیوں کا کاٹنا۔ (د) ہندو مردوں کو ٹوپی پہنانا

اور ہندو عورات کو پیراہن (مسلمانی لباس) وغیرہ پہنانا۔ مسٹر بی۔ ایم کیش رتک ہندؤں کا بیان ہے کہ اٹھارہ سو سے لیکر دو ہزار تک اشخاص کو تبدیل مذہب کرایا گیا۔ نوجیون ۲۹۔ جون ۱۹۲۴ء"

ڈاکٹر محمود کے اس بیان کو درج فرمانے کے بعد مہاتما جی یوں رقمطراز ہیں "مگر میں اب دیکھتا ہوں کہ سخت کشیدگی کے ایام میں انسان زیادہ محتاط یا زیادہ صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ میں ڈاکٹر محمود کے ساتھ مناسب سلوک کرنے میں بے انصافی کر گیا ہوں۔* میں ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ ہر ایک واقعہ کے متعلق میں امور واقعہ تک ہی محدود رہا ہوں۔ جو کاغذات میرے پاس ہیں۔ وہ جملہ فریقین کے خلاف شدید الزامات عاید کرتے ہیں۔ مگر میں نے ہر ایک واقعہ میں الزامات کو ہلکا کر دیا ہے نوجیون ۲۹۔ جون ۱۹۲۴ء تیج دہلی ۳۰۔ جون ۱۹۲۴ء"

ناظرین اگر مذکورہ امر واقعہ اور اُس کے متعلق مہاتما جی کے بیان صفائی کو بغور مطالعہ کریں گے۔ تو انہیں ماننا پڑیگا کہ مولویوں کو مجرم

---

* ڈاکٹر محمود کا مذکورہ بیان درج نہ کرنے میں جو بے انصافی آپ نے اُس کے ساتھ کی تھی اُس کا اقرار تو آپ نے کر دیا۔ مگر اُس بیان کے درج نہ کرنے میں مظلوم ہندوؤں سے جو سخت بے انصافی آپ سے ہو گئی تھی اُس کا اقرار آپ نے اب بھی نہیں کیا (مصنف)

ٹھہرانے والا ڈاکٹر محمود کے بیان کا جو حصہ مہاتما جی نے درج کرنے سے چھوڑ دیا تھا۔ اُس کی غرض چاہے کتنی ہی بے گناہی۔ نیک نیتی اور سہو پر مبنی کیوں نہ ہو تو بھی اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اُس سے سچائی کا اخفا اور مسلمانوں کی طرفداری ہوئی۔ یہی وجہ تھی کہ حالات سے واقف مادھون نائر جیسے سجنوں کو بھی اس کے خلاف پروٹسٹ کرنا پڑا۔

پس متذکرہ بالا پرمانوں کو درج کرنے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ میں نے مہاتما جی کی اپنی تحریروں سے ہی اس بات کو بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ مہاتما جی نے مسلمانوں کی مذہبی پاسداری میں ہی آریہ سماج اُس کے بانی اور ستیارتھ پرکاش پر الزام لگائے تھے اور کہ آپ آریہ سماج کو کچلنے والی مسلمانوں کی پالیسی کے آلہ کار بنے تھے۔ ورنہ اِن الزاموں کا اُس وقت کی ہندو مسلم کشیدگی کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا۔ چنانچہ اس کی تصدیق بھی مہاتما جی کے ہندو مسلم کشیدگی کے بیان کردہ اُن اسباب سے ہوتی ہے۔ جو کہ آپ نے آریہ سماج کے متعلق نکتہ چینی کرنے کے بعد ۸۔ جون ۱۹۲۴ء کے نوجیون میں یوں درج فرمائے تھے۔

(۱) موپلہ بغاوت (۲) مسٹر فضل حسین کی ہندوؤں کے خلاف پالیسی۔ (۳) تحریک شدھی۔ (۴) سب سے زیادہ عدم تشدد سے بیزاری اور اس اندیشہ کا ہونا کہ اہنسا کی زیادہ دنوں تک تعلیم ملنے سے دونوں قومیں بدلہ چکانے اور آتم رکھشا کرنے کے اصول کو بھول جائیں گی۔ (۵) مسلمانوں کا گائے ذبح

کرنا اور ہندوؤں کا مسجد کے سامنے باجہ بجانا (۶) مسلمانوں کا غنڈہ پن - (۷)
ہندوؤں کی منصف مزاجی پر مسلمانوں کا اوشواس۔

ناظرین - ان اسباب کو پڑھ جائیے آپ کو ان میں سوائے شدھی کے
آریہ سماج پر کئے گئے الزاموں کا کہیں ذکر تک نہیں ملیگا - اس لئے میں پورے
وشواس سے کہہ سکتا ہوں کہ ان الزاموں کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں
ہوسکتی جو کہ میں نے پیچھے بتلائی ہے - میں یہ مانتا ہوں اور سچے دل سے مانتا
ہوں کہ مہاتما جی نے کسی ذاتی غرض کے لئے مسلمانوں کی طرفداری اور خوشامد
نہیں کی بلکہ خالص ملکی محبت و ضرورت کی خاطر ہی آپ نے ایسا کیا ہے - جس
کا اظہار آپ خود بھی ان الفاظ میں کرتے ہیں " میں مسلمانوں کی خاطر
حد درجہ کی تکالیف اُٹھانے کے لئے بھی تیار ہو گیا تھا اُس کا مطلب
سوراجیہ تو تھا ہی اور یہ تو معمولی بات تھی مگر اس سے گائے کی
رکھشا کرنا بھی تھا - اور یہ ایک بڑی بات تھی - - - - - - - -
میں مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی طاقت حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان
میں ہندوؤں کے ساتھ رہ کر گئو ہتیا کرنا ہندوؤں کے خون کے برابر ہے...
اس لئے میں آج مسلمانوں کا ساتھ دے رہا ہوں کہ انہیں دُکھ نہ پہنچے
ان کی خوشامد کرتا ہوں اور یہ اس لئے کہ ان کا جذبہ ایمان بیدار ہو۔

نوجیون ۲۹ - جنوری سنہ ۱۹۲۵ء شرحی گئو رکھشا کا ارتھ - پرتاپ لاہور ۲۸ - فروری سنہ ۱۹۲۵ء

نیز یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ اگر آریہ سماج اُس کا بانی اور ستیارتھ
پرکاش حقیقت میں ہندو مسلم کشیدگی کا باعث ہوتے تو اُس کا اظہار اوس
سے بیشتر کیوں نہ ہوتا۔ کیونکہ ستیارتھ پرکاش اور آریہ سماج تو تقریباً پچاس
سال سے موجود تھا۔ اور آریہ سماج اپنے جنم دن سے ہی استیہ کا کھنڈن اور
ستیہ کا منڈن و شدھی برابر کرتا رہا ہے۔ اور پھر وہ صرف مسلمانوں سے ہی
کشیدگی کا باعث کیوں ہے۔ دوسرے مذہب والوں سے کیوں نہیں۔ کیونکہ
اُس کا کھنڈن اور شدھی کا سلسلہ محض مسلمانوں تک ہی محدود نہیں ہے۔
اور اگر آریہ سماجیوں کا مسلمانوں سے دویش ہوتا۔ تو آریہ سماجی خلافت فنڈ
میں امداد کیوں دیتے۔ آزادیٔ خلافت کے لئے کنور چاند کرن جیسے مشہور
آریہ سماجی بھانو بھاؤ جیل میں کیوں جاتے۔ سچ تو یہ ہے کہ آریہ سماج کی
مسلمانوں سے کیا کسی بھی مذہب کے ماننے والوں سے ہرگز کوئی دشمنی نہیں
ہے۔ کیونکہ اُس کے لئے وید مقدس کی یہ ہدایت ہے کہ

मित्रस्य चक्षुषा समीक्षामहे। یعنی پرانی ماتر کو متر کی درشٹی سے دیکھو

البتہ استیہ اور انیائے جہاں کہیں ہو آریہ سماج اُس کا ورودھی ضرور ہے۔
اور رہیگا۔ اور حتی الوسع اُس کو دور کرنے کا یتن کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا
اَودّیا کا ناش اور ودّیا کی بردھی کرنا اُس کا آٹھواں اُپدیش بھی ہے" اس
لئے اگر کوئی ادھرم روپ استیہ اور انیائے کا پکشپاتی اُس کے اس کام کی

وجہ سے اُس کو اپنا مخالف سمجھتا ہے تو یہ اُس کی بھول ہے۔ مذکورہ ادویش
سے ہی پریرت ہو کر محض مفادِ عامہ (پبلک گڈ) کے لئے رشی دیانند نے
مسلمانوں و عیسائیوں وغیرہ کی نہیں بلکہ اسلام و عیسائیت وغیرہ مت
متانتروں کے اسئیہ اور انیائے کا ورودھ کیا اور آریہ سماج کرتا ہے۔
مگر آریہ سماج اور اُس کے بانی کی یہ بات کوئی انوکھی نہیں ہے۔ حضرت
عیسیٰ۔ حضرت محمدؐ۔ مہاتما بدھ اور شنکر آدی سدھارکوں نے بھی تو ایسا ہی
کیا ہے۔ خود مہاتما جی بھی آریہ سماج اور اُس کے بانی کے وچاروں اور
آچاروں کی سمالوچنا کرنے سے نہیں چوکے۔ بلکہ آپ نے تو آریہ سماجیوں
اور اُس کے بانی کی ذات پر نکتہ چینی کرنے سے بھی پرہیز نہیں کیا۔ ہندوؤں
کے وچار آچار اور ویوہار کی آلوچنا (تنقید) بھی آپ وقتاً فوقتاً کرتے رہتے
ہیں۔ اُس کے بے شمار پرمان اس پُستک سے بھی مل سکتے ہیں۔ موجودہ
حکومت کی سمالوچنا تو آپ کی زندگی کا مقصد ہی بنا ہوا ہے۔ اس لئے اگر
بالفرض محال آریہ سماج اور اُس کے بانی کی ہوئی مت متانتروں کی سمالوچنا
کو اتحاد کے لئے مضر قرار دیں گے۔ تو آپ کو سب ریفارمروں اور اپنے آپ کو بھی
اس الزام کا کم و بیش ملزم گرداننا پڑیگا۔ کیونکہ جو بھی سدھارک جس پہلو میں سدھار
کرنا چاہے گا۔ اُس کو اُس پہلو کی خرابیوں۔ بُرائیوں اور غلطیوں کو بتلا کر اُن کو
اُسی طرح دور کرنا ہوتا ہے۔ جس طرح کہ خودرو خاردار جھاڑیوں کی جڑھوں کو نکال

کر ہی اعلیٰ پھل دار درختوں اور پھولوں کو لگایا جا سکتا ہے۔ وہ ڈاکٹر کبھی
دُور اندیش نہیں سمجھا جا سکتا۔ جو کہ پھوڑے کے درد سے دُکھی بیمار کے ساتھ
ہمدردی تو کرتا ہے۔ مگر نشتر لگا کر پھوڑے سے مواد خارج کر کے مریض کو تندرست
بنانے کی کوشش نہیں کرتا۔ نیز اظہار رائے کی آزادی کو تسلیم کرنے والے
انسان کو یہ ماننا پڑیگا کہ ہر ایک محقق کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ کسی سماج اور
پبلک مین کے وچار اور آچار کی ایمانداری سے سمالوچنا کرے۔ ہاں یہ ضروری
اور لازمی ہے کہ سمالوچنا دویش اور سوارتھ (خود غرضی) پر مبنی نہ ہو۔ یتی دیانند
کی نسبت کسی کو خواب میں بھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ اُن کا کسی سے دویش
تھا یا کہ انہیں کچھ سوارتھ تھا۔ بلکہ یہ بات یقینی ہے کہ اُن کا یہ کام محض اظہار
صداقت اور پبلک مفاد کے لئے ہی تھا۔ اور آج ایک کھلی آنکھوں والا منصف
مزاج انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ رشی کے اس کام سے
ہندوؤں اور اُن کے پورانک مت کا خصوصاً اور دوسرے مذاہب کا عموماً
ضرور ہی شدھار ہوا۔ چاہے اُس کی وجہ سے اُنہیں کچھ ہی کیوں نہ کہا گیا ہو
اور ہر دلعزیزی کا سارٹیفکٹ ملا ہو یا نہ۔ اگر کوئی معترض یہ کہے۔ کہ رشی دیانند
کے کھنڈن میں سخت کلامی ہے۔ تو وہ یہ نہیں جانتا کہ سخت کلامی کی معیار
کیا ہے۔ ویسے کھنڈن چاہے کتنے ہی مناسب الفاظ میں اور حقیقت پر مبنی
کیوں نہ ہو۔ اندھ وشواسی لوگوں کو سخت اور بُرا ہی معلوم ہوگا۔ لیکن اُن کے

سخت یا بُرا سمجھنے سے یہ نہیں مانا جا سکتا کہ درحقیقت وہ سخت اور بُرا ہے۔
دراصل پاک دل سچے سُدھارک ویسی لاگ لپیٹ کی باتیں نہیں کیا کرتے جیسی
کہ عوام چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایسے طریقہ سے سدھار نہیں ہو سکتا۔ وہ تو جو چیز
جیسی ہوتی ہے اُس کو ویسا ہی بیان کر دیتے ہیں۔ تاکہ لوگ اُس کی اصلیت
کو سمجھ کر سُدھار کر سکیں۔ اس اعتراض کا مفصل جواب مہاتما جی کی ذیل میں
درج کی ہوئی اپنی تحریروں میں بھی اچھی طرح سے دیا گیا ہے۔

"لیکن آخر گالی کہتے کسے ہیں۔ گالی کا ارتھ ہے۔ انوچت پریوگ (ناواجب
استعمال) بُرا پریوگ (بُرا استعمال) ایتو (اس لئے) اگر ہم چور کو چور اور بدمعاش
کو بدمعاش کہیں تو یہ گالی نہیں ہے۔ کوڑھی کو کوڑھی کہنے سے وہ بُرا نہیں مانتا
ہاں یہ ضرور ہے کہ ایسے وشسشٹ شبد (خاص الفاظ) کا پریوگ اُسی نیت سے
ہونا چاہیئے۔ اور پریوگ کرنے والے کو اُسے پرمانت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے
......جب کہ کسی ویکتی (شخص) کو لعنت ملامت اس لئے کی جاتی ہے
کہ وہ اپنی بُری عادت کو چھوڑ دے۔ یا شروتا (سُننے والے) اُس کی صحبت
چھوڑ دیں۔ تو ایسی بھرتسنا (ملامت) بالکل جائز ہے۔ ....
یہی کیوں اُن پاپ آچاریوں کے جو نام جتنے گئے ہیں۔ وے بھی اُن کے گنوں
کے سوچک (اظہار کرنے والے) ہیں۔ عیسیٰ مسیح اُن لوگوں پر دیوی کوپ (قہر
الٰہی) کا پرہار (وار) کرنے میں نہیں ہچکے۔ جن کو یہ دشٹوں۔ دھورتوں اور

مُرداروں کی اولاد کہتے تھے۔ بُدھ نے اُن لوگوں کو نہیں چھوڑا جو دھرم کے نام پر نِرا پرادھ (بے قصور) بکروں کا بلیدان کرتے تھے۔ اور نہ قرآن* نہ ژند اوستھا ہی ایسے پریوگ سے بچے ہیں ہاں اُن سب رشیوں اور پیغمبروں کی کوئی بدنیتی اُن کے پریوگ کرنے میں نہیں تھی۔ اُنہیں تو جو لوگ اور جو چیز جیسی تھی ویسا ہی اُس کا ورنن کرنا تھا۔ ینگ انڈیا ہندی جلد سوم صفحہ ۳۳۲"

"(مہاشہ) پر اس سے دوسرے کو دُکھ جو ہوتا ہے (مہاتما جی) نہیں کسی کو دُکھی تو نہ بنانا چاہیئے۔ پر میرے ستیہ کہنے سے اگر میرے لڑکے کو بھی دُکھ ہو تو اُس دُکھ کی پرواہ کئے بغیر مجھے ستیہ کہنا چاہیئے۔ نوجیون ۳۰ مارچ ۱۹۲۴ء پرتاپ لاہور ۵ اپریل ۱۹۲۴ء مہاتما جی سے اچھوتوں کے متعلق اُن کے ایک بھگت سناتن دھرمی کا مکالمہ"

میری اوپر بیان کردہ حقیقت کے علاوہ اگر ناظرین مت متانتروں کی جہالت توہمات اور خود غرضی سے بھری ہوئی اُس بُری حالت کو سامنے رکھیں گے جو کہ رشی دیانند کے کام شروع کرنے کے وقت تھی اور جن کے سُدھار کا بیڑا اُنہوں نے اُٹھایا تھا تو اُنہیں ماننا پڑے گا کہ رشی دیانند ایسے لیکھوں کے لکھنے میں بالکل حق بجانب تھے اور سُدھار کے لئے اُن کی سخت ضرورت تھی۔ پس ایسی صورت میں اُن کو اتحاد کا منافی بتلانا دوسرے الفاظ میں حق کو دبانا اور اظہار صداقت کا وِرودھ کرنا ہی اور محققوں و سدھارکوں کے راستہ میں کانٹے بکھیرنا ہے۔

*قرآن اس بات کی تائید... (margin note)

شکایت

ناظرین مہاتما جی کے آریہ سماج پر لگائے دوشوں کا حقیقی سبب بتلانے اور
آریہ سماج و اُس کے بانی کی نردوشتا (معصومیت) جتلانے کے بعد میں اُس
حقیقی شکایت کو بھی آپ کے سامنے رکھونگا۔ جو کہ آریہ سماج کو مہاتما جی سے
ہے۔ چونکہ ہم وچار سواتنتر (آزادیٔ خیالات) کے حامی ہیں۔ اس لئے ہم مانتے
ہیں کہ مہاتما جی کا پورا حق تھا کہ وہ آریہ سماج اُس کے بانی اور اُن کے "منتویہ"
کی سمالوچنا کرتے۔ لہٰذا آریہ سماج کو یہ شکایت ہرگز نہیں ہے کہ مہاتما جی نے
نکتہ چینی کیوں کی۔ آریہ سماج تو اپنے جنم دن سے ہی نکتہ چینی سُننے کا عادی ہے
مخالفوں نے اُس کی سخت سے سخت اور بُری سے بُری نکتہ چینی کی۔ مگر وہ
کبھی نہیں گھبرایا۔ کیونکہ آریہ سماج کو اپنے منتویوں کی سچائی پر پورا وشواس
ہے۔ اور وہ معترضوں کے اعتراضوں کا جواب دینے کی سامرتھ بھی رکھتا ہے۔
اور اگر اُس کی غلطی ہو تو وہ اپنے اس اُپدیش کی رہنمائی میں اُسے ماننے کے
لئے بھی تیار رہتا ہے کہ "ستیہ کے گرہن کرنے اور استیہ کے چھوڑنے کے لئے
ہمیشہ تیار رہنا چاہئے" لیکن باوجود اس کے آریہ سماج کو مہاتما جی سے شکایت
ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے اپنی پوزیشن کے بالکل خلاف آریہ سماج اور

اُس کے بانی کی بیجا اور بلا ثبوت رائے زنی کرنے کے مقابلہ میں اسلام کی مبالغہ
آمیز تعریف کرکے مسلمانوں کی نمایاں طرفداری کی - اور آریہ سماج کے ساتھ بے
انصافی - ہاں آریہ سماج کو اور بھی شکایت ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ نے پولیٹیکل
مصلحت کے خیال سے ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت میں محض اپنی شخصیت کے
آدھار پر آریہ سماج اور اس کے بانی پر جین - اسلام - عیسائی اور ہندو دھرم کے
ارتھ کے انرتھ کرنے وغیرہ وغیرہ کا غلط الزام لگاکر اُن کے خلاف نادانستہ غلط
فہمی - بدگمانی اور نفرت پھیلانے کا کام کیا - یہی وجہ تھی کہ نہ صرف آریہ سماج نے
ہی اس کا گھور وِرودھ کیا - اور جوابی طور پر اُس کی سبھاؤں اور مشہور آریہ سماجیوں
نے مضامین اور ٹریکٹ لکھے - بلکہ مسٹر کیلکر - لالہ لاجپت رائے - مسٹر سی - ایس
رنگا ائر - مہاتما لی - ایل وسوانی - شری سوامی ستیہ دیو جی اور ایڈیٹر لیڈر الہ آباد
آدی کئی غیر آریہ سماجی مہانو بھاوؤں نے بھی اس کا وِرودھ کیا - چونکہ مہاتما
جی نے اپنی اس ناانصافی کی تلافی میں یہ جواب دیا ہے کہ ہم نے آریہ سماج
اور اُس کے بانی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ آریہ سماج کو اپنا سمجھکر ایک ہندو
کی حیثیت سے لکھا ہے - اگرچہ مہاتما جی کا یہ جواب اُس غلطی کی ہرگز تلافی نہیں
کرتا - جو کہ آپ سے اسلام کی مدح سرائی کے مقابلہ میں آریہ سماج اور اُس کے
بانی کی نندا کرنے میں ہوئی ہے - کیونکہ اپنوں کے ساتھ انیائے کرنا بھی تو
شِشٹاچار نہیں کہلاتا - بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اپنا بن کر غلط فہمی اور نفرت

پھیلانے کا ذریعہ بنتا اور بھی خطرناک ہوتا ہے۔ تاہم اس گلا گذاری کو چھوڑ کر
یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنی بریت کے لئے جہاں آپ کی کی ہوئی نکتہ چینی
کی غلطی کو ظاہر کیا جائے۔ وہاں آریہ سماج اور اس کے بانی کو دوشی ٹھہرانے
والے مہانو بھاؤ مہاتما کے وضع کردہ ہندو دھرم کی حقیقت کو بھی جنتا (پبلک)
کے سامنے رکھا جائے۔ تاکہ اس کے ایک برگزیدہ ہستی کے عقیدہ ہونے
کے باعث اس سے عوام میں بھرانتی نہ پھیلے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ
(بقول مہاتما جی) رشی دیانند نے ہندو دھرم کے وہ کون سے انرتھ کئے
ہیں جو کہ آپ نے نہیں کئے۔

پہلا الزام

(مہاتما جی) اُنہوں (سوامی دیانند) نے دُنیا کے سب سے زیادہ
سہن شیل اور اودار (ہندو) دھرم کو سنکچت بنا ڈالنے کی کوشش کی
ہے۔
(آریہ) پیشتر اس کے کہ مہاتما جی کے لگائے الزاموں اور آپ کے ہندو
دھرم پر وچار کیا جائے۔ یہ دیکھنا لازمی ہے کہ وہ ہندو دھرم کون سا ہے
کہ جس کے تنگ کرنے کا الزام سوامی دیانندجی پر لگایا گیا ہے۔ اگر ہم

اس پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ

(۱) ہندو دہرم شبد ہی بے معنی ہے۔ کیونکہ سوائے عیسائیوں اور مسلمانوں کے سارے ہندوستان کے رہنے والوں کو عموماً ہندو کہا جاتا ہے۔ اور وہ شیو۔ شاکت۔ وشنو اور جین وغیرہ ایسی بہت سی سمپرداؤں (فرقوں) میں بٹے ہوئے ہیں کہ جن میں باہمی بہت سا اختلاف ہے۔ اور ان کا اس وقت کوئی واحد مذہب نہیں ہے۔ حقیقت میں ہندو لفظ کا تعلق دہرم سے نہیں بلکہ ہندوستان اور اُس کی تہذیب کے ساتھ ہے۔ اور یہ ویسا ہی تعلق ہے کہ جیسا انگلش کا انگلستان اور ترک کا ترکستان کیساتھ جس طرح انگلش اور تُرک مذہب نہیں ہیں۔ بلکہ انگلستان اور ترکستان کی قومیں ہیں۔ اُسی طرح پر ہندو بھی کوئی دہرم نہیں ہے بلکہ ہندوستان کی قوم ہے۔ اور جن لوگوں کا ہندوستان وطن ہے یا کہ جنھوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنایا اور اُس کی تہذیب کو اپنایا ہے وہ ہندو یا ہندی ہیں۔ چاہے ان کے مذہبی عقیدے علیحدہ علیحدہ اور کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس لئے ہندو لفظ مُلکی اور قومی جذبات کا مجزہے نہ کہ دہرم کا۔ دراصل ہندو دہرم لفظ تو ہندوستان کے مت متانتروں (مذہبی فرقوں) سے ناواقف محض بدیشی لوگوں کے استعمال کا ہے۔ جس کو کہ خود مہاتما جی نے بھی نوجیون۔

۷ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ع کے صفحہ ۶۳ میں ان لفظوں میں مانا ہے۔ "ہندو دہرم تو ہندوستان

کے رہنے والے لوگوں کے دہرم کا ودیشیوں دوارا رکھا ہوا نام ہے۔"

اس کے علاوہ آپ نے ایک نامہ نگار کے کچھ سوالوں کے جواب جو ینگ انڈیا میں دئے ہیں اور جن کا ترجمہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۲۶ء کے پرتاپ لاہور میں چھپا ہے۔ اُن میں سے ایک پرشن یہ ہے

"آج کل کوئی ویسے عقائد و مسایل نہیں ہیں جن کو یقینی طور پر سناتنی کہا جا سکے۔ اور جن پر پورا عمل ہوتا ہو۔ ہر ایک ہندو اپنے اپنے پروہت کے آچار ویوہار کو ہی سناتنی آچار ویوہار سمجھتا ہے"

اس کا جواب مہاتما جی نے یہ دیا ہے۔

"لیکن ہندوازم (دہرم) ایک ایسا زندہ وجود ہے۔ جس میں ترقی اور تنزل کے تمام امکان پائے جاتے ہیں۔ اور جو قانون قدرت کے ماتحت ہے اگرچہ اس دہرم کی جڑ ایک ہے جو کہ بذات خود ناقابل تقسیم ہے۔ لیکن یہ اُس درخت سے مشابہ ہے جو بڑھتے بڑھتے بڑھ گیا ہے۔ اور جس کی شاخیں بہت پھیل گئی ہیں۔ اس دہرم برکھش پر بھی موسموں کا اثر ہوتا ہے۔ خزاں و بہار اثر کرتے اور گرمی و سردی اپنا اثر دکھاتی ہے۔ موسم برسات میں اس کو تقویت اور نشوونما حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد شاستروں پر ہے بھی اور نہیں بھی کیونکہ ہندو دہرم کے احکام کسی ایک کتاب میں درج نہیں ہیں۔ گو گیتا کی عزت ہندو ماتر کے دلوں میں موجود ہے۔ تاہم وہ صرف راستہ دکھانے کا کام ہی کرتی

ہے ۔ رسم ورواج پر مشکل اس کا کوئی اثر ہوتا ہے بھگوتی گنگا کی طرح ہندو دھرم اپنے منبع پر بالکل شدھ اور نرمل ہے ۔ لیکن جوں جوں یہ زیادہ راستہ طے کرتا ہے ۔ اس میں گنگا کی طرح زیادہ میل ملتی جاتی ہے ۔ گنگا کی طرح یہ ہیئت مجموعی دھرم ہی فائدہ پہونچانے والا ہے ۔ ہر ایک صوبہ میں یہ دھرم پرانتیہ (صوبہ جاتی) شکل وصورت اختیار کر لیتا ہے ۔ لیکن ہر ایک جگہ اس کا بنیادی اصول جُوں کا توں قایم رہتا ہے ۔ رسم ورواج کو دھرم نہیں کہا جا سکتا ۔ کیونکہ جہاں رسم ورواج تبدیل ہوتے رہتے ہیں وہاں دھرم قایم بالذات یا غیر مبدل رہتا ہے ینگ انڈیا ۸ اپریل ۱۹۲۶ء ۔"

ناظرین اس سارے جواب کو پڑھ جائیے ۔ اس میں ہندو دھرم کی تعریف تو بڑی لمبی چوڑی کی گئی ہے ۔ لیکن اس میں یہ کہیں پر نہیں بتایا گیا ۔ کہ وہ ہندو دھرم ہے کیا ؟ بلکہ جو تعریف کی گئی ہے وہ بھی ادبھت ہے ۔ کیونکہ اس میں جہاں دھرم کو مول (جڑ) روپ مان کر اس کو ناقابل تقسیم مانا ہے ۔ وہاں اس کو برکھش رُوپ مانتے ہوئے اس کی شاخیں بھی مانی ہیں ۔ لیکن یہ منطق سمجھ میں نہیں آتی ۔ کہ جو مول قایم بالذات ہے وہ برکھش (درخت) اور شاخوں کی شکل میں کیسے آگیا ۔ اور جو دھرم برکھش روپ ہے ۔ وہ قایم بالذات کیونکر ہے ۔ اگر دھرم قایم بالذات ہے اور رسم ورواج دھرم نہیں

ہیں۔ تو پھر دہرم پرانتیہ روپ (صوبہ جاتی شکل) کیسے دہارن کرلیتا ہے۔ یا کہ جو دہرم پرانتیہ (صوبہ جاتی) شکل وصورت اختیار کرلیتا ہے۔ وہ قایم بالذات کیسے اور رسم ورواج سے علیحدہ کیسے۔ کیونکہ پرانتیہ رسم ورواج اور مت وادیوں کی متھیا کلپنائیں اور اندھے وشواس ہی تو اُس کا پرانتیہ روپ بناتے ہیں۔ مہاتما جی کی اس دلیل سے ثابت نہ ہونے والے پر سپر وردھی (باہمی متضاد) لیکھ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے دہرم شبد کے حقیقی معنوں پر دھیان ہی نہیں دیا۔ اگر دیتے تو نہ تو ہندو دہرم شبد ہی لکھتے کیونکہ دہرم شبد کے ساتھ ہندو۔ عیسائی۔ آدی فرقوں کے نام جوڑ کر ان کو ہندو دہرم اور عیسائی دہرم آدی ناموں سے موسوم کرنا دہرم شبد کے ساتھ ظلم کرنا ہے اور اُس کے سار دبھوم بھتو (عالمگیر عظمت) کو مٹا کر اُسے فرقہ دارانہ بنانا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاید آپ نے دہرم کو ریلیجن اور مذہب کا مترادف سمجھا ہوا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ غلطی ہے۔ ان میں باہمی بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ مختلف مذاہب کا آدہار ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرنے والے خاص اشخاص اور وشواس ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ ایک دیشی ہونے سے الگ الگ ہوسکتے ہیں۔ مگر دہرم الیشوریہ اور قدرتی ہے۔ جس کو کہ خود مہاتما جی نے بھی مانا ہے۔ اس لئے وہ بھی اور قدرتی چیزوں کی طرح عالمگیر اور منش ماتر کے لئے ایک ہی ہے۔ نیز دہرم ویدک ساہتیہ (ویدک لٹریچر)

کا شبد ہے۔ اور ویدک ساہتیہ میں نہ تو اُس کا کسی خاص انسانی جماعت کے
ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی کہیں پر اُس کے معنے مذہب کے ہی لئے
گئے ہیں۔ اس لئے بھی دھرم اور مذہب مترادف نہیں ہو سکتے۔ خیر کچھ ہو مہاتما
جی کے اس لیکھ سے اس بات کا پتہ تو ضرور لگ جاتا ہے کہ دھرم ایک ہے۔
اور کہ وہ غیر مبدّل ہے۔ اور یہ مت متانتر (مذہبی فرقے) اُس کے اشُدھ
پرانتک (صوبہ جاتی) رُوپ ہیں۔ ان مت متانتروں کی گنگا میں کچھ تو دھرم
رُوپ پوتر گنگوتری کا شُدھ جل ہے۔ اور باقی اس میں انیک پرانتک ندی نالوں
کے گندے اور گدلے پانی کی طرح پرانتک رسم و رواج اور انیک مت متانتروں
(بہت سے مذہبی فرقوں) کی اپنی متھیا کلپناؤں (جھوٹے مفروضات) اور اندھ
وشواس کا اپوتر جل ہے۔ لیکن اس میں گنگا کی طرح ہندو دھرم کو اپنے منبع پر
شُدھ اور نرمل مانتے ہوئے بھی یہ نہیں تبلایا گیا کہ جس طرح گنگا کا شُدھ جل
گنگوتری میں ملتا ہے۔ اوس طرح ہندو دھرم کا شُدھ سروپ بھی دُنیا میں کہیں
پر ملتا ہے یا نہیں۔ اس پر بھی ایک اور طرفہ یہ کہ اس حل طلب سوال کے متعلق
یہ لکھہ کر آپ نے اس کو اور بھی معمہ بنا دیا ہے کہ ہندو دھرم کی بنیاد شاستروں پر
ہے بھی اور نہیں بھی۔ اس میں وجہ یہ تبلائی ہے کہ ہندو دھرم کے سارے احکام
کسی ایک پُستک میں درج نہیں ہیں۔ اس لئے اُس کی بنیاد شاستروں پر نہیں
ہے۔ اگر ایک پُستک میں نہیں ہیں تو انیک میں تو ہیں۔ پھر شاستروں سے باہر

ہندو دھرم کی بنیاد کیونکر ہوئی۔ اور اگر اس کو نامہ نگار کے پرشن کا جواب سمجھکر
اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ کسی ایسے ہندو دھرم کی بنیاد شاستروں میں نہیں ہے
کہ جس کو سارے ہندو مانتے ہوں۔ تو اس صورت میں پرشن کا جواب مہاتما
جی نے یہ دیا ہے کہ درحقیقت سارے ہندوؤں کا کوئی واحد مذہب یا دھرم ہے ہی
نہیں۔ پس جبکہ کسی واحد ہندو دھرم کی ہستی ہی نہیں ہے تو پھر اُس کو سوامی
دیانندجی نے تنگ کیونکر بنا دیا۔

(۲) اغلب ہے کہ مہاتما جی کی ہندو دھرم سے مراد یہاں پر ویدک دھرم سے ہو
اور آپ نے اپنی اوپر کی تحریر میں اُسی کی نسبت غیر مبدل بُنیادی اصول کے
شبدوں کا استعمال کیا ہو۔ اس صورت میں میں عرض کروں گا کہ اول تو ویدک
دھرم کو ہندو دھرم کہنا ہی انوچت ہے۔ کیونکہ یہ شبد اس کو عیسائی اور اسلام
وغیرہ مذاہب سے علیحدہ تمیز کراتا ہے۔ حالانکہ وہ انسانوں کی ہندو۔ مسلمان۔
عیسائی وغیرہ سنگیاؤں (ناموں سے نامزد) کے بننے سے بہت پہلے کا ہے۔
اور ایشوریہ گیان ہونے کے کارن منش ماتر کے لئے ہے۔ اُس کو منش جاتی کے
کسی خاص حصہ سے منسوب کرنا اُس کی عالمگیر قیمت کو گھٹانا اور اُس کو تنگ
بنانا ہے۔ اس کے سوائے ویدک دھرم میں تنگی اور فراخی کا آنا ہی ممکن نہیں۔
کیونکہ وہ تو اُن قدرتی سچائیوں کا مجموعہ ہے۔ جو کہ ہمیشہ رہنے والی اور غیر
مُبدل ہیں جن کے متعلق مہاتما جی نے بھی یہ لکھا ہے۔ "وید ستیہ کا بھنڈار ہیں

اور اننت ہیں۔ لیکن کسے ان کا پورا گیان ہوا ہے۔ جن پستکوں کو آج کل وید کہا جاتا ہے۔ وہ پورن گیان کا دس لاکھواں حصہ بھی نہیں ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ جو چار وید پستکیں ہمارے پاس ہیں۔ اُن کے معانی کو بھی مکمل طور پر کون سمجھ سکتا ہے۔ ینگ انڈیا ۸ اپریل ۱۹۲۶ء۔ پرتاپ لاہور ۱۶ اپریل ۱۹۲۶ء"

اس تحریر میں مہاتما جی نے موجودہ چاروں ویدوں کو پورن گیان کے دس لاکھویں حصہ سے بھی کم مانا ہے۔ مگر مانا ہے پرماتما کے پورن گیان کا ایک حصہ۔ اور آپ کا یہ فرمانا ہے بھی بالکل درُست۔ کیونکہ دراصل ایشور کا گیان ہی پورن اور اننت ہے۔ اور موجودہ چاروں وید اُسی گیان کا تھوڑا سا وہ حصہ ہے۔ جو کہ منشیوں کی ضرورت کے موافق پرماتما نے اُن کو سرشٹی کے آرنبھ میں دیا ہے۔ اسی عالمگیر ویدک دھرم کو رشی دیانند نے بلا کسی افراط و تفریط کے جوں کا توں لوگوں کے سامنے رکھدیا۔ اور منش ماتر کے لیئے اُس کا راستہ پھر کھولدیا جو کہ مت وادی ہندوؤں کی غلطی سے بند تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہندوؤں کو تنگ بنانے والے عیسائی اور مسلمان بھائی اُس کی عالمگیر دعوت اور سچائی سے خائف ہو کر اُس کے خلاف بیجا شور مچا کر اُس پر خواہ مخواہ کے جھوٹے الزام لگا رہے ہیں۔ اس لیئے اس لحاظ سے بھی سوامی جی ہندو دھرم کو تنگ بنانے والے ثابت نہیں ہوتے۔

(۳) اگر مہاتما جی کی ہندو دھرم سے مراد موجودہ ہندو سمپرداؤں کے مشترکہ

عقاید سے ہے تو بھی آپ کا یہ فرمانا کوئی معنے نہیں رکھتا کہ سوامی دیانند نے
ہندو دھرم کو تنگ بنا دیا ہے۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی اتنا تنگ ہو چکا تھا کہ اس
میں اور تنگی لانے کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی جس کو مشہور سناتن دھرمی شری
پنڈت نیکی رام جی شرما نے بھی ان شبدوں میں سویکار کیا ہے "جو دھرم کبھی
ساری دُنیا کا لاثانی اور لامحدود دھرم تھا۔ آج وہ سکڑتے سکڑتے کتنے تنگ
دائرے میں محدود کر دیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ تیج دہلی ۱۷۔ فروری ۱۹۲۶ء" پس یہ
تو درست نہیں ہے کہ شری سوامی دیانند نے ہندو دھرم کو تنگ بنا دیا ہے بلکہ
خلاف اس کے سچائی یہ ہے کہ شری سوامی جی مہاراج نے تو ہندوؤں کی اُس
تنگ خیالی اور تنگ عملی کو دُور کرنے کی عمر بھر جدوجہد کی۔ جو کہ ویدوں کی لاعلمی
پورانک تعلیم۔ اور سامپردایک (فرقہ دارانہ) تنگ خیالی کی وجہ سے ان میں
آگئی تھی۔ چنانچہ

(ا) ہندوؤں میں شودروں کو تعلیم دینے اور ویدوں کو سننے کی بھی سخت
ممانعت کر دی گئی تھی۔ لیکن شری سوامی جی نے نہ صرف عام تعلیم بلکہ وید آدی
شاستروں کے پڑھنے سننے کا بھی اُنہیں دوِجوں جیسا ہی پورا ادھیکار دلایا۔
اور ہندوؤں کے سنکچت بھاؤ کو مٹایا۔

(ب) ہندو استری جاتی کو تعلیم دینے اور اُس کے ستکار (عزت) تھا
انیہ اُچت ادھیکاروں (دوسرے واجب حقوق) کے دینے کے بھی سخت

وردودھی ہو گئے تھے۔ لیکن رشی دیانند نے ہندوؤں کے اس سنکچت بھاؤ کے خلاف
ستریوں کی تعلیم اور ماتری شکتی کے ستکار کرائے اور ادھیکار دلانے پر پورا بل دیا
اور کامیابی حاصل کی۔

(ج) ہندوؤں میں بال۔ بردھ۔ بہو وواہ (کثرت ازدواج) اور متھیا جات
پات کے تنگ دائرہ میں وواہ کرنے کا رواج ہو گیا تھا۔ اُس کے خلاف رشی
نے برہمچریہ کے بعد جوان لڑکا لڑکی کا گن کرم انوسار وسیع منش سماج میں ب
ورنا وواہ اور ایک پتی پتنی برت کا ودہان کر کے ہندوؤں کی تنگ ظرفی
کا ورودھ کیا۔

(د) ہندوؤں میں نردوش ابودھ (بے قصور ناسمجھ) بال ودھواؤں کو جنم
بھر بیوگی کی سخت تکلیف دہ زندگی میں جبراً رکھا جاتا تھا۔ رشی نے اُن کے
وواہ کو شاستروں اور یکتی کے مطابق ثابت کر کے اس ونش وناشک (خاندان
کو تباہ کرنے والی) کو پرتھا (بُری رسم) کو مٹانے کا یتن کیا۔

(س) ہندوؤں میں پیدائشی یا نسلی فضیلت کے خبط سے خاندانی ورن جنم سے
مانی جانے لگی تھی۔ رشی نے منش ماتر کو گن کرم انکول ورن پراپتی کا ادھکاری
ثابت کر کے ان کی اس تنگ عملی کو دور کیا۔

(س) ہندوؤں میں متھیا جات پات اور چھوت چھات کے سنگھٹن ورودھی
بندھن اتنے مضبوط اور خوفناک ہو چکے تھے۔ کہ جن کے حملے سے ہندو جاتی

اپنے ہی دہرم کے ماننے والے ہندو بھائیوں سے کتے بلیوں سے بھی برا دیوہار کرتی ہوئی دن بدن مٹتی جارہی تھی - رشی نے اس چھوئی جات پات اور چھوت چھات کی وہمی بیماری کو ویدک گیان کی اوشدہی سے دور کرکے اونہیں سنگھٹت ہونے کی شکشا دی -

(ش) ہندوؤں نے غلطی سے ویدک عالمگیر دہرم کا دروازہ ویدک دہرم سے پتت ہوئے منشیوں اور غیر ہندوؤں کے لئے قطعی بند کرکے اپنے اپنے دہرم کو ایک تنگ دائرہ میں محدود کردیا تھا - رشی نے بلا تمیز ملکی - مذہبی اور خاندانی ہر ایک انسان کو اس کا مستحق تبلا کر اور عوام کو اس میں شامل ہونے کی دعوت دیکر ہندوؤں کی تنگ ظرفی کو دور کردیا -

(ص) ہندوؤں میں گیان شونیہ دیرتھ کریاؤں (لایعنی عمال) اور وشواسوں (عقیدوں) کو ہی دہرم سمجھا جاتا تھا - اور اپنے گوروؤں کی کرپا سے ہی مکتی کا ملنا مان کر اپنے آپ کو مجبوری اور غلامی کی زندگی میں رکھا جاتا تھا - رشی نے منش ماتر کی وچار اور آچار کی فطرتی آزادی کا اعلان کرکے سداچار سے ہی آتم گیان پراپتی کے ذریعہ موکھش کا ملنا تبلا کر غلامی کی تنگ زندگی سے اُنہیں چھڑایا -

(ض) ہندوؤں میں وید ورودھ یگیوں اور مفروضہ دیوتاؤں کے نام پر پشوبلی (حیوانی قربانی) مانس بھکشن اور شراب وغیرہ نشیلی چیزوں کا دہرم سمجھ کر

استعمال ہونے لگ گیا تھا۔ رشی نے پرانی ماتر (ہر ایک جاندار) سے اہنسا پورک (بلا تشدد) برتنے اور صحت و عقل کے ناش کرنے والے نشوں کو چھوڑ دینے کی ویدک آگیا کا پرچار کر کے ان میں سے ان خوفناک برائیوں کو نکالنے کی کوشش کی۔

(ط) ہندوؤں میں ایک ایشور کی جگہ اوتار۔ گرو اور پیر و پیغمبر آدمی کی انیشور تھا انیک ایشور پوجا کی شکل میں مردم پرستی جاری ہو گئی تھی۔ رشی نے اوتار آدمی مہاپرشوں کی ان کی اپنی حیثیت میں اور ایشور کی ستھان میں ایک سچے سرو ویاپک پرماتما کی سچی پوجا کرنی سکھلائی۔

(ظ) ہندوؤں میں باہمی نفرت پھیلانے والا کچی پکی اور ایک دوسرے کے ہاتھ کی بنی رسوئی نہ کھانے کا بے ڈھب جھگڑا کھڑا ہو گیا تھا۔ رشی نے چاروں ورنوں کے شدھ بنے ہوئے نرامش (بھوجن) (بغیر مانس بھوجن) کو پرسپر کھا لینے کی تعلیم دے کر وہم اور آپس کے اوشواس کے بہت ہی تنگ خیال کو مٹایا وغیرہ وغیرہ۔

حاصل کلام یہ کہ جو ہندو ازم اپنے آدھونک (نئے) رہنماؤں کی کوتاہ بینی اور کوتاہ اندیشی سے آتم اودہن۔ آتم رکھشن۔ ساماجک سنگھٹن۔ آزادی۔ دیش بھگتی، اور سوراج وغیرہ انسانی و قومی اعلیٰ اوصاف کا احساس کھو کر مُردہ سا ہو چکا تھا۔ وہ رشی کی دی ہوئی زندگی بخش تعلیم سے پھر زندہ ہو اٹھا ہے

کیا یہی سنکوچ ہے جو کہ سوامی دیانند نے ہندو دھرم میں پیدا کر دیا ہے۔ اگر اسی کا نام ہندو دھرم کو سنکچت کرنا ہے۔ تو ہمیں مہاتما جی کا لگایا ہوا الزام منظور ہے۔ ہمیں اس پر فخر ہے اور ہم ایسی تنگی چاہتے ہیں۔

(۴) اگر ہندو دھرم سے مراد مہاتما جی کی اُس ہندو دھرم سے ہے۔ کہ جس کا اعلان آپ نے ۶۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء کے نوجیون میں اپنے کو سناتنی ہندو ثابت کرنے کے لئے کیا تھا تو یہ نسبتاً زیادہ صحیح مانا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ہندو سمپرداؤں کے اپنے اپنے ڈھنگ پر مانے ہوئے جن وچاروں اور آچاروں کو آپ مانتے ہی نہیں۔ اُن کو آپ ہندو دھرم سے کیوں منسوب کریں گے۔ اس لئے لازم آتا ہے۔ کہ ہم مہاتما جی کے اپنے ڈھنگ پر وضع کئے ہوئے ہندو دھرم کی پڑتال بھی کریں کہ آیا کہیں سوامی جی نے اُس کو تو تنگ نہیں کر دیا۔ مگر نہیں ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ مہاتما جی کا ہندو دھرم شری سوامی جی کے پرلوک گمن کے بعد وضع ہوا ہے۔ اُس کے اپنے اس رُوپ میں آنے سے پہلی ہی شری سوامی جی نے اُس کو کیونکر تنگ بنا دیا۔ کیونکہ پہلے کے لئے اُس کے بعد میں آنے والے کی شکست و ریخت کرنی ممکن ہی نہیں ہے۔ البتہ ایک طرح سے یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ مہاتما جی جس کو ہندو دھرم قرار دینا چاہتے ہوں۔ شری سوامی جی کی تحریریں اُس کے خلاف ہوں۔ اس لئے آپ نے سوامی جی کو ہندو دھرم کے تنگ بنا دینے والا بتلایا ہو۔ خیر حقیقت

چاہے کچھ ہو۔ ہم یہاں پر اس شک کو بھی رفع کر دینا چاہتے ہیں۔

مہاتما جی کا ہندو دھرم

ناظرین یہ ایک امر واقعہ ہے کہ مہاتما جی باوجود بہت سے موجودہ سناتن دھرمی وچاروں اور آچاروں کے خلاف وچار رکھنے اور اُس کے آچار ویوہار سنبندھی بعض حد بندیوں کو توڑنے کے بھی اپنے سناتن دھرمی ہندو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن موجودہ رسم درواج کے کٹر حامی ہندوؤں کو آپ کے وچاروں کی وچترتا اور آپ کا مسلمانوں وغیرہ کے ساتھ کھان پان کا ویوہار دیکھ کر آپ کے ہندو ہونے میں بھی شک گذرتا ہے۔ جس کو خود مہاتما جی بھی محسوس کرتے ہیں۔ جیساکہ آپ کی ذیل کی تحریروں سے ظاہر ہے۔

"میں نے ایک بار ایک مسلمان بھائی کے یہاں کچھ کھایا۔ یہ دیکھ کر ایک دھرم نشٹ ہندو حیران ہو گیا۔ میں نے مسلمان بھائی کے دئے پیالے میں دودھ اُنڈیلا۔ اُنہیں دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔ اور جب اونھوں نے دیکھا کہ میں مسلمان کی دی ہوئی ڈبل روٹی کھانے لگا ہوں تب تو اُن کے دُکھ کی سیما (حد) نہ رہی۔ نوجیون ۷۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء"

"میں سناتنی ہندو ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ کتنے ہی بھائی ہنسنے

ہوں گے کہ جو شخص مسلمانوں میں گھومتا پھرتا ہے۔ جو بائیبل کی باتیں کرتا ہے
مسلمانوں کی بنائی روٹی کھاتا ہے۔ جو اچھوت کی لڑکی کو گود میں لے لیتا
ہے۔ اُس کا اپنے لئے سناتنی ہندو ہونے کا دعویٰ کرنا مانو بھاشا کے ساتھ
اتیاچار کرنا ہے۔ پھر بھی میں سناتنی ہندو منوائے جانے کا دعویٰ کرتا ہوں۔
اور مجھے وشواس ہے کہ ایک سمے ایسا آئے گا کہ جب میری موت کے بعد سب
قبول کریں گے کہ گاندھی سناتنی ہندو تھا کیونکہ گئو رکھشا مجھے بہت
عزیز ہے بہت سمے پہلے ہندو پن پر میں نے ینگ انڈیا میں ایک مضمون
شائع کیا تھا (یہ وہی مضمون ہے۔ جو کہ نوجیون میں ۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء کو
چھپا تھا مصنف) وہ مضمون بہت غور و خوض کے بعد لکھا گیا تھا۔ اس
میں ہندو ازم کے لکھشنوں کا وچار کرتے ہوئے میں نے ویدوں۔ پورانوں
پنر جنم۔ گیتا۔ گایتری وغیرہ کو ماننا ان لکھشنوں کے علاوہ گئو رکھشا کو ہندو
ازم کا بہترین لکھشن ٹھہرایا تھا۔ نوجیون ۲۹۔ جنوری سنہ ۱۹۲۵ء۔ پرتاپ ہور
۴۔ فروری سنہ ۱۹۲۵ء منقول از ینگ انڈیا"

ناظرین صرف یہی نہیں کہ مہاتما جی اس بات کو محسوس ہی کرتے رہے ہیں
کہ ہندو اُن کے آچار ویوہار کی وجہ سے اُنہیں ہندو ہی نہیں سمجھتے بلکہ آپ
ہندوؤں کے اِس شک یا خیال کو دور کرنے کی کوشش بھی کرتے آئے ہیں
چنانچہ آپ نے اپنے اوپر کے لیکھ میں جس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے وہ

مضمون محض ہندوؤں کے اس خیال کو دور کرنے کے لئے ہی آپ نے ینگ انڈیا
میں لکھا تھا اور جو ۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء کے نوجیون میں بھی ہندو دہرم کی سرخی
سے چھپا تھا۔ جیسا کہ اُس مضمون کی نیچے درج کی گئی بھومکا سے ظاہر ہے
" یوں تو میں نے کئی دفعہ اپنے کو سناتنی ہندو کہا ہے۔ پرنتو اس مدراس
کی مسافری میں چھوا چھوت کے پرشن کی چرچا کرتے سمے میں نے پہلے سے بھی
زیادہ زور اور دعوے کے ساتھ کہا کہ میں سناتنی ہندو ہوں۔ پرنتو میں دیکھتا
ہوں کہ لوگ ہندو دہرم کے نام پر کتنی ہی ایسی باتیں عام طور پر
کرتے ہیں۔ جن کا میں قایل نہیں ہوں۔ اگر میں سناتنی ہندو نہیں
ہوں تو میں نہیں چاہتا کہ سناتنی ہندو کہلاؤں۔ اور یہ ابھلاشا تو
مجھے بالکل نہیں ہے کہ کسی مہان دہرم مت کی اوٹ میں چپکے چپکے کوئی سدہانت
یا بگاڑ کروں۔ اب تو میرے لئے اوشیک ہو گیا ہے کہ اپنے
سناتن ہندو دہرم کا مطلب ایک بارگی صاف صاف سمجھا دوں
سناتن دہرم کا پریوگ میں نے اُس کے سُبھاوک ارتھ میں ہی
کیا ہے۔"

مندرجہ صدر تحریروں سے مہاتما جی کا سناتنی ہندو پن تو ظاہر ہی ہے۔
باقی رہا آپ کا وضع کردہ ہندو دہرم وہ بھی آج کل کے سناتن دہرمیوں کے
دہرم سے نرالا ہی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی موجودہ وضع قطع میں سارے کا سارا

نہ کسی ہندو سمپردائے سے ملتا ہے اور نہ ہی ویدک سدھانتوں سے۔ اُس کے
بعض بعض حصوں کا مہاتماجی کی اپنی کلپناؤں کے سوائے اور کوئی آدھار
نہیں ہے۔ اور مہاتماجی نے یہ لکھ کر اس کو ایک طرح سے مان بھی لیا ہے۔ کہ
سناتن دھرم کا پریوگ میں نے اس کے سبھاوک ارتھ میں کیا ہے۔ اس لئے اگر
اس کو ہندو دھرم کی جگہ شئو۔ شاکت اور وشنو آدی متوں کی طرح گاندھی
مت کہا جائے تو زیادہ موزوں ہو گا۔ کیونکہ اصل میں وہ ہندو سمپرداؤں کے
مانے اور رشی دیانند کے بتلائے ویدک دھرم کے بعض خاص وچاروں اور
آچاروں اور مہاتماجی کی اپنی کلپناؤں کا ملا جلا مرکب ہے۔

اب میں مہاتماجی کے اُن ہندو دھرم سنبندھی منتویوں کو کہ جن کو آپنے اپنے
کو سناتنی ہندو ثابت کرنے کے لئے ۶ اکتوبر ۱۹۲۱ء کے نوجیون میں شائع کیا تھا
اور آپ کے دوسرے دھارمک وچاروں کو جو کہ آپ وقتاً فوقتاً اپنی اخباروں
اور تقریروں میں ظاہر فرماتے رہے ہیں۔ اور جن کو میں نے بڑی محنت سے جمع
کیا ہے اُن کو ناظرین کی واقفی کے لئے یہاں پر درج کر کے اُن پر اپنے وچار
پرکٹ کرتا ہوں۔ تا کہ ناظرین کو رشی دیانند پر ہندو دھرم کے سنکچت بنانے کا
الزام لگانے والے مہاتما کے ہندو دھرم کی حقیقت بھی معلوم ہو جائے۔

مہاتماجی کے ہندو دھرم کے عقیدے

مہاتماجی اپنی اوپر کی تحریر کے آگے نوجیون میں یہ تحریر فرماتے ہیں۔ "میں نیچے لکھے کارنوں سے اپنے کو سناتنی ہندو کہتا ہوں" اس کے بعد جن کارنوں کو آپ نے درج فرمایا وہ یہ ہیں :-

وید آدی شاستر

(مہاتماجی) میں ویدوں کو اُپ نشدوں کو پرانوں کو اور اُن سب وستوؤں کو مانتا ہوں۔ جو ہندو شاستر کے نام سے وکھیات (مشہور) ہیں۔ اس لئے میں اوتاروں اور پنر جنم کو بھی مانتا ہوں ---------- پاٹھک اس بات کا دھیان رکھیں کہ میں نے ویدوں اتھوا کسی شاستر کے سمبندھ میں اپوروشیہ شبد کا پریوگ جان بوجھ کر نہیں کیا۔ کیونکہ میں صرف ویدوں کو ہی اپوروشیہ نہیں مانتا ہوں۔ میں تو بائبل۔ قرآن اور ژند اوستھا کو بھی ویدوں کی طرح ایشور پریرنا کا پھل مانتا ہوں۔

ہندو دھرم گرنتھوں پر جو میری شردھا ہے۔ اس کے لئے یہ کوئی اوشیک بات نہیں ہے کہ میں ان کے پرتیک شبد اور پرتیک شلوک کو اپوروشیہ مانوں۔

اور نہ میں اس بات کا دعویٰ ہی رکھتا ہوں کہ اُن ادبھت گرنتھوں کا وشدھ گیان مجھے ہے۔ پرنتو ہاں میں ان ادبھت گرنتھوں کے اینت اوشیک اُوپدیشوں کی ستیتا کے گیان کا اور اُس کو انوبھو کرنے کا دعویٰ ضرور کرتا ہوں۔

میں اُس ارتھ کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ جو ترک اور نیتی کے وِردھ ہو پھر وہ چاہے کتنا ہی ودوتا پورن کیوں نہ ہو۔ میں بڑے زور کے ساتھ آج کل کے ان شنکر آچاریوں اور شاستری پنڈتوں کے اس دعوے کے خلاف اپنی آواز اُٹھاتا ہوں کہ ہندو دھرم شاستروں کا واستوک ارتھ وہی ہے۔ جو ہم بتاتے ہیں بلکہ اُس کے وپریت میرا وشواس ہے کہ ان گرنتھوں کا جو گیان اس سمے لوگوں کو ہے۔ وہ اتینت اویوستھت دشا (بہت بے قاعدہ حالت) میں ہے۔ گیتا اور تلسی داس کی رامائن کے سنگیت سے جو سپھورتی اور اوتیجنا (تیزی) مجھے ملتی ہے۔ ویسی اور کسی سے نہیں ملتی۔ ہندو دھرم میں یہی دو گرنتھ ایسے ہیں جن کے وشے میں کہا جا سکتا ہے کہ میں نے دیکھے ہیں .... یہاں تک کہ ہمارے دھرم گرنتھوں میں ایسے شلوکوں کا پرویش ہو گیا ہے۔ جن کے بل پر گوماس کھانے والوں کا جاتی وہشکار (چھ) ستھائی ہو گیا ہے۔ پرواستو میں یہ یُگیہ نہیں تھا۔ نوجیون ۷۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء

"میرے ہردے میں ویدوں کے لئے اپورو (بے مثال) عزت رہا ہے۔ میں انہیں دیوتا پروت مانتا ہوں۔ اُن کے شبدوں میں چرچا ہو سکتی ہے۔ پر پرکاش ڈالنے کے لئے اس کے تتو کا نروپن کرنا چاہیئے۔ اور ویدوں کا تتو ہے۔ پوترتا۔ سچائی۔ نردوشتا۔ نمرتا۔ سادگی۔ کھشما۔ دان۔ دِہرتی۔ دیوتو اور اانیہ وے سب باتیں جس سے نر اور ناری نمر اور بیر ہو سکتے ہیں۔ ۱۹ جنوری ینگ انڈیا ہندی دوسری جلد صفحہ ۲۱۹ پرتاپ لاہور ۲۶ جنوری ۱۹۲۱ء"

"ہم دروپدی کو الوکک دیوی مانتے ہیں صبح اُٹھکر اُس کا نام لیتے ہیں۔ پھر اس سے کیا آج ہم دروپدی کی طرح پانچ پتی کرنے والی استری کو ستی مانینگے۔ .... یہ تو مہابھارت کی بات ہوئی۔ رامائن سے بڑھ کر دوسری پریہ پستک میرے لئے اور کوئی نہیں۔ پھر بھی تلسی داس نے کتنی ہی دھرم شاستر کی باتیں لکھی ہیں کیا وہ سب پرامانیہ (ماننے کے قابل) ہیں .... منوسمرتی بڑا پرامانک گرنتھ ہے۔ پر اس میں مانس آہار کی سپشٹ آگیا ہے۔ تو اس سے کیا آپ مانس کھائیں گے۔ نوجیون ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۲۴ء"

"میں بائبل کو حضرت مسیح کی زندگی کا منزہ من انحطا ریکارڈ خیال نہیں کرتا۔ نہ ہی میں عہدنامہ جدید کے ہر ایک لفظ کو خدا کا اپنا کلام مانتا ہوں .... نہ ہی میں عہدنامہ جدید کو خدا کا آخری الہام مانتا ہوں۔

تمام دیگر باتوں کی طرح مذہبی خیالات بھی اسی قانون ارتقا کے ماتحت ہیں۔ جو کہ اس کائنات کی ہر ایک دیگر شے پر حاوی ہیں صرف پرماتما ہی غیر مبدّل ہے۔ اور چونکہ پرماتما کا پیغام نامکمل انسانی ذریعہ سے موصول ہوتا ہے۔ اس لئے اُسی حد تک توڑا مروڑا جاتا ہے کہ جس حد تک یہ ذریعہ پوتر یا اپوتر ہوتا ہے ینگ انڈیا ۴۔ ستمبر ۱۹۲۴ء پرتاپ لاہور ۱۰ ستمبر ۱۹۲۴ء"

"میرا تو یہی وشواس ہے کہ ہندو دھرم میں شیطان کے لئے جگہ موجود ہے۔ بائبل کا خیال کوئی نیا خیال یا اُس کی ایجاد نہیں ہے۔ اس کے علاوہ انجیل میں بھی شیطان کا شخصی وجود نہیں مانا گیا ہے۔ انجیل مقدس میں شیطان کی ذات کا اتنا ہی تعلق ہے جتنا کہ راون یا برہمانڈ کے اسروں کا ہندو دھرم سے تعلق ہے۔ میرا وشواس بھی کسی تواریخی راون پر نہیں ہے جس کے دس سر اور بیس ہاتھ ہوں۔ اور ایسا ہی خیال تواریخی شیطان کی نسبت ہے جس طرح شیطان اور اُس کے ہمراہی خدا کی نظروں سے گر جانے والے فرشتے ہیں۔ اُسی طرح راون اور اُس کے ساتھی گرے ہوئے فرشتہ یا آپ کے دیوتا ہیں۔ اگر جذبات نیک و بد کو انسانی ہستی کی شکل میں پیش کرنا کوئی جرم ہے۔ تو یہ ایک ایسا

جُرم ہے جس کی ذمہ داری شاید سب سے بڑھکر ہندو دھرم پر عاید ہوتی ہے

...... اِن کے علاوہ اور بھی بہت سے جذبات کو ہندو دھرم نے جسمانی صورت میں پیش کیا ہے۔ دھرت راشٹر اور اُس کے ساتھی کون تھے۔ نوجیون ۱۷ ستمبر ۱۹۲۵ء۔ ینگ انڈیا ۱۰ ستمبر ۱۹۲۵ء۔ تیج دہلی ۲۱ ستمبر ۱۹۲۵ء۔"

"میرے خیال میں مہابھارت ایک گمبھیر دھارمک پُستک ہے۔ اور اُس کا بڑا حصہ خیالی ہے۔ اسے تواریخی حیثیت سے لکھا ہی نہیں گیا۔ مہابھارت تو دراصل دائمی جنگ کا نقشہ ہے۔ جو ہمارے انتر آتما میں چل رہی ہے۔ اُسے اس خوبی سے دکھایا گیا ہے۔ کہ ہم یہ خیال کر لیتے ہیں کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ کام سچ مچ انسانوں نے دُنیا میں کیا ہوگا نہ ہی مثل دوسرے آدمیوں کے میرا یہ خیال ہے کہ مہابھارت اپنی ابتدائی اصل کی بے خطا نقل ہے۔ بخلاف اس کے میں کہونگا کہ اس میں بڑی اصلاحیں ہو چکی ہیں۔ ینگ انڈیا یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء تیج دہلی ۵۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء"

"وید ستیہ کا بھنڈار اور اننت ہیں۔ لیکن کسے ان کا پورا گیان ہوا ہے۔ جن پستکوں کو آج کل وید کہا جاتا ہے۔ وہ حقیقی وید یعنی گیان کی پُستک کا دس لاکھواں حصہ بھی نہیں ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ جو چار وید پستکیں ہمارے پاس ہیں۔ اُن کے معانی کو بھی مکمل طور پر کون سمجھ سکتا ہے۔ ینگ انڈیا ۸ اپریل

سنہ ۱۹۲۶ء۔ پرتاپ لاہور ۱۶۔ اپریل سنہ ۱۹۲۶ء"

"پرانوں میں جو کہانیاں درج ہیں۔ اگر ہم موجودہ حالات پر اُن کے اطلاق سے لاعلم ہوں تو اُن میں سے بعض بہت خطرناک ہیں۔ اگر ہم شاستروں کی ہر ایک نقل کے مطابق یا ان میں جو لکیر کر بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے مطابق اپنے چلن کو ڈھالیں۔ تو پھر شاستر ہمارے لئے موت کا جال ہو جائیں گے۔ شاستر تو سارے بُنیادی اصولوں کی تعریف اور اُن کی وضاحت کرنے میں امداد دیتے ہیں اگر مذہبی کتابوں میں جن اُتّم ہستیوں کا ذکر ہے۔ اُن میں سے کسی نے ایشور یا منش کے خلاف کوئی پاپ کیا ہو۔ کیا یہ ہمارے لئے پروانہ ہے۔ کہ ہم بھی اُس پاپ کو دوہرائیں۔ ینگ انڈیا ۲۹۔ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء۔ تیج دہلی ۷۔ اگست سنہ ۱۹۲۶ء"

(آریہ) ناظرین یہ ہے پہلا کارن یا منتویہ (عقیدہ) اور اس کے متعلق آپ کے وچار جو کہ مہاتما جی نے اپنے سناتنی ہندو ہونے کا بتلایا ہے۔ اس کے شروع میں آپ نے اجمالی طور پہ تو ہندوؤں کے سارے وید آدی شاستروں اور پورانوں کو مان لیا ہے۔ بلکہ یہ لکھ کر زبانی ماننے میں تو کمال کر دیا ہے۔ کہ "اُن سب دستوؤں کو مانتا ہوں جو ہندو شاستر کے نام سے وکھیات (مشہور) ہیں" اس کتھن سے ناواقف ہندوؤں کو چاہے یہ تسلی ہو کہ مہاتما جی اُن کے دھرم شاستروں اور پورانوں کو ویسا ہی مانتے ہیں جیسے کہ وہ۔ اور کہ وہ بھی اُن

کی طرح ہی سناتن دہرمی ہندو ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے نہیں۔ کیونکہ اوّل تو اس کارن کے بیان کرنے سے پہلے تمہید میں ہی مہاتما جی نے یہ صاف لکھ دیا ہے کہ سناتن دہرم شبد کا پریوگ میں نے اُس کے سنوبھاوک ارتھ میں ہی کیا ہے۔ اس لئے مجھے تو مہاتما جی کا یہ فرمانا ویسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ آریہ سماجی ہندوؤں کے مقابلہ میں کہا کرتے ہیں کہ ویدک دہرمی ہونے سے ہم ہی سناتن دہرمی ہیں۔ کیونکہ وید ہی سب سے سناتن ہیں۔ اور پورانک سناتن دہرمی نہیں ہیں کیونکہ پُران نوین ہیں۔

دوم آپ کے اس مہمل کتھن سے اس بات کا پتہ نہیں لگتا کہ آپ ہندوؤں کے شاستروں کو کسطرح پرمانتے ہیں۔ البتہ اس کا صحیح حال مندرجہ بالا آپ کی اسی تحریر سے اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ پورانوں اور شاستروں کی بعض شکشائیں بہت خطرناک ہیں اور اگر ہم ان کے مطابق اپنے چلن کو بناویں گے تو شاستر ہماری موت کا جال بن جائیں گے۔ اسی طرح پر مہابھارت۔ رامائن۔ منوسمرتی میں بھی ملاوٹ اور غلطیوں کا ہونا تسلیم فرمایا ہے۔

سوم آپ نے شاستروں میں پیچھے سے کی گئی ملاوٹ کو مانتے ہوئے اُس کی ذیل میں یہ بھی مانا ہے کہ ہمارے دہرم گرنتھوں میں گومانس بھکشن کا نشیدھ کرنے والے ایسے شلوک بھی ملادئے گئے ہیں کہ جن سے گومانس کھانے والوں کا جانی

وہشکار چرسہتہ وی (جاتی سے نکالا جانا دیرپا) ہوگیا ہے۔ پرواستو (اصل) میں ایسا نہیں چاہیئے تھا۔ گویا آپ کے خیال میں ہندوؤں کے شاستروں میں جو گائے ماس کے کھانے کا نشیدھ کرنے والے شلوک وغیرہ ہیں۔ آپ انہیں بھی اصلی اور جائز نہیں بلکہ پیچھے سے ملائے ہوئے ناجائز سمجھتے ہیں۔ واقعی آپ کے سناتن دھرمی ہندو ہونے کا یہ لاثانی ثبوت ہے۔

چہارم۔ ویدوں کے متعلق آپ نے وقتاً فوقتاً اتنے مختلف خیالات کا اظہار فرمایا ہے کہ جن کو سامنے رکھتے ہوئے نشچت روپ سے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ویدوں کو آپ کیا اور کس طرح پر مانتے ہیں۔ کیونکہ۔

(۱) آپ نے ویدوں کو کہیں اپورشیہ (جس کو کسی آدمی نے نہ بنایا ہو)۔ کہیں پرماتما کا پیغام۔ کہیں دیوتا کا دیا ہوا۔ کہیں ایشور پریرنا کا پھل اور کہیں بلا تحریر شدہ مانا ہے۔ اس لئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ درحقیقت آپ کیا مانتے ہیں۔ ان میں سے اپورشیہ۔ پرماتما کا پیغام اور دیوتا پردت (اگر اس کے معنی ایشور کا دیا ہوا کریں) کا تو کسی نہ کسی طرح سے ایک مفہوم ایشوریہ گیان یا الہام لیا بھی جا سکتا ہے۔ مگر ایشور پریرنا کا پھل اور بلا تحریر شدہ اوصاف کو اس مفہوم میں کسی طرح بھی شامل نہیں کر سکتے۔ ایشور پریرنا کو اس لئے نہیں کہ اس کا مطلب صرف یہی ہو سکتا ہے۔ کہ ایشور نے خاص آدمی یا آدمیوں کو پریرنا (تحریک) کی اور ادھنوں نے وید کا اظہار

کیا۔ اس صورت میں وید یا گیان ایشور کا نہیں بلکہ اُن منشیوں کا ہوگا۔
کہ جنہوں نے اُس کو ظاہر کیا۔ بلا تحریر شدہ صفت کو اس لئے اس میں شامل
نہیں کر سکتے کہ اُس کا اطلاق مہاتماجی کے مانے ہوئے پیغام والہام یا اپورشیہ
وید۔ قرآن اور انجیل وغیرہ پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ لکھے ہوئے ہیں۔

(۲) آپ نے وید کو تو ایشوریہ مانا ہے۔ مگر وید کے شبدوں کو اپورشیہ
ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر وید۔ الہام یا پیغام
کے شبد اپورشیہ نہیں ہیں تو وید کیسے اپورشیہ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ کوئی گیان
شبد اور ارتھ (وستو) کو چھوڑ کر رہ ہی نہیں سکتا۔ اگر شبد منشیوں کو ایشور کی
طرف سے نہیں ملے۔ تو ابتدا میں اُن کو شبد کا گیان کیونکر ہوا۔ اور جب کہ
اُن کے پاس شبد نہیں تھے۔ تو انہوں نے ایشور کے دئے گیان کو کیسے پھیلا
کیونکہ علم کا ارتقا یا بتدریج ترقی ہی زبان کے بغیر ناممکن ہے۔ یعنی اگر گیان
کے بغیر شبدوں کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ تو شبدوں کے بغیر گیان کا ہونا بھی نا
ناممکن ہے۔ یا یوں کہئے کہ گیان اور زبان ایک ہی چیز کے دو ناقابل تقسیم پہلو
ہیں۔ ممکن ہے کہ مہاتماجی کی شبد سے مراد سیاہی کے بنے ہوئے اکاروں سے
ہو۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ سیاہی کے بنے ہوئے اکار تو شبدوں کے
محض فرضی نشان ہیں۔ جو کہ دُنیا کے مختلف حصوں میں رہنے والے لوگوں نے
ایک کا گیان دوسرے تک سہولیت سے پہنچانے کی خاطر مختلف شکلوں میں بنا

ہیں۔ اس لیئے اُن کو شبد نہیں کہہ سکتے۔

(۳) آپ نے کہیں صرف ویدوں اور کہیں پر ہندوؤں کے سارے دہرم گرنتھوں کے لئے اپورشیہ شبد کا استعمال کر دیا ہے۔ جس سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ آپ اپورشیہ کے کیا معنی لیتے ہیں اور کہ آپ ہندوؤں کے گرنتھوں میں سے ویدوں کو ہی اپورشیہ مانتے ہیں یا کہ اُن کے سارے دہرم گرنتھوں کو۔

(۴) آپ نے ایک جگہ ذریعہ (ملہم) کے پوتر اور اپوتر مکمل اور نامکمل ہونے کی وجہ سے الہام کو بھی مکمل اور نامکمل مانا ہے مگر دوسری جگہ چاروں ویدوں کو پورن گیان کا حصہ ملنے سے اُن کو سروپ سے مکمل مان لیا ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ فرق کیوں ہے۔

(۵) جہاں مہاتما جی نے وید اور بائبل وغیرہ کو اپورشیہ لکھا ہے۔ وہاں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ " تمام دیگر باتوں کی طرح مذہبی خیالات بھی اس قانون ارتقا (وکاس نیم) کے ماتحت ہیں کہ جو اس کائنات کی ہر ایک شئے پر حاوی ہے" اس سے جہاں مہاتما جی کے مانتے ہوئے الہام پیغام اور دیوتا پرورت سدہانت کی تردید ہوتی ہے وہاں الہام یا الشوری گیان کے ماننے میں بھی الجھن پیدا ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اس سے خیالات یعنی گیان یا وید کی بھی انسانوں میں بتدریج ترقی ماننی پڑتی ہے۔ جو کہ مسئلہ الہام کے

بالکل ہی خلاف خیال ہے۔ اس کو مہاتما جی کی کوئی معجزہ نما رُوحانی طاقت
ہی حل کر دے تو دوسری بات ہے ورنہ ان دو متضاد سدھانتوں کا میل ثابت
کرنا بدھی اور ترک کی طاقت سے باہر ہے۔ کیونکہ بتدریج ترقی تو اُسی صورت
میں مانی جا سکتی ہے کہ جس صورت میں انسان کو علمی ترقی کرنے کے لئے کسی
بیرونی چیتن ہستی کی امداد کا محتاج نہ مانا جائے۔

(۶) قانون ارتقا کے ماتحت گیان اور زبان کی ترقی کا ماننا تجربات اور
مشاہدات کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ انسان بغیر کسی کے
سکھلائے خود بخود کچھ بھی نہیں سیکھ سکتا۔ بتدریج ترقی ماننے والوں کے پاس
اس مشاہدہ کا کوئی جواب نہیں ہے کہ کسی ترقی یافتہ انسان کا چھوٹا بچہ
سن بلوغت تک تعلیمیافتہ اور مہذب انسانی اثرات اور تعلقات سے دُور
کسی جنگل میں رکھا ہوا کیوں ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ آج سے لاکھوں سال
پہلے کے کسی غیر ترقی یافتہ جنگلی انسان کا بچہ۔ اور ارتقا کے لحاظ سے شائستہ
انسان سے لاکھوں سال پیچھے مانا گیا۔ غیر ترقی یافتہ جنگلی انسان کا بچہ بیس
پچیس سال تک مہذب انسانوں کے زیر اثر رہ کر پرورش اور تعلیم پا کر کیوں ویسا
ہی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ترقی یافتہ مہذب انسان کا بچہ۔ یا یوں سمجھئے کہ اس
مشاہدہ کا کیا جواب ہے۔ کہ ارتقا کے لحاظ سے لاکھوں سال کی کی ہوئی ترقی
کو مہذب انسان کا بچہ شروع عمر کے بیس پچیس سال جنگلوں میں رہ کر کیوں کھو دیتا

ہے اور لاکھوں سال کی ترقی کی کمی کو جنگلی انسان کا بچہ بیس پچیس سال مہذب آدمیوں میں رہ کر کیسے پوری کر لیتا ہے۔ نیز اس زمانہ کی جنگلی قومیں کیوں اب تک شایستہ نہیں ہوئیں۔ کیا لاکھوں سالوں سے اب تک اُنہیں شائیستہ بننے کے لئے مُوافق آب وہوا وغیرہ قدرتی اسباب میسّر نہیں ہوئے۔ اور کیا جس آب وہوا وغیرہ قدرتی اسباب میں وہ اب رہتے ہیں وہاں پر کسی بھی سادھن سے اون کے بچے شایستہ نہیں ہو سکتے۔ اگر ہو سکتے ہیں۔ تو وکاش واد کے پاس اس سوال کا کیا حل ہے۔

(۷) مہاتما جی کا مختلف اوقات میں ہوئے مانے جانے والے الہاموں (ویدوں۔ بائبل۔ قرآن وغیرہ) کو درست اور اُن کے ملہموں کے پوتّر اور اپوتر مکمل اور نامکمل ہونے کے لحاظ سے الہام کو بھی اُسی درجہ تک مکمل اور نامکمل وبلا تحریر شدہ ماننا اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ کسی خاص وقت کسی خاص آدمی کے ذریعہ الہام کا ہونا نہیں مانتے۔ بلکہ یہ مانتے ہیں کہ مختلف درجات کے تربیت یافتہ انسانوں کو قدرتی سچائیوں کا گیان (مہاتما جی کی اصطلاح میں اپورشیہ گیان۔ وید۔ الہام) ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ اور کہ وہ بتدریج ترقی کرتا جاتا ہے۔ اور یہ مختلف زمانہ کے عالموں کی بنائی ہوئی پستکوں (جس میں وید اور بائبل وغیرہ بھی شامل ہیں) میں اُن کے ذاتی کمال کے درجہ یا حیثیت سے لفظوں میں نہیں بلکہ سچائی

یا سپرٹ کی شکل میں موجود ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ در اصل
یہ بھی ایولیوشن تھیوری (وکاش واد) کے ماننے والوں کا سا ہی اعتقاد
ہے۔ جس کو کہ لفظوں کی ہیرا پھیری یا اپنی اصطلاحوں میں بیان کر کے الہام
ماننے والے مذاہب کے عقیدوں سے ملایا گیا ہے۔ لیکن اس کے ماننے
سے یہ لازم آتا ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے پہلے کے الہام سے بعد کا الہام زیادہ
مکمل ہو۔ مگر سچائی بالکل اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ وید دُنیا میں ملنے گئے
الہاموں بائبل اور قرآن وغیرہ سب سے پُرانا بھی ہے اور سب سے زیادہ
مکمل بھی ہے۔ یہ نہ صرف میرا یا آریہ سماجیوں اور ہندوؤں کا ہی کہنا ہے
بلکہ کئی ایک غیر ہندو ودوان بھی اس بات کے قائل ہیں۔ کہ ویدوں میں جز
ایک ایشورواد وغیرہ سچائیوں کا جیسا بیان ہے۔ اُس سے بہتر گیان آجتک
بھی کسی کو نہیں ہوا۔ اور اگر کوئی چاہے تو اُس کو اچھی طرح سے ثابت بھی کیا
جا سکتا ہے۔ اور اگر بالفرض محال مذکورہ تھیوری کو درست بھی مان لیا جائے
تو اس کے ماننے والوں کو یہ بتلانا ہو گا کہ سرشٹی کے آرنبھ (ابتدائے دنیا) میں
جبکہ کوئی بھی تربیت یافتہ نہ تھا سب ناشائستہ اور نا تعلیم یافتہ یعنی جنگلی
تھے۔ جیسے کہ اب بھی سبھیہ سماج (مہذب سوسائٹی) اور تعلیمی مرکزوں سے
دور رہنے والے جنگلی ہوتے ہیں۔ تو پھر اُس وقت اُن نادان جنگلیوں کو کیونکر
الہام یا ایشوری گیان ہو گیا۔ اگر نہیں ہوا تو سنسار میں موجودہ

گیان کا آرنبھ کیونکہ ہُوا۔ اور اگر ہوا تو ماننا پڑیگا کہ وہ انکی بتدریج ترقی کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ کسی دوسری مدرک بالذّات ہستی (چیتن ستا ایشور) کی طرف سے تھا۔ اور کہ وہ لفظوں کی توڑ مروڑ سے بھی بالکل پاک جُوں کا تُوں تھا۔ کیونکہ نہ تو اُن میں اُس وقت ذاتی کمال کے درجے ہی تھے اور نہ ہی توڑ مروڑ کی بُدھی۔

(۸) اگر یہ کہا جائے کہ منشوں کو آہستہ آہستہ اپنے آپ گیان ہوا ایشور کی طرف سے نہیں دیا گیا۔ تو بتلایا جائے کہ پھر سب ہمعصر انسانوں کو ویسا ہی گیان کیوں نہیں ہوا۔ جیسا کہ خاص خاص کو ہوا۔ اور اُپورشیہ گیان اور ایشوری پرینا آدی شبدوں کا اُس کے لئے کیوں استعمال کیا گیا۔ اور اگر ان کے معنے اُس گیان کے کریں گے کہ جو پرش کرت (انسانی) نہیں اور ہمیشہ سے موجود ہے۔ تو یہ کہنا بھی درست نہ ہوگا۔ کیونکہ گیان گُن ہی جو کہ اپنے گُنی سے کبھی الگ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اُس کو اپنے آدھار گُنی کا ہی گیان ماننا پڑے گا۔

(۹) اگر کوئی شخص یہ کہے کہ پرتھوی اور اُس کی ہر ایک چیز انادی کال سے اسی طرح چلی آتی ہے۔ اور اننت کال تک اُسی طرح چلی جائے گی اس لئے منشیوں میں گیان کا آرنبھ (شروع) ہوا ہی نہیں۔ وہ بھی انادی کال سے اُسی طرح چلا آتا ہے۔ تو یہ کہنا بھی ویرتھ (بے معنی) ہوگا۔ کیونکہ

یہ بات پرتکش (ظاہر) ہے کہ پرتھوی پرمانوں (ذرّوں) کے ملنے سے بنی ہوئی ہے۔ اور جو چیز کئی چیزوں کے سینوگ۔ (ملنے) سے بنتی ہے وہ کسی صورت میں بھی اناوی نہیں ہو سکتی۔ اور سائنس بھی یہی بتلاتا ہے۔ کہ پرتھوی آدی سارے کرّے بنتے اور بگڑتے رہتے ہیں۔ پس جبکہ پرتھوی ہی اناوی (ازلی) نہیں بلکہ ساوی (ابتدا والی) ہے تو اس پر جو چیزیں موجود ہیں۔ اُن کو بھی ہمیشہ سے موجود نہیں مانا جا سکتا۔ اس لئے پرتھوی پر کی ہر ایک چیز کی ابتدا ماننے سے اس پر کے گیان کی بھی ابتدار ماننی پڑے گی۔ اور اس گیان کو گیان سروپ چیتن ستا ایشور کا دیا یا آرنبھ کیا ہوا ویسے ہی ماننا پڑیگا۔ جیسا کہ یوگ درشن (فلاسفی) کے بنانے والے مہرشی پاتنجلی نے ذیل کے سوتر میں مانا ہے

स पूर्वेषामपि गुरुः कालेनानवच्छेदात्॥

(योग सूत्र १/२६)

جس کا مطلب یہ ہے کہ پرماتما گیان اوپدیش کرنے والے گوروں کا بھی گورو یعنی آدی (ابتدائی) گورو ہے اس کے سوائے اور کوئی حل درست نہیں ہے۔

(۱۰) وید آدی شاستروں کے متعلق مہاتماجی کے جو خیالات تھے انکی حقیقت بتلانے کے بعد یہ کہنا بھی نامناسب نہ ہوگا۔ کہ مہاتماجی خود سنسکرت کے ودوان نہیں ہیں۔ اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ آپ وید آدی شاستروں کے اصلی ارتھ

جاننے میں بھی اسمرتھ ہیں۔ مگر باوجود اپنی اس بے بضاعتی کے آپ نے شنکر آچاریوں اور دوسرے سنسکرت کے وِدوانوں کے کئے ہوئے شاستروں کے ارتھوں کو غلط بتلایا ہے۔ جس سے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ آپ شاستروں کے ایسے ارتھ کرانا چاہتے ہیں کہ جن کو آپ کا دماغ درست تسلیم کرے یا کہ آپ ان میں سے وہی کچھ نکلوانا چاہتے ہیں کہ جس کو آپ ہندو دھرم سمجھتے ہیں۔ چاہے اُن کے شبدوں سے وہ ارتھ نکل سکیں یا نہ۔ چونکہ آپ نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ آپ سنسکرت کے وِدوان نہیں ہیں۔ اور وید آدی شاستروں کا براہ راست آپ کو کوئی گیان نہیں ہے۔ اس صورت میں آپکا وید آدی شاستروں کا ماننا محض ایک مقلّد کا سا ماننا ہے نہ کہ محقق کا۔ اس لئے آپ کی وید آدی شاستروں کے متعلق رائے کی قیمت بھی ایک مقلّد کی رائے سے زیادہ نہیں ہوسکتی۔

اوتار واد اور پُنر جنم (تناسخ)

(مہاتماجی) میں اوتاروں اور پُنر جنم (تناسخ) کو بھی مانتا ہوں۔ نوجیون ۷۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء"

"ایشور یقینی طور پر ایک ہے۔ اُس کا کوئی ثانی نہیں وہ اتھاہ اور اگوچر ہے۔ انسانوں کا زیادہ حصہ اُس کو نہیں جان سکا۔ وہ ہر جگہ (اسر ودیاپک)

ہے۔ آنکھوں کے بغیر دیکھتا اور کانوں کے بغیر سُنتا ہے۔ وہ اکار اور نرا دیو ہے۔ وہ اجنما ہے۔ اُس کا کوئی باپ ماں یا بیٹا نہیں ہے۔ تو بھی لوگ اُسے باپ۔ ماں۔ ستری اور لڑکا بنا کر پوجتے ہیں۔ حالانکہ وہ اُن میں سے کوئی چیز نہیں ہے ------ ویدوں میں بہت سے دیوتا ہیں۔ جن کو دوسری مذہبی کتب میں فرشتے کہا گیا ہے۔ لیکن ویدوں میں صرف ایک ہی ایشور کی مہماں گائی ہے۔ ینگ انڈیا ۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء"

"دروپدی کے سہایک میری سہایتا کرنا۔ تو ہی مجھ اناتھ کا ناتھ بننا۔ یہ تو ہی جانتا ہے کہ مجھے گئو رکھشا سے کتنا پریم ہے وغیرہ وغیرہ۔ نوجیون ۲۔ اپریل ۱۹۲۵ء سُرتی اکھل بھارتیہ گئو رکھشا منڈل کی قائمی بیچ دہلی ۸۔ اپریل ۱۹۲۵ء"

"ہمارے شاستر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ بھگت سدا ماں کو بھگوان سہج میں مل گئے۔ میراں بائی جب رانی نہ رہی تب بھگوان کو مل سکی دریودھن کرشن کے سر کی طرف جا کر بیٹھا تو اکیلی فوج اُس کو ملی۔ بھگوان رتھ بان ہوئے۔ مگر پیروں کے پاس بیٹھنے والے ارجن کے۔ نوجیون ۱۹۔ مارچ ۱۹۲۵ء"

مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں ہے کہ مہا بھارت کے سری کرشن کبھی اس سرزمین پر ہوئے ہیں۔ میں تو ایسے کرشن کے سامنے سر جھکانے سے

انکار کروں گا۔ جو قتل کا مرتکب ہو۔ کیونکہ اُس کے گورو (فخر) کو نقصان پہنچتا ہے یا اُس کرشن کے آگے کہ جس کا غیر ہندو ایک اوباش نوجوان کی صورت میں خاکہ اڑاتے ہیں۔ میں تو بھگوان سری کرشن کو اپنے خیال کے بموجب مکمل اوتار ایک بے عیب ہستی گیتا کی بنسری بجانے والا اور کروڑھا انسانوں میں زندگی کی لہر دوڑانے والا سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر میرے سامنے یہ ثابت کر دیا جائے کہ دیگر موجودہ تواریخی کتابوں کی طرح مہا بھارت بھی ایک تاریخ ہے۔ اور مہابھارت کے کرشن سے وہی چند افعال سرزد ہوئے ہیں جو آپ کے ذمہ لگائے جاتے ہیں۔ اس بات کا جوکھوں اٹھاتے ہوئے بھی کہ مجھے ہندو دھرم سے نکال دیا جائے گا۔ میں بلا تامل کہونگا کہ میں کرشن کو بھگوان کا اوتار نہیں مانتا۔ مگر میرے خیال میں مہابھارت ایک گمبھیر دھارمک پستک ہے اور اس کا بڑا حصہ خیالی ہے۔ ینگ انڈیا یکم اکتوبر ۱۹۲۵ء تیج دہلی ۵۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء"

"سردار منگل سنگھ جی لکھتے ہیں آپ نے (مہاتما جی نے) فرمایا کہ جو خیالی تصویر سری کرشن کی میرے دل میں ہے۔ وہ تو پرماتما ہے۔ باقی مہابھارت والے دیش بھگت (سری کرشن) کو میں ویسا ہی گمراہ دیش بھگت خیال کرتا ہوں۔ جیسا کہ دیگر حامیانِ تشدد کو۔ پرتاپ لاہور ۳۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء منقول

ازا کالی"

" ہم جس رام کے گُن گاتے ہیں۔ وہ بالمیک کے رام نہیں، تُلسی راماین کے رام بھی نہیں ہیں۔ تلسی داس کی رامائن مجھے پسند ہے اسے میں لاثانی پستک مانتا ہوں۔ نیز ایک بار پڑھنا شروع کرنے پر اکتاتا نہیں تو بھی ہم آج تلسی داس کے رام کو یاد نہیں کرتے۔ رامائن کے رام وہ رم نہیں ہیں جن کا نام لے کر ہم بھوساگر سے پار ہو سکیں۔ یا جن کا نام دُکھ کے موقعہ پر لیا کریں۔ ناقابل برداشت دُکھ سے دُکھی آدمی سے میں کہتا ہوں کہ رام نام لو۔ اگر نیند نہ آتی ہو تو بھی کہتا ہوں کہ لو رام نام۔ لیکن یہ رام تو دسرتھ کے بیٹے اور سیتا کے پتی نہیں۔ یہ تو دیہہ دھاری (جسم رکھنے والے) رام نہیں ہو سکتے۔ جو ہمارے ہردے میں بستے ہیں۔ وہ رام دیہہ دھاری ہو نہیں سکتے۔ انگوٹھے کی طرح چھوٹا سا تو ہمارا ہردے اور اس میں سمائے ہوئے رام دیہہ دھاری کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یہ تو نہ جنمتے ہیں اور نہ مرتے ہیں۔ اس لئے یاد کرنے کے قابل دیہہ دھاری یا کسی اور قسم کے رام نہیں ہیں۔ کتنی بار سوال ہوتا ہے کہ بالی کو قتل کرنے والے رام مکمل پُرش کیونکر ہوں گے۔ میرے پاس بھی ایسے ایسے سوال بہت بار آتے ہیں۔ اس لئے میں من ہی من میں ہنستا ہوں۔ کسی نے اگر چھل سے یا سیدھے طور پر

کسی کو مارا جو دس سر کا جسم رکھنے والا راون ہو تو کونسا بھاری کام کر لیا۔ آج کا زمانہ تو ایسا ہے کہ بیس کیا لاتعداد بازوؤں کا بھی کوئی راون پیدا ہو۔ تو ایک لڑکا توپ کے ایک گولے سے اُس راون کے لاتعداد ہاتھ اور ماتھے کو اڑا دیوے۔ اسے ہم غیر معمولی بچہ نہ کہیں گے۔ اسے ہم بڑا ارکھشش مانیں گے ہمیں تو انتریامی کی پُوجا کرنا ہے جو سب کے اندر سب کا سوامی ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ سب سے جُدا ہے۔ انہیں کے بارے میں ہم سنتے گایا کہ نربل کے بل رام۔ جو سب کے لئے ایک جیسا ہے۔ رام نومی کا تیوہار اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس کی وجہ سے ہم با اصول بنیں۔ لڑکے کچھ نردوش آنند لیں۔ اور رامائن پڑھکر کچھ گیان حاصل کریں۔

دیہہ دہاری انسان پرمیشور کو دوسرے طریقے سے جھٹ نہیں پہچان سکتا اس کی کلپنا زیادہ دور نہیں دوڑ سکتی۔ اس لئے وہ مانتا ہے کہ پرمیشور نے انسانی شکل میں اوتار لیا تھا۔ ہندو دہرم میں اوتار تا کی حد نہیں۔ اس لئے مچھلی۔ وراہ (سور) اور نرسنگھ کو پرمیشور کا اوتار مانا گیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ دہرم کی گلانی اور ادہرم پھیل پڑے تو ایشور دہرم کی رکھشا کرنے کی غرض سے اوتار لیتا ہے۔ یہ بات بھی اُسی حد تک سچ ہے جتنی میں نے کہی ہے جنم اور مرن سے بری کا اوتار لینا

کیا ہے۔ یہ بات ناقابل قبول ہے کہ کوئی اتہاسک پُرش ایشور کے روپ میں یا ایشور کسی اتہاسک پُرش کی شکل میں اوتار تھا۔ پرتاپ لاہور ۱۰ اپریل ۱۹۲۸ء"

(آریہ) مہاتما جی کی مندرجہ بالا تحریری بھول بھلیوں میں سے آپ کے اوتار سنبدھی عقیدہ کو نشچت رُوپ سے جاننا نہایت مشکل کام ہے کیونکہ (۱) جہاں آپ اوتاروں کے ماننے کا اقرار کرتے ہیں۔ وہاں یہی نہیں کہ ایشور کو نراکار (بے شکل) نراویو (جس کے اعضاء نہ ہوں) اکھنڈ (بے پایان) اگوچر (جو حواسوں سے نہ جانا جائے) جنم مرن یا کہ ماں باپ اور لڑکے سے رہت ہی مانتے ہیں۔ اور کہ کسی تواریخی ہستی کو ایشور کا اوتار ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ سناتن دھرمی ہندو جس رامائن کے رام اور مہابھارت و گیتا کے کرشن کو سولہ کلا سمپورن اوتار مانتے ہیں۔ آپ کے اوتار ہونے کا برملا کھنڈن بھی کرتے ہیں۔

(۲) ایک طرف تو آپ بھگوان کرشن کا بھگت سداماں اور میراں بائی جواب ملنا اور دریودھن کو فوج دینا و ارجن کا رتھ بان بننا منظور فرماتے ہیں۔ دروپدی کے سہایک کرشن کو ایشور سمجھکر اُس سے گو رکھشا میں سہایتا کے لئے پرارتھنا بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ مہابھارت کے کرشن کے سوا کسی بے دوسرے کرشن ہرگز نہیں ہو سکتے لیکن دوسری جانب اُسی کرشن کو غیر دانش

سے اوباش کہلانے اور ارجن کو یُدھ کا اُپدیش دینے کی وجہ سے ہنسک و گمراہ قرار دیتے ہوئے اُس کے اوتار ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

(۳) جو مہاتما گیتا کی بنسری بجانے والے کرشن کو مکمل اوتار مانتے ہیں وہی مہاتما ارجن کو گیتا رُوپی اُپدیش دیکر لڑائی کے لئے تیار کرنے والے مہاراج کرشن کو گمراہ دیش بھگت بتلاتے ہیں۔ گیتا کی بنسری بجانے والے کو مکمل اوتار ماننا اور گیتا رُوپی اُپدیش سے ارجن کو یُدھ کے لئے تیار کرنے والے کو قتل کا مرتکب گمراہ دیش بھگت قرار دینا یا تو کوئی نیا منطق ہے یا محض پرسپر وردھی (متضاد) خیالات کا بے معنی جوڑ توڑ ہے۔

(۴) اگر یہ کہا جائے کہ مہاتما جی نے رام اور کرشن نام بھی نراکار ایشور کے ہی مانے ہیں۔ اور اُسی ایشور کا رامائن اور مہابھارت کے راون۔ دریودھن۔ ارجن۔ دروپدی۔ سداماں اور میراں بائی وغیرہ وغیرہ فرضی شخصیتوں سے تعلق ملتا ہے۔ اسی سے آپ نے پرارتھنا کی ہے۔ تو میں جواب میں کہونگا کہ یہ تو مہاتما جی کا اختیار ہے کہ آپ ایشور کا بامعنی یا بے معنی کوئی بھی نام فرض کر لیں۔ لیکن دسرتھ کے پتر راون کے مارنیوالے رامائن کے رام اور سداماں کے ساتھ پڑھنے والے دریودھن کو فوجی امداد دینے اور ارجن کا رتھ ہانکنے والے مہابھارت کے کرشن نراکار ایشور ہرگز نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ خود مہاتما جی نے بھی رامائن کے رام اور مہابھارت

کے کرشن کو ایشور ماننے سے انکار کیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر مہاتما جی رام
اور کرشن ایشور کے ہی نام اور ایشور کو اجنما مانتے ہیں۔ اور بقول آپ کے
رامائن کے رام اور مہابھارت کے کرشن کی تواریخی ہستی بھی کوئی نہیں ہے
تو پھر معلوم نہیں کہ وہ کون سے رام اور کرشن ہیں کہ جن کو مہاتما جی نے اوتار
مانا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ اگر رام اور کرشن ایشور کے ہی نام ہیں۔ تو وہ
اوتار اور اتہاسک پرش نہیں ہیں۔ کیونکہ اوتار اُترنے یا جنم لینے کو کہتے ہیں
اور مہاتما جی ایشور کا جنم نہیں مانتے۔ اور اگر وہ اوتار ہیں تو اتہاسک پرش
ہی ہیں۔ ایشور نہیں ہیں۔ کیونکہ بقول مہاتما جی ایشور جنم مرن سے رہت
ہے۔ لہذا آپ کی تحریریں متضاد ہونے سے بالکل ہی بے معنی ہو جاتی ہیں
ان کا کوئی ارتھ نہیں نکل سکتا۔

(۵) مہاتما جی نے رامائن اور مہابھارت کو اتہاسک گرنتھ اور مہاراج رام
اور کرشن کو اتہاسک پرش ماننے سے انکار کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم نہیں
ہوتی کہ آپ نے ان دو بڑی ضخیم کتابوں میں بیان کئے گئے تاریخی واقعات
کو النکارک (استعارہ) سدھ کر لیا ہے۔ کیونکہ یہ تو قطعی ناممکن ہے۔ کہ آپ
یا کوئی دوسرا صاحب ان پستکوں کی ساری تاریخی واقعات کو النکارک
ثابت کر سکے۔ بلکہ آپ کا یہ فرمانا بھی کسی حد تک میرے اس دعوے کی تائید
کرتا ہے کہ "مہابھارت کا بڑا حصہ خیالی ہے" کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے

کہ آپ سارے مہابھارت کو خیالی بھی نہیں مانتے بلکہ اُس کے کچھ حصہ کو تاریخی بھی مانتے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ آپ خیالی اور تواریخی حصہ کو علیحدہ علیحدہ بھی نہیں دکھلا سکتے۔ میرا یہ بھی وشواس ہے کہ آپ کی یہ رائے آپ کی محققانہ تحقیقات پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ محض آپ کے جذبات کی بنا پر بنی ہوئی ہے۔ اس کا پرمان آپ کی پیچھے درج کی ہوئی تحریر کے ان الفاظ سے اچھی طرح مل رہا ہے۔ "میں تو ایسے کرشن کے سامنے سر جھکانے سے انکار کرونگا۔ جو قتل کا مرتکب ہو یا اُس کرشن کے آگے کہ جس کا غیر ہندو ایک اُباش نوجوان کی صورت میں خاکہ اُڑاتے ہیں" "کتنی بار سوال ہوتا ہے کہ بالی کا قتل کرنے والے رام مکمل پرش کیونکر ہوں گے۔ کسی نے اگر چھل سے یا سیدھے طور پر کسی کو مارا یا دس سر کا جسم رکھنے والا راون ہو تو کونسا بھاری کام کر لیا وغیرہ"

ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اہنسا اور سداچار (اخلاق) سے بنے ہوئے جذبات بھارت کے پوجیہ مہاراج رام اور کرشن کو ہنسک اور آچار ہین (بد اخلاق) ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایسے اتہاسک رام اور کرشن والی پستکوں رامائن و مہابھارت کو ہی اتہاسک ماننے سے انکار کر دیا ہے کہ جن میں اُن کے مذکورہ آچار ویوہار کا بیان ہے

مگر میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا ایسا ماننا نہ تو درست ہی ہے ۔ اور نہ ہی آپ کی
منشا کو پورا کر سکتا ہے ۔ کیونکہ کالپنک (فرضی) ماننے سے بھی انکی خاندانی
تاریخ اور ان سے تعلق رکھنے والے تاریخی واقعات کو چھپایا نہیں جا سکتا
اور نہ ہی اُن کے ہنسا آتمک طرز بیان سے اہنسا کو ہی نکالا جا سکتا ہے ۔ اس
لئے ایسا کہنا نہ صرف یہ کہ غلط بیانی ہے اور کہ اس سے کوئی فائدہ ہی نہیں ہے
بلکہ بڑا بھاری نقصان بھی ہے اور وہ یہ ہے ۔ کہ اگر رامائن اور مہابھارت
کے بیان کردہ رام کرشن وغیرہ بھارت کے سپوتوں اور تواریخی دنیا کے چمکتے
ستاروں کی ہستیوں کو فرضی مان لیا جائے ۔ تو بھارت کی حقیقی اور لاثانی
تواریخی عظمت کا ملیا میٹ ہو جاتا ہے ۔ اور اُن یوروپین اتہاسکوں (مؤرخوں)
کی بھی تائید ہوتی ہے ۔ کہ جنہوں نے دانستہ یا نادانستہ بھارت کی تاریخی عظمت کو
مٹانے کے لئے رامائن اور مہابھارت اور اُن کے واقعات کو فرضی بتلایا ہے ۔
اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ بعض گرنتھوں میں مہاراج کرشن کے آچار پر
بہت سے کلنک لگائے گئے ہیں ۔ اور غیر ہندوؤں کو اُن پر کھلی اڑانے کا
موقعہ پیدا کر دیا ہے ۔ مگر اس غلطی کو دُور کرنے کے لئے یہ طریقہ درست نہیں ہے
کہ اُن کے اتہاسک پُرش ہونے سے ہی انکار کر دیا جائے ۔ کیونکہ ایسا کرنے
سے بھی اُن تمام کلنکوں کو النکارک ثابت کرنا ناممکن ہے جو کہ یوگیراج
مہاراج کرشن پر لگائے گئے ہیں ۔ اور اُس صورت میں اُس کی ضرورت بھی

نہیں رہتی۔ کہ جس صورت میں دوسرے ودوانوں کی طرح مہاتما جی بھی مہابھارت
آدی ہندوؤں کے شاستروں میں پیچھے سے ملاوٹ کی گئی بھی مانتے ہیں۔ اس لئے
غلطیوں اور اعتراضوں کے دور کرنے کے لئے یہی سیدھا اور سچا راستہ تھا۔ کہ
مہاراج کو کلنک لگانے والے لیکھوں کو وپکشیوں (مخالفوں) کی کی ہوئی
ملاوٹ یا کہ کوتاہ اندیش مصنفوں کی مُبالغہ آمیز غلطی سمجھا جاتا۔ جیسا کہ وہ اصل
میں ہے۔ کیونکہ بھگوت گیتا سے اوس کی اچھی طرح سے تردید ہوتی ہے۔

پُنر جنم

(مہاتما جی) "میں پُنر جنم کو بھی مانتا ہوں۔ نوجیون ۶، اکتوبر ۱۹۲۱ء"
مہاتما جی نے ایک وکیل صاحب کے پرشن کا جواب دیتے ہوئے لکھا
ہے۔

"(پرشن) آتما ایک ہی ہو تو انیک آتما کے روپ میں اس کا بے شمار
یونیوں میں بھرمن کرنا اسمبھو نہیں گنا جانا چاہیئے۔ تو کیا ایک ہی آتما
منش کے جسم سے نکل کر پشو یونی اور نباتات میں جنم لے سکتا ہے۔ آپ
یہ بات صاف کریں۔

(اوتر) میری یہ رائے ضرور ہے کہ منش یونی میں جنم لینے کے بعد پشو و
نباتات وغیرہ یونیوں میں بھی منش کا زوال ہو سکتا ہے۔ نوجیون ۸، اپریل

۱۹۲۶ء - پرتاپ لاہور ۱۳ اپریل ۱۹۲۶ء

(آریہ) مہاتما جی نے ۴ ستمبر ۱۹۲۴ء کے ینگ انڈیا میں لکھا تھا۔ کہ تمام دیگر باتوں کی طرح مذہبی خیالات بھی اسی قانون ارتقا (وکاش نیم) کے ماتحت ہیں جو کہ اس کائنات کی ہر ایک دیگر شے پر حاوی ہیں۔ مگر آپ کے مندرجہ بالا لیکھ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ آتما کا منش یونی میں جنم لینے کے بعد حیوانی اور نباتاتی قالبوں میں پیدا ہونا بھی مانتے ہیں۔ آپ کے یہ دونوں خیالات ایک دوسرے کے خلاف ہیں۔ اس لئے اگر مسئلہ ارتقا درست ہے۔ تو یہ ماننا غلط ہے کہ انسانی قالب حاصل کرنے کے بعد آتما پشو اور بنسپتی کی یونیوں میں جنم لے سکتا ہے۔ کیونکہ موجودہ سب یونیوں سے منش یونی اعلیٰ ہے۔ اور وکاش سدھانت میں اعلیٰ سے ادنیٰ یونی میں گرنے کی گنجایش ہی نہیں ہے۔ اور اگر یہ سچ ہے کہ آتما اعلیٰ سے ادنیٰ یونیوں میں جنم لے سکتا ہے تو مسئلہ ارتقار (الولیوشن تھیوری) درست نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ مہاتما جی اس کا کیا سمادہان کرتے ہیں۔ خیر کچھ ہو ہم آپ کے اپنے پیش کردہ پنر جنم کے عقیدہ کو سپشٹ (صاف) اور وید انکول سمجھتے ہیں اس لئے اس کے لحاظ سے آپ کو سناتنی ہندو مانتے ہیں۔

ورن آشرم ویوستھا

(مہاتما جی) "میں ورن آشرم دہرم کو مانتا ہوں۔ پر تو اپنی سمجھ کے انوسار ٹھیک ویدک ارتھ میں۔ آج کل کے اپورن اور پرچلت ارتھ میں نہیں"

ورن آشرم ویوستھا منش کی پرکرتی کے لئے آوشیک ہے............

جنم کے ساتھ اس کا سنبندھ اوشیہ ہے۔ کوئی منش اپنی اچھیا کے انوسار اپنا ورن بدل نہیں سکتا۔ اپنے ورن کے انوسار نہ چلنا گوتر تو کو نہ ماننا ہے۔ ہاں جو ہزاروں چھوٹی چھوٹی جاتیاں بن گئی ہیں یہ تو اس سدہانت کا اناوشیک (غیر ضروری) اور من مانا ویوہار کرنا ہے۔ صرف چاروں ورن ہی سب طرح سے کافی ہیں۔ میں اس بات کو نہیں مانتا کہ سہ بھوج اور انتر وواہ سے کسی منش کا جنم جات ورجہ اوشیہ ہی چھن جاتا ہے۔ یہ چار وبھاگ منش کے ویوسائے کے سوچک ہیں۔ وے ساماجک ویوہار کی مریادا نہیں بناتے۔ یہ چاروں تو کرتویہ (فرض) کا نرنے کرتے ہیں............ میری رائے میں تو یہ بات ہندو دہرم کے سناتن تتو کے وپریت (خلاف) ہے کہ ایک

کو تو سریشٹھتا (فضیلت) دے دی جائے۔ اور دوسرے کو کنشٹ (ادنیٰ) بتایا جائے .... برہمن کل میں جنم ہونے کے کارن وہ پڑھانے تا گیان شیل ہے۔ انو ونشک (خاندانی) روپ سے تتھا شکھشا اور ابھیاس کے کارن وہ دوسرے کو گیان دینے کے لئے سب سے ادھک پاتر ہے۔ پھر ایسی کوئی بات نہیں ہے جو کسی شودر کو یتیچھ گیان (حسب منشاء علم) پراپت کرنے سے روک سکے .... لیکن جو برہمن اپنے گیان کے ادھکار کے بل پر اپنے اُوچ اور سریشٹھ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اُس کا پتن ہو جاتا ہے۔ نوجیون ۷۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء۔"

"میں یہ خیال کرنے کے لئے تیار ہوں کہ وراثت کا قانون ایک بیرونی قانون ہے اور اُس قانون کو تبدیل کرنے کی کوشش سے بالکل گڑ بڑ ہو جائے گی جیسی کہ پہلے ہوتی رہی ہے۔ ایک براہمن کو اُس کی تمام زندگی میں ہمیشہ براہمن سمجھنے میں بہت بڑا فائدہ دیکھتا ہوں اگر وہ برہمن کی طرح عمل نہیں کرتا تو قدرتاً اُس کی تعظیم نہ رہے گی۔ جو ایک حقیقی براہمن کی ہونا چاہیئے .... قدرت بغیر کسی غلطی کے امکان کے ایک براہمن کو اگر وہ بُری طرح عمل کرتا ہے۔ گھٹیا یونی میں جنم دے کر اور ایک ایسے آدمی کو جو موجودہ جنم میں ابراہمن ہے۔ اگلے جنم میں براہمن بنا کر ان کو برابر کر دے گی۔ ینگ انڈیا ہندی دوسری جلد

صفحہ ۶۸۳ - پرتاپ لاہور ۱۵ - دسمبر ۱۹۲۰ء "

" مدراس میں میں نے ایک جلسہ میں جو تقریر کی تھی - اُس میں سے ایک فقرہ کو الگ کرکے اُس کے غلط معنے لگائے گئے ہیں اور اُسے نام نہاد براہمنوں اور غیر براہمنوں کے باہمی عناد کو ترقی دینے کے لئے بُری طرح استعمال کیا گیا ہے ---------- میں لفظ نام نہاد جان بوجھ کر استعمال کر رہا ہوں - کیونکہ جن براہمنوں نے اپنے آپ کو توہمات سے آزاد کر لیا ہے اُن کا نہ صرف غیر براہمنوں سے کوئی جھگڑا ہی نہیں - بلکہ وہ غیر براہمنوں کو جہاں کہیں وہ کمزور ہیں - ہر ایک طرح آگے بڑھانے کے خواہشمند ہیں

پرتاپ لاہور ۴ - نومبر ۱۹۲۰ء "

" گو براہمن جنم سے ہوتے ہیں - لیکن براہمن پن جنم سے نہیں ہوتا - یہ تو وہ گُن ہے جس کو ایک چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی اپنی کوشش سے حاصل کر سکتا ہے - نوجیون ۱۹ - مارچ ۱۹۲۵ء تیج دہلی ۲۳ - مارچ ۱۹۲۵ء منقول از ینگ انڈیا "

(آریہ) اگرچہ مہاتما جی نے ورن آشرم دیوستھا کو ویدک ارتھ میں ماننے کا دعوٰی کیا ہے - اور عام طور پر ہندوؤں میں آج کل جیسی خاندانی ورن ویوستھا مانی جاتی ہے - اُس کے ماننے سے انکار کیا ہے - مگر یہ دعوٰی آپکا کہاں تک درست ہے - اس کا اندازہ کچھ تو پیچھے درج کئے گئے آپ کے وید

سبندھی وچاروں سے ہی لگ جاتا ہے اور کچھ میری مندرجہ ذیل سمالوچنا سے لگ جائے گا۔

مہاتما جی ایک طرف تو ورن کو پیدائشی و صرف کرتویہ کے فیصلہ کرنے والا بتلاتے ہیں اور براہمن و شودر کو برابر کا قرار دیتے ہیں۔ مگر دوسری طرف ادنی سے ادنی انسان کے لئے براہمنتو (براہمن پن) کا حاصل کرنا ممکن اور اپنے فرض کو ادا نہ کرنے والے براہمن کو غیر حقیقی یا نام نہاد بتلاتے ہیں۔ اور شودر کی یونی کو براہمن کی یونی سے گھٹیا ٹھہراتے ہیں۔ یہ ایک ایسے خیالات کا مجموعہ ہے۔ جو کہ متضاد ہونے سے بالکل بے معنی بن جاتا ہے اور ناظرین کو آپکا اصلی عقیدہ جاننے کے لئے کوئی رہنمائی نہیں کرتا۔ ویسے تو مہاتما جی کا پورا حق ہے کہ آپ جو بھی چاہیں اور جیسا چاہیں اپنا عقیدہ رکھیں۔ مگر جب آپ اپنے کسی عقیدہ کے ویدک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تب آپ جیسے لوک مانیہ اور لوک پرسدھ مہاتما کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ آپ اپنے عقیدہ کو صاف طور پر بیان فرما دیں اور اس کے ویدک ہونے کا ثبوت بھی پیش کریں۔ اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے۔ تو ویدک دھرمی ہونے کی حیثیت سے ہمارا حق ہے کہ آپ سے مطالبہ کریں کہ آپ اپنے دعوے کو ویدک ثابت کریں۔ ورنہ آپ اپنے کلپت سدھانتوں (فرضی عقیدوں) کو ویدوں کے گلے مڑھ کر ویدوں کے ماننے والے عوام کو گمراہی میں نہ ڈالیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ نے جو ورن کا تعلق جنم سے مانا ہے۔ اور مرنے تک
ورن کے تبدیل ہونے سے انکار کیا ہے۔ یہ سدھانت ویدک نہیں ہے۔ بلکہ
اویدک ہے۔ اگرچہ آپ کے اس عقیدہ کے اویدک ہونے میں سینکڑوں عقلی
ونقلی ثبوت بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن بلا ثبوت دعوے کی تردید کرنا
غیر ضروری سمجھکر اور ستیارتھ پرکاش آدی پستکوں میں پرمانوں کی موجودگی
کے خیال سے یہاں پر ویرتھ کی سدھی کرنا اور پسے ہوئے کو پیسنا نہیں چاہتے
البتہ غلط فہمی کو دور کرنے۔ عوام کی واقفیت اور اظہار صداقت کے لئے
اس کے متعلق یہاں پر بھی کچھ لکھا جاتا ہے۔

در اصل ورن کو جنم سدھ (پیدائشی) اور زندگی بھر غیر مبدل ماننے والی
غلط فہمی کا مول کارن (بنیادی سبب) جہاں پر اپنے ورن دھرم اور کرم
سے کورے ناقابل خاندانی مگر ہوشیار نام نہاد براہمنوں کی اپنی فضیلت
اور عظمت بنائے رکھنے والی کوشش ہے۔ وہاں پر جاتی اور ورن شبدوں کو
مترادف (پریائے واچک) سمجھنے کی بھول بھی ہے۔ جو کہ خاصکر ہندی ساہتیہ
(لٹریچر) میں ورن اور جاتی شبد کو روڑھی (اصطلاحی) معنوں میں استعمال
کرنے کا نتیجہ ہے۔ لیکن ویدک ساہتیہ میں جاتی اور ورن شبد دو مختلف
معنوں میں آتے ہیں۔ اور اُن میں باہمی جو فرق ہے وہ اس پرکار ہے۔
(۱) جاتی نوع کو کہتے ہیں جیسے منش۔ گھوڑا۔ گائے وغیرہ اور ورن

عہدہ و پیشہ کا نام ہے۔ جیسے ماسٹر اور لوہار۔ نجار وغیرہ۔

(۲) جاتی پراربدھ کرموں کے مطابق ایشور کی بنائے ویوستھا (طریق انصاف) سے اپنے ماں باپ کے ذریعہ جنم سے ہی ملتی ہے۔ پرمان

सति मूले त द्विपाको जात्यु र्भोगा:॥ योग २/१३॥

یعنی جاتی۔ عمر اور بھوگ پراربدھ کرم کا پھل ہیں۔ اور

समान मसवातमक: जाति॥

یعنی ایک ہی قسم کے نر اور مادہ سے ایک طرح پر پیدا ہونے والوں کی ایک ہی جاتی ہے جیسے سب انسان ایک جاتی اور سب گائے دوسری جاتی ہے۔ لیکن ورن گن اور کرم روپ پرشارتھ سے حاصل کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ نروکت ادھیائے ۲ کھنڈ ۳ میں لکھا ہے۔ वर्णो वृणोते॥

(۳) جاتی درشیاتمک (نظر آنے والی) ہونے سے باہر کی اندریوں و شکل و شباہت سے پہچانی جاتی ہے پرمان

आकृतिर्जाति लिङ्गाख्या॥

یعنی آکرتی (بیرونی شکل و شباہت و اندری) ہی جاتی کا نشان ہے۔ جیسے منش کی شکل اور اندری رکھنے والے سب منش ایک جاتی اور گھوڑے کی شکل اور اندری رکھنے والے سب گھوڑے دوسری جاتی ہے۔ اور ورن آدرشیہ (جو نظر نہ آئے) ہونے سے گنوں اور کرموں کے لحاظ سے ہی جانا جاتا ہے۔ نہ کہ جاتی کی طرح بیرونی شکل و شباہت سے۔ جیسے کہ چاروں ورنوں کے مل کر

بیٹھے ہوئے منشیوں کے ورن اُن کے گنُوں اور کرموں سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ نہ کہ اُن کی بیرونی شکل اور اندریوں کو دیکھ کر۔

(۴) جاتی کے پیدائشی ہونے کے باعث وہ جسم کے فنا ہونے تک برابر بنی رہتی ہے۔ اور موجودہ جنم میں نہیں بدل سکتی۔ جیسے منش موجودہ جنم میں گھوڑا اور گھوڑا اس جنم میں منش نہیں بن سکتا۔ لیکن ورن گنوں اور کرموں کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ اور گنُ و کرم ایک ہی جنم میں بدل سکتے ہیں۔ اس لئے گنُوں اور کرموں کے بدلنے سے ورن موجودہ جنم میں بھی بدل سکتا ہے۔ پرمان

शूद्रो ब्राह्मणतामेति ब्राह्मणश्चेति शूद्रताम् । क्षत्रियाज्जात मेवन्तु विद्याद्वैश्यात्तथैवच ॥

(ارتھ) وِدیا آدی گنوں کے بدلنے سے شودر براہمن اور براہمن شودر و کھشتری ویش اور ویش کھشتری ہو جاتا ہے۔ یعنی چاروں ورن آپس میں بدل سکتے ہیں۔ منوسمرتی

एभिस्तु कर्मभिर्देवी शुभैराचरितैस्तथा ।

शूद्रो ब्राह्मणतां याति वैश्यः क्षत्रियतां तथा ॥ २६ ॥ महा· अनुशा· अ· १४३

(ارتھ) اس طرح کے شبھ کرم اور سداچار سے شودر براہمن اور ویش کھشتری بن سکتا ہے۔

धर्मचर्य्यया जघन्यो वर्णः पूर्वं पूर्वं वर्णं मा पद्यते जाति परिवृत्तौ।

अधर्मचर्य्यया पूर्वो वर्णो जघन्यं वर्णं मापद्यते जाति परि वृत्तौ ॥

(ارتھ) دہرم آچرن سے نکرشٹ ورن اپنے سے اوتم ورن کو پراپت کرلیتا ہے اور ادہرم آچرن سے اوتم ورن نچلے ورن کا بن جاتا ہے۔

چنانچہ اسی ویدک نیم کے مطابق ورن برابر بدلتا بھی رہا ہے۔ جس کے بہت سے پرمانوں میں سے مثال کے طور پر صرف دو نیچے درج کئے جاتے ہیں:-

ब्राह्मण्यं यदि दुष्प्राप्यं त्रिभिर्वर्णैर्नराधिप।

कथं प्राप्तं महाराज क्षत्रियेण महात्मना ॥१॥

विश्वामित्रेण धर्मात्मन् ब्राह्मणत्वं नरर्षभ ॥२॥

देहान्तर मना साद्य कथं स ब्राह्मणोऽभवत्।

मतंगस्य यथा तत्वं तथैवेत द्ब्रुव मे ॥ १८ ॥

स्थाने मतंगो ब्राह्मण्य मल भद्र भरतर्षभ।

चांडाल योनौ जातोहि कथं ब्राह्मण्य माप्तवान ॥१९॥

महा॰ अनुशा॰ अ॰ २४३

جسکا مطلب یہ ہے کہ ہے راجہ اگر براہمنتو ملنا مشکل ہے۔ تو ایک ہی جنم میں کھشتری وشوامتر کیسے براہمن بن گیا۔ اور دوسری دیہہ نہ دہارن کرنے پر بھی چانڈال

کل میں پیدا ہو کر متنگ رشی کیسے براہمن ہو گئے۔

(۵) ویدک اصطلاح میں سوائے شودر کے باقی تینوں ورنوں (براہمن کھشتری ویش) کو دوج کہتے ہیں اور دوج کے معنی ہیں دو جنم والا۔ پہلا جنم اس کا ماتا پتا سے ہوتا ہے۔ اور دوسرا جنم گورو کے پاس جا کر ودیا پڑھکر دو جنو کو حاصل کرنے سے ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان دوسرے جنم سے دوجنما بنتا ہے نہ کہ ماتا پتا سے ملنے والے پہلے جنم سے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ جنم سے کوئی بھی براہمن وغیرہ نہیں ہو سکتا۔

اس کے علاوہ پرتکش میں بھی براہمن کھشتری وغیرہ خاندانوں میں پیدا ہونے والے دھرم بھرشٹ ہو جانے (عیسائی مسلمان ہو جانے) پر اس جنم میں ہی اپنے ورن سے گر جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اوپر کے بیان سے ثابت ہے کہ جاتی اور ورن ویدک لٹریچر میں اپنے اپنے علیحدہ معنی رکھتے ہیں۔ ان کو ہم معنی سمجھنا یا اپنی مرضی سے اُن کی تعریف اور اُنکا استعمال کرنا یا یوں کہو کہ ورن کو پیدائشی بتلانا ہرگز درست نہیں مانا جا سکتا۔ بلکہ ویدک قاعدہ کے مطابق یہی ماننا ٹھیک ہوگا۔ کہ براہمن وغیرہ ورن بتلانے والے نام انسان کے ذاتی نہیں بلکہ صفاتی ہیں۔ اس لئے جس جس آدمی میں جس جس ورن کے پردھان گن اور کرم ہوں گے۔ وہی اُس کا ورن ہوگا۔ اور وہ گُن اور کرم کے بدلنے سے بدل بھی سکے گا۔ مہاتما جی کے اس کتھن کا کہ

کوئی منش اپنی خواہش کے مطابق اپنا ورن بدل نہیں سکتا۔ مفہوم یہی ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی منش کوشش کر کے قابلیت حاصل کرنے یا قابلیت کھو دینے اور ورن دہرم کے خلاف عمل کرنے پر بھی اپنا ورن نہیں بدل سکتا۔ اس لئے یہ کہنا ایسا ہی غلط اور نسار ہے۔ جیسے کہ یہ کہنا۔ کہ کسان کا لڑکا ڈاکٹر اور ڈاکٹر کا لڑکا کسان نہیں بن سکتا۔

بھلا اس قسم کی تبدیلی میں کون سی ایسی قدرتی یا فطرتی رُکاوٹ ہے۔ جو کہ ورن کے بدلنے کو ناممکن بناتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مہاتما جی محض قانون وراثت میں گڑبڑ ہو جانے کے خیال سے عمر بھر ورن کی تبدیلی نہیں مانتے۔ اور اس لئے ایک جنم کے برہمن کو ہمیشہ ہی برہمن علی ہذا کھشتری کو کھشتری ویش کو ویش اور شودر کو شودر سمجھنے میں بڑا فائدہ سمجھتے ہیں۔ مگر یہ خیال نہیں فرماتے۔ کہ پیدائشی ورن کے ماننے سے جو بیہودہ پیدائشی فضیلت اور نسلی منافرت بڑھی ہے اور بڑھے گی۔ اُس سے دہرم۔ دیش اور جاتی کو کس قدر نقصان پہنچا ہے اور پہونچے گا۔ میری دانست میں تو گن کرم کی قابلیت پر مبنی ورن ویوستھا سے بھی قانون وراثت میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ قانون وراثت اگر موجودہ طریق پر بھی ہو تو بھی اُس کا اطلاق ممبروں پر اُن کے خاندانی تعلقات کی بنا پر ہو گا نہ کہ خاندان کے مختلف ممبروں کے مختلف ورنوں کی بنا پر۔ اور بالفرض محال بقول آپ کے قانون وراثت کی

وجہ سے اگر کوئی مشکل سامنے آئے بھی تو بھی قانون وراثت کو بدل کر اس کی گتھی سلجھائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ انسانی قانون ایسی چیز نہیں ہے جو کہ ضرورت کے لحاظ سے بدلا نہ جا سکے۔ ممکن ہے کہ کسی وقت قانون وراثت بھی اس یا اسی قسم کے کسی اور اصول کے بنا پر ہی بنایا جائے کہ جنم سے کوئی بھی انسان اپنے پیدائشی رشتہ داروں کی کسی چیز کے لینے کا تب تک مستحق نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ وہ اُس کے لینے کے قابل اپنے آپ کو نہ بتائے۔ اس لئے محض قانون وراثت کے خوف سے ورن دیوستھا کی اصلی شکل کو ہی بدل دینا ہرگز مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے جہاں ورن دیوستھا کا حقیقی مقصد (قابلوں کے ہاتھ میں کام دینا) ہی نسشٹ (تباہ) ہو جاتا ہے۔ وہاں وراثتی ورن دیوستھا کے ماننے سے سماج میں پرشارتھ اور قابلیت کی کوئی قیمت ہی باقی نہیں رہتی اور سماج (سوسائٹی) دماغ کو تالا لگا کر لکیر کا فقیر بن کر تنزل کے گڑھے میں گر جاتا ہے۔ جیسے کہ آج کل ہندو سماج گر رہا ہے۔ مہاتما جی نے یہ تو لکھ دیا کہ ایک برہمن کو زندگی بھر برہمن سمجھنے میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ مگر وہ فائدہ کیا ہے اُس کا اظہار نہیں فرمایا۔ اس لئے فائدہ کچھ ہے بھی یا نہیں۔ یہ تو اُسی وقت کہا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ سامنے آوے۔ مگر برخلاف اس کے اس کا جو خوفناک نتیجہ اور اس سے جس قدر نقصان ہے۔ وہ ظاہر ہے اور ہم اُس کا پھل بھگت رہے ہیں۔ چنانچہ چھوت چھات جس کو کہ مہاتما جی شیطانی اختراع بتلاتے ہیں

وہ اس خاندانی ورن ویوستھا کا ہی ایک زہریلا پھل ہے۔ کہ جس سے ہندو سماج کے سنگھٹن۔ طاقت اور انسانی ہمدردی کا ناش ہوا ہے جس کی وجہ سے آج نام نہاد اوچ ورن کے ابھمانیوں کی طرف سے نیچ سمجھ لئے گئے اپنے ہی چھ کروڑ بھائیوں کے ساتھ کتے بلے وغیرہ سے بھی بُرا انسانیت و شرافت سے گرا ہوا ویوہار کیا جاتا ہے۔ اُس سارے انرتھ اور ظلم کے لئے جو کہ دھرم کے نام پر اپنے ان بھائیوں سے روا رکھا جاتا ہے۔ جنم سے تعلق رکھنے اور زندگی بھر قائم رہنے والی آپ کی تائید کی ہوئی ورن ویوستھا ہی ذمہ وار ہے اسی وراثتی ورن ویوستھا کی وجہ سے ہی اپوجیوں کی پوجا اور پوجیوں کا ترسکار ہوتا ہے جو کہ ہمت والوں کی کمر ہمت کو توڑنے اور مستحقوں کے حق کو پامال کرنے و انسانی آزادی کو کچلنے والا پاپ ہے۔

اس موروثی ورن ویوستھا کے تعصب پر مبنی عقیدہ سے تو مہاتما جی ورن کو بھی فرقہ وارانہ حق قرار دیکر قابلیت کے لحاظ سے وہ جتوا برہمن۔ کھشتری اور ویش ہیں) کے مستحق شودروں کو اُس کی حصولی اور آزادانہ ترقی کرنے کے لئے زندگی تک محروم کر دیتے ہیں۔ جو کہ اُن پر سخت ظلم ہے۔ اس لئے ہمیں تو پیدائشی ورن میں کوئی بھی خوبی نظر نہیں آتی۔ مگر پرشارتھ سے حاصل کئے جانے والے ورن میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جن کا کہ جنم سے ملنے والے ورن سے ناش ہونا اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اگر گُن کرم انوسار

ورن کے قاعدہ کو پہلے کی طرح پھر سے جاری کر دیا جائے۔ تو اس کا بڑا بھاری فائدہ یہ ہوگا کہ جس طرح پرانے زمانہ میں بہار گو اور شونک وغیرہ دنشوں (خاندانوں) کی چاروں ورنوں والی اولاد ایک مشترکہ خاندان میں رہتی تھی۔ اسی طرح اب بھی ایک ہی پتا کی چاروں ورنوں والی اولاد مشترکہ پریوار میں رہیگی اور اس سے بہت حد تک موجودہ پیدائشی عظمت کا گھمنڈ نسلی منافرت (ونشیہ گھرناں) اور خاندانی ورن سے پیدا شدہ چھوٹی بات پات کا ناش ہو جائے گا۔ یا یوں سمجھئے کہ اس وقت برہمن اور شودر یا کہ چاروں ورنوں میں جو باہمی نفرت اور دویش موجود ہے۔ وہ اپنے مول کارن (بنیادی سبب) خاندانی ورن اور جات پات کے مٹنے سے ضرور ہی مٹ جائیگا۔

بعض وراثتی ورن ویوستھا کے ماننے والے بھائیوں کی طرف سے اولاد کو ماں باپ کے جسم وغیرہ سے وراثت میں ملنے والی چیزوں کا ورن ویوستھا کے ساتھ تعلق بتلایا جاتا ہے۔ وہ واقعی وزن رکھتا ہے۔ اس لئے قابل غور ہے۔ اس کے متعلق ہمیں کیا کسی کو بھی اس سچائی کے ماننے سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ منش کا آتما اپنے پراربدھ کرموں کے سنسکار اپنے ساتھ لاتا اور اپنی شاریرک پرکرتی کا زیادہ تر حصہ جنم کے ساتھ ہی اپنے ماتا پتا سے ورثہ میں پاتا ہے۔ جس کا کہ منش کے دل و دماغ پر اثر ہونے سے بالواسطہ منش کے ورن پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ مگر اس سے بھی خاندانی ورن اور زندگی بھر

اُس کا قایم رہنا ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اول یہ تو پرتکھش (مشاہدہ) کے خلاف ہے کہ یہ ابتدائی موروثی پرکرتی انسان کی آزادی کو ہی چھین لیتی ہے۔ یا کہ ماتری پتری گنوں کے خلاف کسی طرح کی بھی ترقی اور تنزل انسان کو کرنے ہی نہیں دیتی۔ ایسا ماننے سے پرشارتھ (ابھودے اور مکتی) کا بھی نشیدھ ہو جاتا ہے۔

دُوم۔ ادھیاتمک فلاسفی اور میڈیکل سائنس بھی اس بات کو مانتے ہیں اور تجربات و مشاہدات سے بھی یہ ثابت شدہ ہے۔ کہ اچھی بُری سنگت کرنے اور دوِّیا پراپتی آدی نمتوں (اسباب) سے سنسکاروں اور جل وایو اور بھوجن کے لحاظ سے شاریرک پرکرتی میں ضرور ہی تبدیلی ہوتی ہے۔

سُوم۔ بچہ ماں باپ سے جو کچھ ورثہ میں پاتا ہے۔ وہ خاندانی نہیں بلکہ محض اپنے ماں باپ کی ہی شاریرک پرکرتی سے حصہ لیتا ہے۔ اور یہ بھی کوئی لازمی امر نہیں ہے کہ اُس کے ماں باپ کی شاریرک پرکرتی (جسمانی خصلت) اپنے خاندانی ورن کے ضرور ہی موافق ہو۔ اس لئے اس دلیل سے بھی موروثی ورن کی تائید نہیں ہو سکتی۔

اگر بقول مہاتماجی سچ مچ کوئی ورن کرتویہ کا نرنے (کام کا فیصلہ) کرنے والے ہیں۔ تو وہ قابلیت (گن کرم) پر مبنی ورن ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ موروثی ورن۔ کیونکہ خاندانی نام نہاد براہمن اور کھشتری وغیرہ اصلی براہمن اور حقیقی

کھشتری وغیرہ کا کام ہرگز نہیں کرسکتا۔ آپ نے براہمن خاندان میں جنم لینے والے کو پردھانیتا گیان شیل (ذی علم) ہونے اور انو ونشک (خاندانی) حیثیت سے دوسروں کو گیان دینے کے لئے سب سے زیادہ پاتر (موزوں) بتلایا ہے۔ حالانکہ یہ بھی تجربہ اور مشاہدہ کے بالکل خلاف اور غلط ہے۔ بھلا جو قابلیت کے لحاظ سے براہمن ہی نہیں ہے۔ وہ پڑھا اور جو کھشتری نہیں وہ دوسروں کو بچا ہی کیسے سکے گا۔ جبکہ ہر ایک کام کو قابلوں کے ہاتھ سے کرانا اور ناقابلوں کے ہاتھ سے بچانا ہی ورن ویوستھا کا مکھیہ اودیش (حقیقی مقصد) ہے اور قابل و ناقابل کی جانچ گن اور کرم سے ہوتی ہے نہ کہ اُن کے جنم سے۔ تو پھر جنم سے پردھانتا (خصوصیت) کیونکر مانی جا سکتی ہے۔

اگر خاندانی براہمنوں سے براہمن اور خاندانی کھشتریوں وغیرہ سے کھشتری وغیرہ کی پیدائش مانی جائے گی تو اس صورت میں جہاں حقیقی اور غیر حقیقی براہمن میں تمیز نہ رہنے سے ورن ویوستھا کا مقصد حاصل نہ ہو سکے گا۔ وہاں مہا تما جی کے اس کتھن (ورن آشرم ویوستھا منش پرکرتی کے لئے سوبھاوک ہے) کے مطابق ورن ویوستھا کو عالمگیر بھی نہ بنا سکیں گے۔ کیونکہ سوائے بھارت کے دوسرے ملکوں میں ورنوں کے خاندان ہیں ہی نہیں۔ اس لئے وہاں براہمن وغیرہ ورن بھی پیدا نہیں ہو سکیں گے۔

جائے غور ہے کہ بقول مہاتما جی جس براہمن نے براہمن کے کرم کر کے اپنے کو حقیقی براہمن بنایا ہی نہیں - پھر بھی اُس کو زندگی بھر براہمن ہی ماننا گیا صریحی غلطی نہیں ہے - کیا اس کو براہمن مان کر اصلیت سے انکار کرنا نہیں ہے - کیا اس طرح اُس کو اپنے منصبی فرائض سے گمراہ اور لاپرواہ بنانا نہیں ہے - اور کیا جو اُس غیر حقیقی براہمن کو براہمن ہی نہیں مانتا وہ راستی پر نہیں ہے - اور وہ اس طرح اس کی گراوٹ سے اُسے آگاہ کر کے اُس کو اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لئے خبردار نہیں کر رہا -

بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ورن غیر مبدّل بھی ہو - اور براہمن اپنے کرتویہ پالن نہ کرنے سے محض نام نہاد برہمن بھی ہو - کیونکہ اگر ورن جنم سے ہے تو وہ کسی طرح بھی غیر حقیقی نہیں ہو سکتا - اور اگر براہمن براہمن کے فرض ادا نہ کرنے سے نام نہاد براہمن ہو سکتا ہے - جس کو کہ مہاتما جی نے بھی تسلیم کیا ہے - تو پھر ماننا پڑے گا کہ وہ جنم سدھ (پیدائشی) نہیں ہے -

مہاتما جی فرماتے ہیں کہ " میں اس بات کو نہیں مانتا کہ سہ بھوج اور انتر وواہ سے کسی منش کا پیدائشی درجہ ضرور ہی چھن جاتا ہے " یہ تو مہاتما جی کا اختیار ہے کہ کسی بات کو مانیں یا نہ مانیں - غلط کو مانیں یا صحیح کو مانیں - غلط کو صحیح مانیں اور صحیح کو غلط مانیں - مگر میں یہ ضرور کہونگا کہ انتر وواہ

کرنے والوں کا پیدائشی درجہ چھپنے یا نہ چھپنے۔ لیکن انتر وواہ کے ہونے سے
آپ کا مانا ہوا خاندانی ورن قایم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ مثال کے طور پر
لیجئے۔ کہ اگر کسی خاندانی براہمن کا کسی ایسی استری سے وواہ ہوگا۔ جو کہ
براہمن خاندان میں پیدا نہیں ہوئی۔ شودر یا کہ میچھ کُل میں پیدا ہوئی ہی
تو اُس علیحدہ علیحدہ خاندانی ورنوں والے جوڑے کی اولاد دوگلی ضرور
ہوگی۔ اس لئے اُن کی اولاد کو نہ تو پیدائشی براہمن ہی کہہ سکیں گے۔ اور نہ
کھشتری۔ ویش اور شودر ہی۔ بلکہ چاروں ورنوں سے الگ اُس کا کوئی اور
ہی ورن ماننا ہوگا۔ وہ ورن کیا ہوگا۔ یہ خاندانی ورن ماننے والے مہاتما
یا آپ کے ہمخیال اصحاب ہی بتلا سکتے ہیں۔

مہاتما جی لکھتے ہیں کہ میری رائے میں یہ بات ہندو دھرم کے سناتن
تتو (پُرانی سچائی) کے خلاف ہے کہ ایک کو تو ورِشٹھتا (اعلیٰ پن) دی
جائے اور دوسرے کو نکرشٹ (ادنیٰ) بتلایا جائے۔ اگر آپ کا یہ فرمانا
انسانیت کے نکتۂ نظر سے ہوتا۔ تب تو یہ بالکل ٹھیک اور وید انکول تھا۔
جیسا کہ نیچے دئے گئے وید منتروں سے ظاہر ہے۔

अज्यष्ठा सो अकनिष्ठास एते सं भ्रातरो वावृधुः सौभगाय ।ऋ।५।६०।५॥

ते अज्येष्ठा अकनिष्ठास उद्भिदो मध्यमासो महसा वि वावृधुः।ऋ।५।५९।६॥

ان دونوں منتروں میں تبلایا گیا ہے کہ اے منشو! تم میں نہ کوئی بڑا ہے اور نہ کوئی چھوٹا اور درمیانہ ہے۔ تم آپس میں ایک جیسے سب بھائی ہو۔ تم سب مل کر ترقی کرو۔ لیکن ان وید منتروں میں بیان کی گئی سمانتا (مساوات) تو انسان کے پیدائشی نکتہ نظر سے ہے چاہے کوئی براہمن ہو یا کہ شودر۔ نہ کہ اُن کے ورنوں کی درشٹی سے۔ کیونکہ ویدک ورن ویوستھا گنوں اور کرموں کی بنا پر ہے اور گن و کرم اچھے و بُرے دونوں طرح کے ہوتے ہیں۔ اسلیئے دِوِیا آدی اوتم گنوں والا اور سداچاری انسان وورن شریشٹھ (اعلیٰ) اور اُن گنوں و کرموں سے نیچا یا کہ خالی اُن سے ضرور نکرشٹ (ادنیٰ) ہوگا۔ مگر مہاتما جی تو اس کے خلاف ورنوں کی درشٹی سے ہی سمانتا تبلا رہے ہیں۔ جو کہ آپ کے مانے ہوئے پیدائشی ورن کے بھی خلاف ہے اور اس کا نشیدھ (ممانعت) تو آپ کے اوپر دیئے گئے پرتاپ کے ۱۵۔ دسمبر ۱۹۲۰ء والے لیکھ سے ہی ہو جاتا ہے کہ جس میں آپ نے براہمن کی یونی کو بڑھیا اور شودر وغیرہ کی یونی کو گھٹیا تبلاتے ہوئے اُن سے پیدا ہونے والے براہمن سے غیر براہمن کو گھٹیا مان لیا ہے۔

مہاتما جی نے اپنی خاندانی ورن ویوستھا کو ثابت کرنے کے لئے یہ دارشنک یکتی (منطقی دلیل) بھی دی ہے۔ کہ "گو براہمن جنم سے ہوتے ہیں۔ لیکن براہمن پن (براہمنتو) جنم سے نہیں ہوتا" اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ آپ نے براہمن اور براہمن پن کو جُدا جُدا قرار دیتے ہوئے براہمن کو
جنم سدھ (پیدائشی) اور براہمن پن کو پرشارتھ سے حاصل کئے جانے والا مانا
ہے۔ لیکن یہ دلیل ایک لنسارمن بھلانیوالی پہیلی سے بڑھ کر نہیں ہے کیونکہ
براہمن ورن ہے۔ جوکہ براہمن پن کی قابلیت سے ہی حاصل کیا جاتا ہے۔
یا یوں سمجھئے کہ براہمنتو یعنی براہمن پن براہمن کا وشیشن (صفت) ہے۔
اور اسی براہمنتو کے وشیشن سے ہی آدمی براہمن بنتا ہے۔ جس میں براہمن پن
نہیں ہے۔ وہ براہمن ہی نہیں ہے۔ جس طرح انجنیرپن کے بغیر کسی کو انجنیر
اور ڈاکٹرپن کے بغیر کسی کو ڈاکٹر بتلانا محض مذاق ہے۔ کیونکہ انجنیرنگ اور
ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے سے پہلے کوئی آدمی انجنیر اور ڈاکٹر نہیں بن سکتا۔
اور نہ ہی کہلا سکتا ہے۔ اُسی طرح براہمنتو کے حاصل کرنے سے پہلے کوئی
شخص براہمن بھی بن اور کہلا نہیں سکتا۔ اگر بقول مہاتما جی براہمن پن کو
ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی بھی کوشش کرنے سے حاصل کر سکتا ہے۔ جوکہ بالکل
درست اور وید انکول ہے۔ تو پھر براہمنتو کے حاصل کرنے والے کے براہمن
بننے میں بھی کوئی شک نہیں رہتا۔ کیونکہ جس میں براہمن پن ہوگا۔ وہی
حقیقت میں براہمن بھی ہوگا۔ ایسے آدمی کو اس کی زندگی تک براہمن نہ کہنا
اور جس میں براہمنتو نہیں ہے۔ اُس کو محض براہمن کُل میں پیدا ہونے کی وجہ
سے براہمن کہے جانا سچ کو جھوٹھ اور جھوٹھ کو سچ تبلانا ہے۔

مُورتی پوجا

(مہاتماجی) "میں مُورتی پُوجا میں اوشواس نہیں کرتا ۔ ۔ ۔

میں اُوپر کہہ چکا ہوں کہ میں مُورتی پُوجا میں اوشواس نہیں کرتا ۔ ہاں کسی مُورتی کو دیکھ کر میرے ہردے میں تو کسی پرکار کے آدر کی بھاونا ہی جاگرت نہیں ہوتی ۔ لیکن میرا خیال ہے کہ مُورتی پُوجا مانوی سبھاؤ کا ایک انگ ہے ۔ ہمیں ستھول اُپکرن (موٹے ذریعہ) کا سہارا لینا پڑتا ہے ۔ گرجا میں چت جتنا ایکاگر ہو جاتا ہے ۔ اتنا دُوسری جگہ کیوں نہیں ہوتا ۔ کیا یہ مُورتی پُوجا کا ہی ایک بھید نہیں ہے ۔ پرتماؤں سے پُوجا ارادھنا میں سہائتا ملتی ہے ۔ کوئی ہندو پرتما کو ہی سویم ایشور نہیں مانتا ۔ میں مُورتی پُوجا کو پاپ نہیں مانتا ۔ نوجیون ۷ ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء"

"میں بُت شکن ہوں ۔ اس لئے مسلمان ہوں ۔ اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ دریائے نربدا کا ایک پتھر میری توجہ کو میرے پرماتما پر مجتمع کر سکتا ہے ۔ تو میں اُسے بھی لے جا کر پُوجا کروں گا ۔ اس لحاظ سے میں ہندو ہوں ۔ پرتاپ لاہور ۲ ۔ جولائی سنہ ۱۹۲۴ء ۔ احمدآباد والے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں کی ہوئی مہاتماجی کی ۲ ۔ جون سنہ ۱۹۲۴ء والی تقریر میں سے ۔"

"مورتی پرمیشور نہیں ہے۔ بلکہ مورتی میں پرمیشور کا اردھن کرکے لوگ اُس میں تلمین (محو) ہوتے ہیں۔ لکڑی کے منش بنا کر منش کا کام اُن سے نہیں لے سکتے۔ پرنتو چتر (لیکن تصویر) کے دوارا اپنے ماں باپ کی سمرتی (یاد) تازہ رکھنے کے لئے چتروں کا پریوگ کرکے لاکھوں سپتر اور سپتری کیا کرتے ہیں۔ پرمیشور سرو ویاپک ہے۔ نربدا کے ایک پتھر میں بھی اُس کا اردھن کرکے پرمیشور کی بھگتی ہو سکتی ہے۔ نوجیون ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ء"

"مورتی کے معنی اگر بُت لیا جائے تو میں مورتی بھنجک (بُت شکن) ہوں مورتی کے معنی اگر دھیان کرنے یا عزت کرنے یا یادداشت کا سادھن (ذریعہ) لیا جائے۔ تو میں مورتی پوجک ہوں۔ مورتی کے معنی صرف تصویر کے ہی نہیں ہیں۔ جو ایک کتاب کی بھی پوجا آنکھ بند کرکے کرتے ہیں وہ مورتی پوجک یا بُت پرست ہیں عقل کے استعمال کے بغیر ویدوں میں جو کچھ لکھا ہے۔ سب کو ماننا مورتی پوجا ہے۔ جس قدر وہم ہیں اندھ وشواس ہیں سب بُت پرستی یا مورتی پوجا ہے۔ جو ہر طرح کے رواج کو دھرم مانتے ہیں۔ وہ مورتی پوجک ہیں۔ اس لئے ایسی جگہ میں مورتی بھنجک ہوں۔ میں شاستر کے پرمان دے کر جھوٹھ کو سچ، بیرحمی یا دشمنی کو پریم بنا کر نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے اور اس طرح میں مورتی بھنجک ہوں۔ دو معنی یا بناوٹی شلوک بنا کر یا دھمکی دیکر اچھوتوں کا ترسکار یا تیاگ یا اوروں کی چھوت مجکو

کوئی نہیں سکھا سکتا۔ اس لئے میں اپنے کو مُورتی بھنجک مانتا ہوں۔ تیج دہلی ۱۳ مئی ۱۹۲۵ء منقول از نوجیون"

"ایشور یقینی طور پر ایک ہے۔ اُس کا کوئی ثانی نہیں وہ اتھاہ (بے پایاں) اور اگوچر ہے۔ انسانوں کا زیادہ تر حصہ اُس کو نہیں جان سکا۔ وہ ہر جگہ پر موجود (سرو دیاپک) ہے۔ آنکھوں کے بغیر دیکھتا اور کانوں کے بغیر سُنتا ہے نراکار (بے شکل) اور نرا دیو (بے اعضاء) ہے۔ وہ اجنما ہے۔ اُس کا کوئی ماں باپ اور بیٹا نہیں ہے۔ تو بھی لوگ اُسے باپ۔ ماں۔ ستری اور لڑکا بنا کر پُوجتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان میں سے کوئی چیز نہیں ہے ----------
ویدوں میں بہت سے دیوتا ہیں۔ جن کو دوسری مذہبی کتب میں فرشتے کہا گیا ہے۔ لیکن ویدوں میں صرف ایک ہی ایشور کی مہماں گائی ہے۔ ینگ انڈیا ۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء۔ تیج دہلی ۲۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء"

(آریہ) مہاتما جی کی مُورتی پوجا سے تعلق رکھنے والی مندرجہ صدر تحریریں بھی بالکل مبہم اور متضاد ہیں۔ ان سے یقینی طور پر یہ نہیں جانا جا سکتا۔ کہ آپ کی مورتی پُوجا کے متعلق اصلی رائے کیا ہے؟۔ اس کے سوائے ان میں ایسے الفاظ بھی آئے ہیں۔ جو کہ مُشتبہ معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے جہاں اپنے کئی پہلے عقیدوں کے متعلق صاف طور پر یہ لکھا ہے کہ میں مانتا ہوں۔ وہاں اس عقیدے کے متعلق درج کی گئی نوجیون والی تحریر کے

شروع میں لکھا ہے - کہ میں مُورتی پوجا پر اوشواس نہیں کرتا - اور
اُس کا خاتمہ ان الفاظ پر کیا ہے کہ میں مورتی پُوجا کو پاپ نہیں
مانتا جس کا مطلب یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگرچہ آپ مورتی پوجا پر اوشواس
نہیں کرتے مگر پورا وشواس بھی نہیں کرتے اور اُسے پاپ نہیں مانتے تو پنیہ
(ثواب) بھی نہیں مانتے - اس کی تصدیق اوپر درج کی گئی آپ کی تحریروں
کے مندرجہ ذیل فقروں سے بھی ہوتی ہے - آپ نے یہ لکھ کر کہ "میں مُورتی
پُوجا پر اوشواس نہیں کرتا" اُس کے آگے ہی یہ بھی لکھدیا ہے کہ "کسی مُورتی
کو دیکھ کر میرے ہردے میں تو کسی طرح کے آدر (عزت) کی بھاؤنا (خیال)
جاگرت نہیں ہوتی"۔ اگر ایک جگہ آپ یہ لکھتے ہیں کہ "مورتیوں سے پوجا
ارادھنا میں سہایتا ملتی ہے" تو دوسری جگہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر
مجھے معلوم ہو جائے (گویا ابھی تک آپ کو معلوم نہیں ہوا) کہ دیلے نزدیا
کا ایک پتھر میری توجہ کو میرے پرماتما پر مجتمع کر سکتا ہے - تو میں اُسے بھی
لے جا کر پُوجا کروں گا"

ان سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے خیالات مُورتی پُوجا کے متعلق غیر
یقینی ہیں - اگر یقینی ہوتے تو آپ کے خیالات میں تزلزل نہ ہوتا - اور آپ
صاف طور پر لکھتے کہ ہم مُورتی پُوجا کو مانوی سبھاؤ (انسانی خصلت) کا ایک
حصہ و الیشور پوجا کا سہایک (مدد کرنے والا) مانتے ہیں - اور اس کا سب

سے بڑا ثبوت یہ بھی ہوتا کہ آپ کے دل میں بھی مُورتی کے لئے عزت کا خیال ہوتا اور مورتی کو دیکھکر آپ کا سر اُس کی عزت کے لیئے جُھک جاتا۔ مگر حیرانی کی بات ہے کہ مورتی پوجا کو انسانی خاصہ اور ایشور پُوجا کا مددگار بتلاتے ہوئے بھی آپ جھکے الفاظ میں یہ ظاہر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں تو مُورتی کے لیئے کسی طرح کی بھی عزت کا خیال پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی خود مُورتی پُوجا کرتے ہیں۔ کیا آپ منش کا بھاؤ نہیں رکھتے یا کہ منش شرینی (انسانی جماعت) سے آپ اوپر اُٹھ گئے ہیں۔ نیز اگر ایشور پوجا میں مُورتی سے مدد ملتی ہے تو وہ کس طرح کی مدد ہے۔ غالباً آپ کی مراد من کے ایکا گر (دل کو یکسو) کرنے میں سہایتا سے ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ آپ کی گرجا گھر والی مثال سے ظاہر ہے۔ تو کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کی یہ دلیل مورتی پوجا کے ایک وکیل کی حیثیت میں محض مورتی پوجا کے منڈن اور مورتی پوجکوں کی دلجوئی کے لئے ہی ہے یا کہ آپ کا بھی اس پر پورا یقین ہے۔ اگر سچ مچ آپ کا دلی یقین بھی ایسا ہی ہے۔ تو پھر ایشور آرادھنا کی مددگار مُورتی کو دیکھ کر آپ کے دل مین کیوں اُس کے لئے عزت کا بھاؤ پیدا نہیں ہوتا۔ اور اگر بقول آپ کے ہندو مُورتی کو ایشور نہیں مانتے حالانکہ یہ درُست نہیں ہے۔ اور مورُتی صرف من کی ایکاگرتا کے ذریعہ ایشورارادھنا میں مددگار بھی ہے۔ تو پھر مُورتی مان (مجسم) لکھش (نشان)

ہی ہر روز دل لگا کر چاند ماری کرنے والے سپاہی یا کہ مورتی مان وشے اور بھوگ کے دھیان میں دن رات مگن (محو) رہنے والے وشئی (بوالہوس) آدمی کیوں ایکاگر چت ہو کر یوگی نہیں بن جاتے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ سپاہی نشان اور وشئی وشے میں ایشور نہیں مانتے۔ اس لئے وہ یوگی نہیں بن سکتے۔ اور مورتی پوجک مورتی میں ایشور کا اواہن (مہاتماجی کے لفظوں میں اروپن) کر کے اُس کی پُوجا کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ یہ بھی بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جو ایشور سروویاپک ہے اُس کا آواہن یا آنا جانا بن ہی نہیں سکتا۔ اور اگر بالفرض محال مُورتی میں ایشور کا آنا مان بھی لیا جائے۔ تو پھر سوال ہو گا کہ دھیان باہر کی مادی مُورتی کا کیا جاتا ہے۔ یا کہ اُس کے اندر آواہن کئے گئے ایشور کا۔ اگر باہر کی مُورتی کا تو وہ ایشور کا دھیان نہ ہوا اور اگر اندر کے ایشور کا دھیان کیا جاتا ہے تو مُورتی کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کیونکہ مورتی کے بغیر بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ دراصل ایشور کا دھیان اپنی مانسک شدھی (دل کی صفائی) اور ایشور کا یتھارتھ گیان (صحیح علم) حاصل کرنے کے لئے ہی کیا جاتا ہے۔ لیکن جڑھ مُورتی (جو کہ شدھی کرنے والے گیان آدی گنوں سے خالی ہے) کے دھیان سے نہ تو من کی شدھی ہوتی ہے۔ اور نہ ایشور کا صحیح علم ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ساکار مورتی پر دھیان لگانے کا ابھیاس کرنے سے من میں ستھر ہونے کی عادت ہوجاتی ہے۔ اس لئے بعد میں نراکار ایشور کے دھیان میں بھی اُس کو لگایا جا سکتا ہے۔ یہ اس لئے درست نہیں ہے کہ ساکار پر کی گئی دھیان کی پریکٹس نراکار کا دھیان کرنے میں کام نہیں دے سکتی۔ اگر دے سکتی ہے تو ساکار وشئے میں محو آدمی (وشئی) کا دھیان بھی ایشور میں لگنا چاہئے۔ جس کو کہ کوئی بھی انوبھوی (تجربہ کار) پُرش نہیں مان سکتا۔ اس سے بھی بڑھکر اس کے خلاف علمی ثبوت یہ ہے کہ کوئی بھی سمجھدار یوگ ابھیاسی سجن (مرتاض) کسی مادی مورتی کا چنتن و منن نہیں کرتا۔ اس لئے ایشور کے گنوں کا ہی دھیان و منن یگیاسو (سالک) کو کرنا چاہئے۔ اسی سے اُس کا من شدھ ہوگا کیونکہ من (ضمیر کانشنس) جس طرح کا منن و چنتن کرتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ سروشکتیمان ایشور کے پوتر گنوں کا منن و دھیان کرنے سے یگیاسو کو شکتی اور پوترتا کی پراپتی ہوتی ہے۔ اور اُس درڑھ ابھیاسی (محو ذات) ہونے پر وہ ایشور کا نشچت گیان (علم الیقین) اور سم تما سے اُس کا پرتکش بھی کرسکتا ہے۔

مہاتما جی نے مورتی پوجا کو مانوی سبھاؤ (انسانی خصلت) کا ایک حصہ بتلایا ہے۔ اگر حقیقت میں ایسا ہی ہوتا تو ہرایک انسان کی اسمبل

قدرتی پروِرتی (رجحان) ہوتی اور بُت شکن دنیا کی ہستی ہی نظر نہ آتی مگر امر واقعہ یہ نہیں ہے۔ اگر مورتی پوجا کو مانوی سُبھاؤ کا انگ ان معنوں میں مانا جاتے۔ کہ منش کا قدرتی رجحان مادی چیزوں (مورتی مان پدارتھوں) کی طرف ہے۔ تب تو اس کے کچھ معنی بن بھی سکتے ہیں۔ کیونکہ آدمی کی اندریوں (حواسوں) کے پراکرتک (مادی) ہونے سے اُن کا رجحان عموماً مادی چیزوں کی طرف رہتا ہے۔ مگر یہ سدہانت (مسلمہ) بھی عالمگیر نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ روحانیت کے شیدائی مہاتماؤں پر یہ لاگو نہیں ہوسکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اندریوں کے آدھین (حواسوں کے غلام) نہیں ہوتے۔ اس لئے وہ مادی چیزوں اور مصنوعی مورتیوں کے بھی ویسے ہی پوجاری نہیں ہوتے جیسے کہ بھونرے مصنوعی پھولوں کے دلدادہ نہیں ہوتے۔ لہٰذا ان معنوں میں بھی مورتی پوجا مانوی سُبھاؤ کا انگ نہیں ہوسکتی۔

بعض لوگ ایشور کو سرو شکتیمان بتلاتے ہوئے اُس کا شریر دھارن کرنا بھی ممکن مانتے ہیں یہ بھی اُن کی بھول ہے۔ کیونکہ جس طرح ایشور اپنے جیسا ازلی و ابدی ایشور نہیں بنا سکتا۔ اپنا ناش نہیں کر سکتا۔ اُسی طرح وہ شریر دھاری بھی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ شریر پرکرتی (مادہ) کا ہوتا ہے اور پرکرتی ایشور کی نسبت بالکل ہی سنکچت (تنگ) ہے۔ اسلئے

وہ لامحدود ایشور کے لئے شریر مہیا ہی نہیں کرسکتی۔ اور اُس کو شریر دھارن کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے سارے کام بغیر شریر دھارن کئے بھی کرسکتا ہے۔ وہ شریر کا محتاج ہرگز نہیں ہے۔ اور اگر ایشور کی ایک انش کا شریر مانا جائے تو ایشور کا انش (حصہ) بھی نہیں ہوسکتا۔ حصہ اُس کا ہوتا ہے جو کہ حصوں سے مل کر بنا ہو۔ مگر ایشور اَنادی اننت اجنما اور مفرد ہستی ہے۔ وہ حصوں سے مل کر نہیں بنا۔ اگر حصوں سے مل کر بنتا تو ہمیشہ ایک جیسا رہنے والا نہ ہوتا۔

مہاتما جی نے مورتی پوجا سے چت کے ایکاگر ہونے کے متعلق جو گرجا گھر کی مثال دی ہے وہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کسی دھرم مندر میں بیٹھنے سے ہی چت ایکاگر (یکسو) ہوجاتا ہے۔ تو مورتی پوجا کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ مگر مورتی پوجک صرف مندر پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ مندر میں بیٹھے ہوئے بھی اپنے سامنے کوئی خاص مورتی رکھتے ہیں۔ نیز یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مہاتما جی گرجا گھر کی مورتی مان عمارت اور اس کے آرائشی سامان کو دل کی یکسوئی کا باعث مانتے ہیں۔ یا کسی اور چیز کو۔ اگر عمارت اور سامان ہی چت کی ایکاگرتا کا سبب ہے۔ تب تو دوسری جگہ بھی یہ چیزیں گرجا سے بہتر شکل وصورت میں موجود ہیں۔ اس میں گرجا گھر کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اور تجربہ کار آتم درشی رشیوں

نے تو انسانی مصنوعات یا مندروں کی چار دیواری ہیں نہیں بلکہ پوتر ندی کا کنارہ شور وشر سے خالی ایکانت جگہ ہیں ہی چت کا ایکاگر ہونا مانا ہے۔ جس کو کہ عقل بھی مانتی ہے۔ اس لئے یہ تو غلط ہے کہ مورتی مان مکان ہیں چت کی ایکاگرتا ہوتی ہے۔ البتہ یہ کہنا کچھ موزوں ہو سکتا ہے کہ دھرم مندر کے متعلق جو پوتر سنسکار پہلے سے ہی دل ہیں موجود ہوتے ہیں مندر ہیں جانے سے وہ جاگرت (بیدار) ہو کر چت کی شانتی کا سبب بن سکتے ہیں۔ مگر ان کا مورتی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ سنسکار بھی امورت ہی ہوتے ہیں۔

آپ نے مورتی پوجا کی سدھی کے لئے ایک یہ بھی مثال دی ہے۔ کہ جس طرح ماتا پتا کی مورتی (تصویر) رکھنے سے اُن کی یاد تازہ رہتی ہے۔ اُسی طرح مورتی سے بھی ایشور کی یاد ہو سکتی ہے۔ یہ اس لئے غلط ہے کہ ماں باپ مورتی والے تھے۔ اس لئے ان کی تصویریں بن سکتی ہیں اور اُس سے اُن کی یاد بھی تازہ ہو سکتی ہے۔ مگر ایشور امورت ہے اس لئے اُس کی مورتی ہو ہی نہیں سکتی۔ محض نربدا کے پتھر میں ایشور کو فرض کرنا اُس کی توہین کرنا ہے۔ کیونکہ وہ سرشٹی (موجودات) کے ایک ایک ذرے۔ ایک ایک پتے۔ پھول اور پنکھڑی میں موجود ہے۔ کیا ان کو دیکھ کر اُس کی یاد تازہ نہیں ہو سکتی۔ اور ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر ان کے

بنانے والے کی عزت کے لئے دل و دماغ نہیں جھکتا۔

اس کے علاوہ مہاتما جی نے مورتی کے معنے بُت کے سوائے دھیان عزت اور یادداشت کا سادھن (ذریعہ) بھی لئے ہیں۔ اور وہم۔ اندھ وشواس و رسم و رواج کے دھرم مان لینے کو بھی خواہ مخواہ مورتی پوجا کی ذیل میں لانے کی کوشش کی ہے۔ یہ آپ کی کھینچا تانی ہے۔ اور ان کا مورتی پوجا اور اس کے مقصد من کی شدھی وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ کوئی مورتی پوجک اور مورتی پوجا کا مخالف نہ تو مورتی کے یہ معنی مانتا ہے۔ اور نہ ہی وہم وغیرہ کے دھرم مان لینے کو مورتی پوجا سمجھتا ہے۔ مورتی کا دھیان۔ مورتی کی عزت۔ اور مورتی یادداشت کا ذریعہ ہے۔ یہ الفاظ تو بامعنی ہو سکتے ہیں۔ مگر مورتی کے معنی دھیان۔ عزت اور یادداشت کا سادھن ہرگز نہیں ہو سکتے۔ نیز توہمات۔ اور اندھ وشواس تو مورتی مان ہیں ہی نہیں۔ اس لئے ان کا ماننا بھی مورتی پوجا نہیں کہلا سکتا۔ ویدوں کو بغیر سمجھے ہوئے ماننا بھی اندھ وشواس میں ہی داخل ہے۔ کتاب کے سامنے جھکنا بھی کتاب پرستی ہے۔ ہاں کتاب کو اگر مورتی مان سمجھ کر اس کی پوجا کرنے والوں کو مورتی پوجک کہا جائے۔ تو اس کے کچھ معنی ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ بھی مورتی پوجا میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ مورتی پوجا ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ جو کہ دھارمک ساہتیہ (لٹریچر) میں ایشور کی مورتی

کی پُوجا کے لئے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ ویسے یوگک ارتھوں (لفظی معنوں) میں تو ماتا۔ پتا۔ آچاریہ اور مہاپرشوں کے سیوا ستکار (خدمت اور عزت) کرنے کو بھی مُورتی پُوجا کہہ سکتے ہیں۔ اور ان کی مورتیوں کو ان کی یادداشت کے لئے گھر میں رکھنا بھی کسی حد تک مورتی پوجا کہلا سکتا ہے۔ لیکن اس مُورتی پوجا کا نشیدھ (ممانعت) بھی نہیں ہے۔ بلکہ اُس کو ہر ایک مہذب آدمی اپنا فرض سمجھتا ہے۔ کیونکہ یہ سب مورتی مان ہیں اور ان کی مورتیاں بن سکتی ہیں۔ نشیدھ تو صرف ایشور کی مُورتی کی پُوجا کا ہے۔ جو کہ امورت ہے اور جس کی مُورتی بن ہی نہیں سکتی۔ اس لئے وہم اور اندھ وشواس وغیرہ کو مُورتی پوجا کی ذیل میں لانا خواہ مخواہ کی کھینچا تانی ہے۔ اس سے وہ مُورتی پُوجا ثابت نہیں ہو سکتی۔ کہ جس کو مانسک شدھی (صفائی قلب) اور ایشور پراپتی کا سادھن (ذریعہ) سمجھا جاتا ہے۔ حقیقت میں مُورتی پوجا کا منشا یا راز تو ان لفظوں میں بند ہے۔ کہ جس طرح حقیقت سے ناواقف عوام دنیاوی چیزوں سے آنند ملنے کی اُمید سے اُنہیں کے پُوجاری بن جاتے ہیں۔ اُسی طرح برہم وِدّیا (علم الٰہی) سے خالی بھگت بھی مادی مورتیوں سے ایشور پراپتی کی اُمید کرکے ان کی پُوجا کرتے ہیں وہ امورت ایشور کی بھی مُورتی فرض کر لیتے ہیں۔ اور اس سے ایشور پراپتی کا منورتھ (خواہش) ایسا ہی باندھ لیتے ہیں۔ جیسے کہ مادہ پرست لوگ مادی چیزوں سے حقیقی یا روحانی

خوشی کا۔

مرتک شرادھ

(مہاتما جی) مرتیو ہونے پر جو بھوج دیا جاتا ہے۔ اوسے میں نے جنگ
مانا ہے۔ اِس وشے پر ایک سجن اس پرکار اپنے وچار بتاتے ہیں۔ "آپ
سناتنی ہندو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ آپ گیتا جی و رامائن جی کے پوجاری
ہیں۔ پھر بھی یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ موت کے بعد جو بھوجن آدی دیا جاتا
ہے۔ اُسے جنگلی کیونکر کہتے ہیں۔ شاستر تو کہتے ہیں کہ مرن کے پیچھے براہمنوں
کو کھلانے سے پریت کی سدگتی ہوتی ہے۔ اُنہیں سانتوناں ملتی ہے۔ اس
بات میں ہم کس کو سچ مانیں۔

" میں کئی بار لکھ چکا ہوں کہ جو سنسکرت میں لکھ ڈالا گیا
وہ سب ہی کو دھرم واکیہ نہیں مانا جا سکتا۔ اُسی پرکار دھرم
شاستر کے نام پر چلنے والے منوسمرتی آدی پرمان گرنتھوں میں
جو آج ہم پڑھتے ہیں۔ وہ سب مول کرتا کی کرتی ہے یا ہو تو
وہ آج اکشرشا پرمان رُوپ ہیں ایسا نہیں ماننا چاہئے
میں خود تو قطعی نہیں مانتا۔ ایک سدھانت سناتن ہے۔ ان سدھانتوں

کو ماننے والا سناتنی کہا جاویگا۔ مگر سدھانتوں کے اوپر سے جو جو آچار جس جس یگ کے لئے گھڑے گئے ہوں۔ وے سب انیہ یگ میں بھی سچے ہی ہونے چاہیئں۔ ایسا ماننے کا کوئی کارن نہیں ہے۔ستھل۔ کال۔سنجوگوں (ویش کال اوستھاؤں) کو لے کر آچار بدلا کرتے ہیں۔ پہلے زمانہ میں مرن کے بعد دئے جانے والے بھوج میں چاہے کچھ ارتھ پہلے ہی ہو۔ اس زمانہ میں ہماری بدھی اُسے نہیں سمجھ سکتی۔ جس وشے میں بدھی کا پریوگ (استعمال) کیا جا سکتا ہے۔ وہاں کیول شردھا سے ہم نہیں چل سکتے۔ جو باتیں بدھی سے پرے ہیں۔ اُنہیں کے لئے شردھا کا اُپیوگ ہے۔ اس وشے میں تو ہم بدھی سے دیکھ سکتے ہیں۔ کہ مرن کے پیچھے بھوج دینے میں دھرم نہیں۔......

ایسے بھوجن سے ہونے والی ہانیاں ہمیں سپشٹ (صاف) نظر آتی ہیں۔ ایسے پرتکھش ثبوت کے سامنے سنسکرت شلوک کیا کام دے سکتے ہیں۔ مرن کے پیچھے بھوج کو بدھی بھی قبول نہیں کرتی ہردے بھی قبول نہیں کرتا۔ ایسے بھوجنوں کو جنگلی ماننے کے لئے اس سے زیادہ سبل کارن (زبردست سبب) میرے پاس نہیں ہے اور کسی کے پاس سے آشا بھی نہیں رکھی جا سکتی۔ پریقین سب بُرا ہی ہے۔ ایسا ماننے والے اور اُسے اچھا ماننے والے دونوں بھول کرتے ہیں۔ جو باتیں اُس پر نہیں چڑھ سکتیں۔ اُن کا سروتھا تیاگ کرنا چاہئے

نوجیون ۲۴-جون ۱۹۲۶ء"

(آریہ) مہاتماجی نے مرتک شرادھ کو، جو جنگلی پن سے منسوب کیا ہے۔ وہ بہت ہی موزوں ہے۔ اس زمانہ میں بھی ایسی خلاف عقل باتیں مانتے اور کرتے جانا اپنی سادگی کا ثبوت دینا ہے۔ چونکہ مہاتماجی کا یہ منتویہ (عقیدہ) بالکل وید انکول ہے۔ اس لئے اس پر زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ صرف اتنا ہی کہنا کافی ہوگا۔ کہ وید مرتک شرادھ کی ہرگز تائید نہیں کرتے۔ اور نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ یہ کسی زمانہ میں بھی مُعیّد تھا یا اس کے کچھ معنے تھے۔

گئو رکھشا

(مہاتماجی) میں گئو رکھشا کو مانتا ہوں۔ پرنتو ورتمان پرچلت ارتھ (مروجہ معنوں) سے بہت ہی ویاپک ارتھ (وسیع معنوں) میں ----------

تھاپی ہندو دھرم کا مدھیہ ورتی یا پردھان انگ (درمیانی یا اعلیٰ حصّہ) ہے گئو رکھشا۔ میری درشٹی میں تو گئو رکھشا منش جاتی کے وکاش میں ایک ادبھت چمتکار پورن گھٹنا ہے ----------

مجھے تو گائے مانو منش جاتی سے نیچے کی سمپورن سرشٹی نظر آتی ہے ----------

مجھے تو یہ سپشٹ دکھائی دیتا ہے کہ گائے ہی اکیلی کیوں دیوتا مانی گئی ہے
ہندوستان میں گائے سے بڑھکر منش کا ساتھی دوسرا کوئی نہیں۔ اُس نے
بہتیری وستوئیں ہمیں دی ہیں .... اس نر بُرانی (غریب
جانور) میں کروڑاں ہی کروڑاں دکھائی دیتی ہے۔ بھارت کے لاکھوں
منشیوں کی وہ یہہ ماتا ہے۔ گورکھشا کا ارتھ (معنے) ہے۔ ایشور کی سمپورن
موک سرشٹی (نہ بولنے والی دُنیا) کی رکھشا .... گورکھشا
سنسار کو ہندو دھرم کا دیا ہوا پرساد ہے۔ اور تب تک ہندو دھرم جیوت رہیگا
جب تک ہندو لوگ گورکھشا کرنے کے لئے موجود ہیں ....
گو کے پرتی جو میری شردھا ہے۔ اس میں میں کسی سے ہارنے والا نہیں۔
میں نے خلافت کے کاریہ کو جو اپنا کاریہ بنایا ہے۔ اُسکا
سبب یہی ہے کہ اُس کی رکھشا کے دوارا مجھے گائے کی
پوری طرح رکھشا ہونے کی سنبھاونا دکھائی دیتی ہے۔ میں مسلمان
بھائیوں سے یہ نہیں کہتا کہ میری اس سیوا کی خاطر وے گائے کی رکھشا کریں
میں اُس سروشکتیمان پرماتما سے نتیہ یہ پرارتھنا کرتا ہوں کہ جس کاریہ کو میں
نے بنائے سمجھا ہے۔ اُس کے نمت کی گئی میری سیوا انی پرسنتا کا کارن ہو
کہ جس سے تو مسلمانوں کے ہردیوں کو بدل دے۔ اُنہیں اپنے ہندو
بھائیوں کے پرتی دیا بھاؤ سے پری پورن کردے۔ اور اُن کے دوارا اُس پرانی

کی رکھشا کرا۔ جیسے ہندو لوگ اپنے پُرانوں کی طرح پیا را مانتے ہیں۔ نوجیون
اکتوبر ۱۹۲۱ء"

"میں کٹر سناتن دھرمی ہوں۔ مگر ایک مسلمان کو حق دونگا
کہ اگر اُس کا اعتقاد ہے تو بیشک گائے کا گوشت کھائے
لیکن خود استعمال نہیں کرونگا۔ گو میں ذاتی طور پر گائے کی پوجا کرتا ہوں
مگر مسلمانوں کے لئے میرے دل میں رواداری موجود ہے۔ اور اپنے اور
اُن کے درمیان وسیع سمندر کے باوجود اس سے متحد ہونے کی کوشش
کرونگا۔ اس کا مذہب اس کے لئے گاؤکشی جائز قرار دیتا
ہے۔ میرا مذہب میرے لئے گاؤکشی پاپ قرار دیتا ہے۔ اگر قرآن
کسی مسلمان کو گاؤکشی کا سبق دیتا ہے تو میں کون ہوں
جو اسے زبردستی منع کروں۔ اگر میں ایسا کروں گا تو اپنے مذہب
کی تردید کرنے کا مرتکب ہونگا۔ پرتاپ لاہور ۲۹۔ دسمبر ۱۹۲۴ء"

"میں نے مسلمانوں کے ہاتھ میں اپنی گردن کیوں دی
ہے گئو رکھشا کے لئے۔ مسلمانوں سے میں گائے رکھشا کرانا چاہتا ہوں
اس کا ارتھ یہ ہے کہ میں ان پُرا غرڈال کر گئوؤں کی رکھشا کرانا چاہتا
.... میرے نزدیک تو گئو ہتیا اور منش ہتیا
دونوں ایک چیز ہیں۔ ان دونوں کو بند کرنے کا یہی اپائے ہے

ہم عدم تشدد کا پرچار کریں۔ اور گئو ہتیا کرنے والے کو پریم سے اپنا لیں۔
پریم کی پریکشا تپسچریہ (ریاضت) سے ہوتی ہے۔ میں مسلمانوں کی خاطر
حد درجہ کی تکالیف اٹھانے کے لئے جو تیار ہو گیا۔ اُس کا
سبب سوراج تو تھا ہی اور یہ تو معمولی بات تھی۔ مگر اس
سے گائے کی رکھشا کرنا بھی تھا۔ اور یہ ایک بڑی بات تھی
- - - - - - - - - - میں مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی طاقت حاصل
کرنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ساتھ رہ کر گئو ہتیا کرنا ہندوؤں
کے خون کرنے کے برابر ہے۔ اس لئے میں آج مسلمانوں کا ساتھ
دے رہا ہوں کہ انہیں دکھ نہ پہنچے۔ ان کی خوشامد کرتا ہوں
اور یہ اس لئے کہ اُن میں جذبۂ ایمان پیدا ہو۔ نوجیون ۲۹ جنوری ۱۹۲۵ء
پرتاپ لاہور ۱۱۔ فروری ۱۹۲۵ء منقول از ینگ انڈیا۔"

(آریہ) گائے کی رکھشا کے متعلق مہاتما جی کے ہردے سے نکلے ہوئے
شبدوں پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کا گئو رکھشا سمبندھی
پریم آپ کے ایک ایک لفظ سے اچھی طرح ظاہر ہو رہا ہے۔ تمام آریہ
(ہندو) جگت اس وشے میں آپ سے متفق ہے۔ اور اگر صرف گائے
کی بھکتی ہی سناتنی ہندو ہونے کی کسوٹی ہے تو اس میں کچھ بھی شک نہیں
کہ آپ کا سناتنی ہندو ہونے کا دعویٰ بالکل درست ہے۔ بشرطیکہ گئو رکھشا کو

جن وسیع معنوں میں ماننے کا آپ نے اقرار کیا ہے وہ معنے اس کے خلاف نہ ہوں۔

مہاتما جی کی گورکھشا سمبندھی پریم اور کوششوں کا اعتراف کرتے ہوئے بھی کوئی حق پرست اور انصاف پسند آدمی آپ کی سچائی اور انصاف سے بعید اس بات کو درست ماننے کے لئے تیار نہیں ہے کہ "میں ایک مسلمان کو حق دوں گا کہ اگر اُس کا اعتقاد ہے تو بے شک گائے کا گوشت کھائے" کیونکہ وہ کسی بھی انسان کا کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ اور خاص کر گائے جیسے انسانی زندگی کے لئے نہایت ہی مُفید جانور کو ہلاک کر کے اُس کے جسم سے اپنا پیٹ بھرنے کا محض اس بناء پر کوئی حق نہیں سمجھتا۔ کہ اس کا مذہب اُس کو جائز بتلاتا ہے یا کہ اُس کا اپنا عقیدہ ہی ایسا ہے۔ اور جبکہ خود مہاتما جی بھی کئی بار ایسا لکھ چکے ہیں کہ شاستر کی کسی ایسی بات کو درست نہیں مانا جا سکتا۔ جو کہ سچائی اور ترک کے خلاف ہو تو آپ کے اپنے ہی اس عقیدہ کے رو سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ جو مذہب بے جانوروں کو ہلاک کر کے اُن کی لاشوں کو کھانے کی اجازت دیتا ہے۔ وہ اس بات میں ہرگز حق بجانب نہیں ہے۔ اور جو اعتقاد یا ایمان (وشواش) جانوروں کا کھانا جائز ٹھہراتا ہے وہ اندھا اعتقاد ہے۔ اس لئے آپ کا مسلمانوں کو گو بھکشن کے حق کو تسلیم کرنا دھرم نیائے اور اہنسا کے بھی خلاف ہے

خاص کر اُس صورت میں کہ جس صورت میں آپ بھی گوشت خواری اور حیوانی قربانی کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ مہاتما جی لکھتے ہیں کہ "اگر قرآن کسی مسلمان کو گائے کشی کا سبق دیتا ہے تو میں کون ہوں جو اُسے زبردستی منع کروں"۔ یہ بالکل ٹھیک ہے اور میں اس کو تسلیم کرتا ہوں کہ گائے کشی بند کرنے کے لئے جبر کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور نہ ہی جبر سے گئو کشی بند کی جا سکتی ہے لیکن ایسا ماننے سے ہم پر یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اُن کے ناجائز مذہبی حکم کی وجہ سے اُن کے گئو کشی کے حق کو بھی تسلیم کر لیں۔ بلکہ ہمارے لئے واجب یہ ہے کہ ہم ملکی اور انسانیت کے ناطے سے اپنے گئو بھکشک بھائیوں سے بھی بڑے پریم اور یکجہتی سے گئو کشی کے بند کرنے کے لئے عرض کریں۔ کیونکہ ایسا کرنا ہی ہمارا کرتویہ ہے۔

حیرانی تو اس بات کی ہے کہ جب کٹر ہندوؤں کی طرف سے چھوت چھات کو جائز ٹھہرانے کے لئے شاستروں کے حوالے دئے جاتے ہیں۔ تب تو مہاتما جی یہ فرما کر ان کو رد کر دیتے ہیں کہ "بلاشبہ میں اُن تمام پرمانوں کو اگر یہ میری عقل اور آتما کی آواز کے خلاف ہوں گے مسترد کر دونگا"۔ مگر جب مسلمانوں کے متعلق ایسا ہی کوئی موقعہ آتا ہے۔ تب آپ اس کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور قرآن کے غلط حکم اور مسلمانوں کے متھیا وشواس کے سامنے بھی جھک جاتے ہیں۔ حالانکہ آپ قرآن کے اندر غلطیوں

اور مسلمانوں میں توہمات کی موجودگی کے بھی قائل ہیں۔ اور شدھارک ہونے کا بھی دعوے کرتے ہیں۔ اگر مہاتما جی یہ فرمائیں کہ آپ نے محض مذہبی رواداری کی بنار پر ہی مسلمانوں کے گئو کشی کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ تو میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ آپ کا یہ طرز عمل محض گئو کشی کے حق کو ہی تسلیم کرنے تک ختم نہیں ہو جائے گا۔ بلکہ آپ کو اپنی اس حد سے بڑھی ہوئی رواداری کی دُھن میں مسلمانوں کے اُن تمام آزادی، انصاف سچائی اور رواداری کے خلاف حقوق کو بھی ماننا پڑے گا جو کہ قرآن یا اسلام اُنہیں دیتا ہے۔ مثال کے طور پر ان میں سے ایک قتل مرتد (جو اسلام کو چھوڑ کر کسی دوسرے مذہب میں چلا جاوے) کو ہی پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس کو کہ ہندوستان کے چوٹی کے مسلمان عالموں نے بروئے قرآن یا شرعاً جائز بتلایا ہے۔ تو کیا آپ مسلمانوں کے اس انسان اور اُس کی آزادی کو ہلاک کرنے والے اسلامی حق (در اصل خلاف انسانیت جُرم) کو بھی تسلیم کریں گے۔ اگر کریں گے تو آپ کو اُن تمام نا انصافیوں اور برائیوں کے کرنے کے حق کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ جن کو کہ کوئی بھی مذہب روا قرار دیتا ہو۔ یا جو کہ مذہب کے نام پر کی جاتی ہوں۔ اگر تسلیم نہیں کریں گے۔ تو پھر آپ نے مسلمانوں کے گئو کشی کے حق کو کیسے تسلیم کیا۔ آپ ایک کو تسلیم اور دوسرے کے ماننے سے انکار بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ کا گئو کشی کے حق کو تسلیم کرنا

رواداری کی بناء پر ہے نہ کہ گئو کشی کے جائز یا ناجائز ہونے کی بناء پر۔
اس لئے اگر ایک کو تسلیم کریں گے تو دوسرے کو بھی ماننا ہی پڑے گا۔ ساتھ
ہی آپ نے لکھا ہے کہ آپ گئو ہتیا اور منش ہتیا کو ایک برابر سمجھتے ہیں۔
اس صورت میں تو آپ نے مسلمانوں کے گئو ہتیا کے حق کو تسلیم کر کے
نادانستہ طور پر منش ہتیا کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ مہاتما جی اگر غور سے دیکھیں
گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ نے اپنے اس طریق عمل سے مذہب کے
نام پر ناانصافیاں اور برائیاں یا کہ اترمھنڈ کرنے والوں کی حوصلہ افزائی
کر کے ایک طرح سے مذہب کی آڑ میں برائیاں کرنے والوں کی نادانستہ
امداد کی ہے۔ آپ اس کو محسوس کریں یا نہ کریں۔ مگر در اصل یہ ایک حقیقت
ہے کہ آپ کا مسلمانوں کے گئو کشی کے حق کو تسلیم کرنا رواداری نہیں بلکہ
قرآن یا مسلمانوں کے انیائے اور غلطی کے سامنے جھکنا ہے۔ مہاتما جی
کے اس طرز عمل کو جان کر ناظرین کے دل میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے
کہ مہاتما جی جیسی ایک زبردست شخصیت کا مسلمانوں کی طرف اس قدر
جھکاؤ کیوں؟ اس کا جواب نہ تو کوئی معمہ ہے اور نہ ہی پوشیدہ راز۔
اس کے سوچنے و تلاش کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ خود مہاتما
جی نے ہی بڑی سرلتا سے کھلے الفاظ میں اس کی غرض کو ظاہر فرما دیا ہے
آپ فرماتے ہیں کہ میں جو خلافت کے کام میں امداد دینے، مسلمانوں کے

لئے حد درجہ کی تکالیف اٹھانے اور اُن کی خوشامد کرنے کے لئے تیار ہوگیا ہوں۔ اس کی غرض مسلمانوں کے دلوں کو تسخیر یا اُن کا جذبۂ ایمان بیدار کر کے اُن سے ہندوؤں کے ساتھ پریم۔ گورکھشا اور سوراج پراپتی میں امداد کرانا ہے۔ اس سچے۔ سیدھے اور صاف جواب کو پڑھ کر کسی کے دل میں اس بات میں تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ سکتی کہ مہاتماجی نے مسلمانوں کی پاسداری اور خوشامد کیوں کی البتہ اس بات کا افسوس ضرور رہے گا۔ کہ آپ یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ کیونکہ خلافت کے مسئلہ کا حل ہوتے ہی سوائے چند معزز و محترم مسلمان ہستیوں کے عام مسلمانوں نے پینترے بدل لئے اور سرکار کا ساتھ دے کر یا آشرہ لیکر کانگریس کی مخالفت شروع کر دی۔ وہ خلافت میں امداد دینے والے ہندوؤں سے محبت کرنے کی جگہ اُن پر جا بجا حملے اور پہلے سے بھی زیادہ گوکشی و گائے کی قربانی کرنے لگے۔ اِن حقیقی واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا ہرگز بے جا نہ ہوگا کہ مہاتماجی اپنے مربیانہ۔ طرفدارانہ اور خوشامدانہ طرز عمل یا یوں کہئے کہ اپنی اسلام و مسلمانوں کے متعلق کی ہوئی خدمات کا مسلمانوں پر کچھ بھی اثر نہ ڈال سکے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ مہاتماجی نے جہاں اسلام اور اسلام سے مؤثر

مسلمانوں کو سمجھنے میں غلطی کھائی تھی وہاں آپ نے اپنی داہنے کام کی طاقت و اثر کا اندازہ بھی غلط لگایا تھا۔ یا یہ بھی کہ آپکا یہ طرز عمل ہی غلط تھا کہ جس کی وجہ سے آپ کو ناکام ہو کر گوشہ نشین ہونا پڑا۔

تیرتھ سنان

مہاتما جی اپنی خود نوشت سوانح عمری میں ۱۹۱۵ء کے کمبھ کے چشمدید حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

(مہاتما جی) "آخر سنان کا دن آن پہنچا۔ یہ آزمائش کا دن تھا۔ میں ایک یاتری کے جذبات لیکر ہردوار نہیں گیا تھا۔ میں نے خود تو پوترتا کی تلاش کے لئے تیرتھ ستھانوں پر جانے کا کبھی خیال نہیں کیا۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سترہ لاکھ آدمی جو وہاں (کمبھ میلا پر) گئے تھے وہ سب کے سب پاکھنڈی یا محض تماش بین ہی تھے۔ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اُن میں سے بے شمار لوگ پُن حاصل کرنے اور پاپ دھونے کے خیال یا وشواس سے گئے تھے۔ میرے لئے یہ کہنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے کہ اس قسم کے اعتقاد سے کہاں تک آتما اُنّتی ہوتی ہے

اس لئے میں ان دنوں ساری ساری رات گہرے غور وخوض میں مستغرق رہتا
تھا۔ اس چاروں طرف پھیلے ہوئے پاکھنڈ میں ایسے صدق دل آدمی ہونگے
جوکہ (اپنی صاف باطنی کی وجہ سے) ایشور کے روبرو سُرخرو ہوں گے۔ ینگ
انڈیا ۳۱-مئی ۱۹۲۹ء تیج دہلی ۷-جون ۱۹۲۹ء"

(آریہ) (۱) مہاتما جی کا یہ عقیدہ بھی ویسا ہی غیر یقینی ہے۔ جیسے کہ
دوسرے۔ بلکہ یہ دوسروں سے بھی کچھ زیادہ۔ کیونکہ اس میں آپ نے انشچت
ہونے کا خود اقرار کیا ہے۔ اگرچہ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں خود
نو پوترتا (پاکیزگی) حاصل کرنے کے لئے تیرتھوں پر کبھی نہیں گیا۔ جس کا
مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ آپ تیرتھ (گنگا وغیرہ) سنان سے پوترتا ملنا
نہیں مانتے۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ لکھ کر اپنے اس یقین کو بھی
مشتبہ بنا دیا ہے کہ میرے لئے یہ کہنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ کہ گنگا
سنان سے کہاں تک آتمک اُنتی ہو سکتی ہے۔ نیز اگر مہاتما جی یقینی طور
پر گنگا سنان کو پوترتا کا باعث نہ سمجھتے تو پھر تو آپ کو اپنے ہی اس عقیدہ
سے یہ پورا یقین ہو جانا چاہئے تھا کہ گنگا سنان سے پاپ نورتی (گناہوں
کا دُور ہونا) اور پوترتا کا ماننا ایک اندھا وشواس ہے۔ جو کہ کبھی بھی آتمک
اُنتی کا باعث نہیں ہو سکتا۔ اگر گنگا سنان کو پوترتا کا سبب مانا جائے۔ تو
پھر اس سے آتمک اُنتی کا ہونا بھی ماننا پڑیگا۔ کیونکہ پوترتا آتمک اُنتی

کا سبب ہے۔ بقول مہاتما جی یہ تو بالکل درست ہے۔ کہ گنگا سنان کے لئے جمع ہوئے سارے ہی یاتری پاکھنڈی اور تماش بین نہیں ہو سکتے۔ اور اُن میں سے بہتوں کو گنگا سنان سے پاپ دُور ہو نے پر وشواس ہوتا ہے۔ مگر یہ دُرست نہیں ہے کہ ان کا یہ وشواس پاپ دُور کرنے یا رُوحانی ترقی کرنے کا بھی باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ آتمک اُنتی کا سبب گیان پُوروک وشواس (درست یقین) اُس سے پیدا ہونیوالی شردھا (سچائی کا قبول کرنا) اور اُس کے مطابق کئے ہوئے عمل ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ اگیان جنیہ یعنی جہالت سے پیدا ہونے والے وشواس شردھا اور کرم۔ بلکہ اس سے تو اُلٹی آتمک اَدھوگتی (روحانی تنزلی) اور پاپوں میں بڑھوتی کی سنبھاونا (امکان) ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس کے اشنان والوں کو نہ تو آتمک اُنتی اور پاپ نورتی کے حقیقی ذرائع (اصلی سادھنا) سداچار (اخلاق) کے استعمال کی چنداں پرواہ رہتی ہے اور نہ ہی پاپ آچرن کرنے (گناہ کرنے) سے ڈر رہتا ہے۔ وجہ یہ کہ انہیں محض تیرتھ سنان کرنے سے ہی آتمک وما نسک پوترتا اور پاپوں کے دُور ہونے کی اُمید ہوتی ہے۔

(۲) مندرجہ صدر تحریر سے صاف طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مہاتما جی نے گنگا سنان کرنے والوں کی صدق دلی کو اُن کی سُرخروئی کا باعث

ماننا ہے۔ یا کہ اُس سے پیدا ہونے والے گنگا سنان سے پاپ نورتی کے اندھ وشواس کو۔ اگر ایسے وشواس کو سُرخروئی کا سبب بتلایا گیا ہو۔ تو ماننا پڑے گا کہ دُنیا کے وہ تمام لوگ جو کہ اپنے اندھ وشواس (اندھے یقین) کی وجہ سے مختلف قسم کے توہمات میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان پر پورا وشواس اور نِشچے رکھتے ہیں۔ وہ سارے ہی ایشور کے سامنے سُرخرو ہو جائیں گے۔ اُس صورت میں ستیہ (سچائی) کی کوئی قیمت اور اُس کے جاننے و گرہن کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ رہیگی۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ یہ ماننا اور کہنا ہی سراسر غلط ہے۔ کہ ایسی صدق دلی سُرخروئی کا باعث ہو سکتی ہے۔ جو ضعیف الاعتقادی کا سبب ہو۔ کیونکہ اندھ وشواس کا باعث صدق دلی نہیں بلکہ لاعلمی اور سادہ لوحی ہے۔ جو کسی صورت میں بھی سُرخروئی کا سبب نہیں ہو سکتی۔ یہ دوسری بات ہے کہ مہاتما جی جیسے اودار ہستی ایسے سادہ لوحوں پر دیا کر کے اُنہیں سُرخروئی کا سارٹیفکٹ دیدیں۔ مگر قدرتی سچائیں اپنے خلاف اعتقاد رکھنے اور عمل کرنے والوں پر نہ تو دیا کرتی ہیں اور نہ ہی اُنہیں کامیاب یا سُرخرو ہونے دیتی ہیں۔ چونکہ انسان بوجہ انسان ہونے کے اس بات کے لئے ذمہ وار ہے۔ کہ وہ علمیت یا صحیح واقفیت حاصل کرے۔ اس لئے اُس کی جہالت یا اودیا اُس کی غلطی یا کمزوری کے لئے معذوری اور کفارہ کا باعث ہرگز نہیں ہو سکتی۔

(۳) اور اگر محض صدق دلی کو سُرخروئی کا کارن بتلایا گیا ہے۔ تو بھی ایسی صدق دلی سُرخروئی کا باعث ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کہ جس کا ظاہری نشان گنگا سنان سے پاپ دور ہونے کا اندھا وشواس ہو۔ اور اگر یہاں پر صدق دلی سے مراد بلا مکر و فریب اور لاگ لپیٹ سے ہو اور سُرخروئی سے مراد اپنے مقصد (پاپ نورتی۔ پوترتا) میں کامیابی سے ہو۔ تو بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ پاپ نورتی اور پوترتا اتنی سستی اور آسان نہیں ہے۔ جو کہ محض ایسی صدق دلی سے ہی ہو جائے۔ جس کا سبب اگیان۔ اور جس کے معنے بھولا پن کے سوائے اور کچھ نہ ہوں۔

ناظرین اگر بحث کو چھوڑ کر حقیقت پر غور کیا جائے۔ تو معلوم ہو گا۔ کہ ان گنگا آدی ندیوں اور خاص خاص جگہوں کو سوارتھیوں نے اپنے معاش کے واسطے اور سستے داموں پوترتا اور مکتی خریدنے والے سُست اور سادہ لوح حاجتمندوں نے پوترتا اور پاپ نورتی کا سادھن (ذریعہ) قرار دیا اور مان لیا ہے۔ مگر در اصل یہ استھان تو کسی وقت رشیوں منیوں کی تپو بھومیاں (جائے ریاضت) اور نواس استھان ہوا کرتے تھے اور گرہستی لوگ وہاں جا کر ان کے ست سنگ سے اپنے منوں اور آتماؤں (دلوں اور روحوں) کی شدھی کیا کرتے تھے۔ نہ کہ گنگا سنان سے۔ اس لئے محض تیرتھ سنان یا یاترا کو پوترتا اور پاپ نورتی کا ذریعہ بتانا یا ماننا تو

جہالت ہے۔ وہ تیرتھ تو سچائی۔ تپ۔ تیاگ۔ اہنسا۔ کھشما۔ برہمچریہ۔ ست سنگ۔ اندریہ نگرہ (حواسوں کی ضبطی)۔ دیا۔ سنتوش اور چھل کپٹ کا چھوڑنا وغیرہ وغیرہ ہیں۔ کہ جن کو وید آدی شاستروں نے من اور آتما کی شدھی اور پاپ دُور کرنے کا سادھن بتلایا ہے۔ اور جن کے دھارن کرنے سے ہی منش پاپوں سے بچ سکتا اور سچ مچ آتما اور من کو شدھ اور سچا بنا سکتا ہے

نام سمرن

(مہاتما جی) رام نام کے پرتاپ سے پتھر تیرنے لگے۔ رام نام کے بَل سے بانر (بندر) سیتا نے راون کے چھکے چھڑا دیئے۔ رام نام کے سہارے ہنومان نے پربت اُٹھا لیا اور راکھشوں کے گھر انیک ورش رہنے پر بھی سیتا اپنے ستیتو (عصمت) کو بچا سکی۔ بھرت نے چودہ سال تک پران دھارن کر رکھا۔ کیونکہ اُن کے کنٹھ سے رام نام کے سوا دوسرا کوئی شبد نہ نکلتا تھا۔ اس لیے تلسی داس نے کہا کہ کلی کال کا مل (پاپ) دھوڑالنے کے لئے رام نام جپو۔ اس طرح سنسکرت اور پراکرت دونوں پرکار کے منش رام نام لیکر پوتر ہوتے ہیں۔ پرنتو پاون (پوتر) ہونے کے لئے رام نام ہردے سے لینا چاہئے۔ نوجیون ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۲۵ء

ایک مرہٹہ دیوی نے مہاتما گاندھی جی سے یہ سوال کیا۔

(سوال) "کیا کسی مرد یا عورت کو رام نام جپنے ہی سے قومی سیوا میں حصہ لئے بغیر آتم درشن ہو سکتا ہے" میں نے یہ سوال اس لئے دریافت کیا ہے کہ میری کچھ بہنیں یہ کہا کرتی ہیں کہ ہم کو گھر کے کام کاج کرنے اور محتاجوں پر رحم کرنے کے علاوہ اور کسی کام کی ضرورت ہی نہیں"

مہاتما جی اس کا جواب یہ دیتے ہیں۔

(جواب) اس سوال نے عورتوں کو ہی نہیں بلکہ بہت سے مردوں کو بھی الجھن میں ڈال دیا ہے۔ مجھے یہ بات معلوم ہے کہ کچھ لوگ اس اصول کے ماننے والے ہیں کہ کام کرنے کی قطعی ضرورت نہیں۔ اور محنت کرنا فضول ہے۔ میں اس خیال کو بہت اچھا تو نہیں کہہ سکتا۔ البتہ مجھے اسے ماننا ہی ہو تو میں اس کے اپنے ہی معنی لگا کر منظور کر سکتا ہوں۔ میری عاجزانہ رائے یہ ہے کہ انسان کو اپنی ترقی کے لئے پرشارتھ کرنا لازمی ہے بغیر اس بات کا خیال کئے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ یہ ضروری ہے۔ رام نام یا ایسا ہی کوئی دوسرا پوتر نام محض جپنے کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ آتم شدھی کے لئے کوششوں کو سہارا دینے کے لئے اور ایشور سے براہ راست رہنمائی پانے

کے لئے ہے۔ اس لئے رام کا نام اُچارن کبھی پرشارتھ کی جگہ کام نہیں آسکتا۔ وہ تو پرشارتھ کو زیادہ طاقتور بنانے اور ایسے درست راستہ پر چلنے کے لئے ہے۔ اگر پرشارتھ کرنا فضول ہے تو پھر گھر کی اور گرہستی کی فکر کیسی۔ اور دُکھیوں کو امداد دینا کس لئے۔

ینگ انڈیا ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء پرتاپ لاہور ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء"

(آریہ) مہاتما جی کی مندرجہ صدر ہر دو تحریریں ایک دوسرے کے بالکل ہی خلاف ہیں۔ پہلی تحریر میں آپ نے رام نام سمرن کو نہ صرف سنسار کے سارے ممکن کاموں کی سدھی کا ہی سبب مانا ہے۔ بلکہ اُس کے پرتاپ (برکت) سے پتھروں کا تیرنا اور پہاڑوں کا اُٹھا لینا بھی ممکن بتلایا ہے۔ جو کہ قطعی ناممکن ہے۔ مگر دوسری تحریر میں عین اس کے خلاف آپ نے یہ فرمایا ہے کہ سنسار کے جو کام محنت اور کوشش یا کہ پرشارتھ سے ہونے والے ہیں۔ اُن کا سادھن (ذریعہ) رام نام کا جاپ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو سکتا ہے تو گھر یا گرہستھ کے کاموں کے لئے کیوں محنت اور پرشارتھ کیا جاتا ہے۔ اُن کو کیوں رام نام کے جاپ سے ہی پورا نہیں کر لیا جاتا۔ رام نام تو صرف مانسک اور آتمک شدھی کا ہی سبب ہو سکتا ہے۔ اور وہ بھی ایسی صورت میں کہ جس صورت میں دل سے اُس کا سمرن کیا جائے۔ اور سمرن بھی اُس نام کا جو کہ سارے سنسار کا پتا اور ہنتی ہے۔ نہ کہ دسرتھ کے پُتر اور سیتا کے پتی رام کا۔ جیسا کہ اوتار وادیں درج کئے آپ کے رام نام

سے تعلق رکھنے والے لیکھ کے اِن الفاظ سے ظاہر ہے۔ " راماین کے رام وہ رام نہیں ہیں۔ جن کا نام لیکر ہم بھو ساگر سے پار ہو سکیں۔ یا جن کا نام دکھ کے موقعہ پر لیا کریں وغیرہ وغیرہ"

جو اندھ وشواسی لوگ علت معلول کا صحیح تعلق (کاریہ کارن کا یتھارتھ سنبندھ) نہیں سمجھتے۔ اور ہر ایک کاریہ کی سدھی ہر ایک دُکھ کی نورتی۔ اور ہر ایک مرض کا علاج ایشور کے نام کے جاپ کو ہی مان لیتے ہیں۔ مہاتما جی نے یہ لکھ کر اُن کا سچا طور پر کھنڈن کیا ہے۔ کہ رام کا نام اُچارن کبھی محنت کی جگہ کام نہیں آ سکتا۔ اور یہ ہے بھی بالکل درست۔ کیونکہ پرمیشور ہیں بھی نام سمرن یا جاپ کرنے سے بھوکھ دُور نہیں ہوتی۔ پیاس نہیں بجھتی۔ نہ بخار اُترتا اور نہ ہی لکھنا پڑھنا آتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ بلکہ جس طرح ہر ایک مرض کا علاج جُدا جُدا ہے۔ اُسی طرح ہر ایک کاریہ کی سدھی کا سادھن بھی علیحدہ علیحدہ ہے۔

لیکن اگر اگیانی لوگ ایشور کے نام کے پرتاپ سے پتھروں کا تیرنا یا پہاڑ کا اُٹھانا وغیرہ سب ناممکنات کو ممکن مانتے ہیں۔ تو یہ کوئی آشچریہ کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ اُنہیں چیزوں کا صحیح علم نہیں ہے۔ مگر حیرانی ہے تو اس بات کی ہے کہ مہاتما جی جیسے ترک کے حامی اور بدھی سے کام لینے والے ودوان نے بھی اس کو درست مانا ہے۔ حالانکہ آپ کی ہی تحریر سے

اس کا کھنڈن بھی ہوتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی کیا وجہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ پہلی تحریر میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ تو محض رام نام کا مہتو (عظمت) دکھلانے کے لئے تھا نہ کہ واقعات کو بیان کرنے کے لئے۔ مگر یہ کہنا اس لئے درست نہ ہوگا کہ رام نام کا مہتو دکھلانے کے لئے جو پتھروں کا سمندر پر تیرنا اور ہنومان کا پہاڑ اٹھانا وغیرہ بیان کیا گیا ہے۔ انہیں بروئے راماین ہندو لوگ امر واقعہ مانتے ہیں۔ اور اگر ان کو امر واقعہ نہ مانا جائے تو پھر ان سے رام نام کا مہتو بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسمبھو کلپنائیں و ورشٹانت (ناممکن مفروضات و مثالیں) کسی بات کو ثابت نہیں کر سکتے۔

ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ کہ پہلی تحریر میں جس رام کو ایشور مان کر اس کے سمرن کی عظمت دکھائی گئی ہے۔ وہ رام دسرتھ کے پتر اور سیتا کے پتی رام کے سوائے دوسرا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ راماین سمندر پر پتھروں کا تیرنا وغیرہ اسی رام کے کرشمے بتلاتی ہے۔ مگر یہ تحریر آپ کی اس تحریر کے بالکل ہی خلاف ہے۔ جو کہ پیچھے اوتار واد میں رام نام سے تعلق رکھنے والی درج کی گئی۔ کیونکہ آپ نے اس میں صاف لکھا ہے کہ "ہم جس رام کے گن گاتے ہیں وہ بالمیک اور تلسی داس کے رام نہیں اور نہ ہی وہ دسرتھ کے پتر اور سیتا کے پتی دیہہ دھاری رام ہیں۔ بلکہ وہ رام وہ ہیں جو کہ ہمارے

ہردے میں لیتے ہیں" معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے صحیح کون سی اور غلط کون سی ہے۔ اس کو سوائے مہاتماجی کے دوسرا نہیں جان سکتا۔

اگر یہ کہا جائے کہ مہاتماجی دسرتھ کے پتر اور سیتا کے پتی رام کی بھی اتہاسک ویکتی (تاریخی شخصیت) نہیں مانتے۔ بلکہ النکارک ہستی مانتے ہیں۔ اس لئے آپ کے نزدیک اُس کا مفہوم بھی ایشور ہی ہوتا ہے۔

اول تو اس بیان کی صداقت پر ہی یقین نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ مہاتماجی کے جو الفاظ اوپر درج کئے گئے ہیں۔ اُن میں آپ صاف طور پر دسرتھ کے پُتر اور سیتا کے پتی رامائن کے دیہہ دھاری اتہاسک رام اور انتریامی رام کو علیحدہ علیحدہ مان چکے ہیں۔ ساتھ ہی جو تحریریں آپ کی اسی عقیدہ کے شروع میں درج کی گئی ہیں۔ اُن کے بھی کسی شبد سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔

دوم اگر بالفرض محال اس کو درست بھی مان لیا جائے تو اس اعتراض کا کیا جواب ہے۔ کہ مہاتماجی جب دسرتھ کے پتر اور سیتا کے پتی رام کے ایشور ہونے کا صاف طور پر نشیدھ کر چکے ہیں۔ پھر اسی رام کا بطور ایشور بیان کر کے کیوں بھرانتی پھیلا کر لوگوں کو گمراہی میں ڈالا جاتا ہے۔

بس اس حقیقت کو جانتے ہوئے بھی کہ مہاتماجی کی تحریروں میں باہمی بڑا بھاری اختلاف ہے۔ آخر پر یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مہاتماجی نے اس مضمون کے متعلق ہونے والے اس حقیقی سوال کا کیا جواب دیا ہے۔

کہ ایشور کے نام کا سمرن یا جاپ کرنا چاہیئے۔ یا نہ۔ اگر کرنا چاہیئے تو کس لئے۔ اس کا جواب آپ کی مذکورہ تحریروں کو بغور مطالعہ کرنے سے یہ ملتا ہے کہ ایشور کے نام کا سمرن ضرور کرنا چاہیئے۔ اور کرنا چاہیئے تو آتم شدھی و اس سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے۔ نہ کہ سنسار کی چیزوں کی حصولی اور دُنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے۔ ہم آپ کے اس خیال سے متفق ہوتے ہوئے اس میں اتنا اور بڑھانا چاہتے ہیں کہ ایشور کا نام سمرن گیان پوروک ہونا چاہیئے۔ یعنی ایشور کے جس نام سے اُس کا جو گن ظاہر ہوتا ہو اُس کو اچھی طرح سمجھ کر جہاں اُس کا بار بار سمرن دھیان کریں وہاں اُس کے مطابق اپنا عمل بھی بنا دیں۔

بے سمجھی میں طوطے کی طرح اُس کا جاپ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ کیونکہ ویدک دھرم کے گیان۔ کرم اور اُپاسنا تین کانڈ ہیں۔ یہ تینوں مل کر ہی انسان کو اپنا یتھارتھ پھل (صحیح نتیجہ) دے سکتے ہیں۔ کرم اور اُپاسناں کے بنا گیان گیان اور کرم کے سوائے اُپاسنا و گیان اور اُپاسنا کے بغیر کرم بالکل ہی بے معنی ہیں۔

سہ بھوج اور انتروواہ

(مہاتما جی) میں اس بات کو نہیں مانتا کہ سہ بھوج اور انتروواہ سے کسی منش کا جنم جات درجہ اوشیہ چھن جاتا ہے.......

اس پرکار یدپی سہ بھوج اور انتروواہ سے ورن آشرم میں بادھا نہیں ہوتی تھاپی ہندو دھرم سہ بھوج اور ایک ورن کے ساتھ دوسرے ورن کے انتروواہ کو روکنے کا پریتن کرتا ہے۔ ہندو دھرم آتم سنیم کی چرم سیما تک (نفس کشی کی انتہائی حد تک) پہونچ گیا ہے------

ہندوؤں کے یہاں تو اُن کے پُتر کے بھی ساتھ بھوجن کرنا اُن کے کرتویہ کا انگ نہیں ہے۔ اور ایک (فلاں) ہی جاتی کی کنیا سے وواہ کرنے کا نیم بنا کر تو ہندو لوگ اسادھارن آتم سنیم (غیر معمولی نفس کشی) کا پالن کرتے ہیں

اتھوا انتروواہ اور سہ بھوج کا نشیدھ آتما کے درست وکاش (غیر معمولی ترقی) کے لیئے پرم اوشیک ہے۔

پرنتو یہ نورت یا ورکت ورن کی کسوٹی نہیں ہے۔ برہمن نے یدی گیان کے دوارا سیوا کرنے کے اپنے کرتویہ کا تیاگ نہیں کیا۔ تو وہ اپنے

شودر بھائی کے ساتھ بھوجن پان کرنے پر بھی برہمن رہ سکتا ہے۔ اب تک
میں نے جو کچھ کہا اُس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ بھوجن۔ پان اور وواہ کے
وشئے میں جو سنیم (پابندی) رکھا گیا ہے۔ اُس کا آدھار سریشٹھتا یا
کنشٹھتا (اعلیٰ وادنیٰ) کے بھاؤ پر نہیں ہے۔ جو ہندو اپنے کو سریشٹھ
سمجھکر کسی دوسرے کے ساتھ بھوجن پان کرنے سے انکار کرتا ہے۔ وہ اپنے
دہرم کا آدرش بالکل اُلٹا دکھاتا ہے۔ یہ دُربھاگیہ (بدقسمتی) کی
بات ہے کہ آج ہندو دہرم اکیلے چھوٹے چوکے میں ہی
مانا جاتا ہے۔ میں نے ایک بار ایک مسلمان بھائی کے یہاں کچھ کھایا۔
یہ دیکھ کر ایک دہرم نشٹھ ہندو حیران ہوگیا۔ میں نے مسلمان بھائی کے
دئے پیالے میں دودھ انڈیلا۔ اُنہیں دیکھ کر بڑا دُکھ ہوا۔ اور جب
اُنہوں نے دیکھا کہ میں مسلمان کی دی ہوئی ڈبل روٹی کھانے لگا
ہوں تب تو اُن کے دُکھ کی سیما (حد) نہ رہی۔ اگر ہندو دہرم کیول کیا
کھاویں اور کس کے ساتھ کھاویں اور کس کے ساتھ نہ کھاویں۔ اُس کے
پرشرم سادھیہ نیموں (محنت سے سدھ ہونے والے قواعد) کے سنبندھ
میں ہی منتویہ کرنے لگے تو اُس کے پرانوں کے سنکٹ میں آپڑنے کا
اندیشہ ہے۔ نوجیون ۷۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء"

"میں نیچ جاتی والوں کے ساتھ کھا پی لیتا ہوں مسلمانوں کے ساتھ کھا

پی لیتا ہوں۔ میں اتنا کچھ کرتا ہوں۔ لیکن میں اپنے آپ کو سناتن دھرمی
اور ورن آشرمی مانتا ہوں۔ تیج دہلی ۲۵۔ جولائی ۱۹۲۵ء مارواڑی سمیلن
میں کی گئی آپ کی تقریر سے لیا گیا۔"

" اور میں کسی آدمی کے ہر کہہ و مہہ کے ساتھ نہ کھانے پینے
کو گناہ سمجھنے سے انکاری ہوں۔ ہندو دھرم میں بھائیوں کے بچے
آپس میں شادی نہیں کر سکتے -------- یہ انضباطی پابندیاں
بطور خود بُری نہیں ہیں۔ اگر انہیں مضحکہ خیز انتہائی حالتوں کو پہونچا
دیا جائے تو البتہ وہ نقصان دہ ہو سکتی ہیں۔ ینگ انڈیا ہندی دوسرے
جلد صفحہ ۸۴ ۹ پرتاپ لاہور ۱۵۔ دسمبر ۱۹۲۰ء"

"روٹی ویوہار تو ہماری بہتیری جاتیوں میں دن بدن بڑھتا جا رہا
ہے۔ پر بیٹی ویوہار شروع ہو جاتے ہی بھی ایک تو ساری جاتی کی
اکثر تا بڑھتی جائے گی۔ اور دوسرے سمان گن اور شیل رکھنے والے وروں
(خاوندوں) اور بدھوؤں (عورتوں) کی کھوج کا کشیتر وشال (میدان
وسیع) ہو جائے گا۔ نوجیون ۲۵۔ مارچ ۱۹۲۶ء"

(آریہ) مہاتما جی نے ورن کو منش کا جنم جات (پیدائشی) درجہ بتلایا
ہے یہ درست نہیں ہے۔ ہم آپ کی اس غلطی کو ورن ویوستھا کے
مضمون میں اچھی طرح سے ثابت کر آئے ہیں۔ اس لئے یہاں پر اُس کو

دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

پھر آپ نے لکھا ہے کہ سہ بھوج اور انتر وواہ سے ورن آشرم میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اسی خیال سے آپ نے پنچ جاتی والوں اور غیر ہندوؤں کے ساتھ اپنے کھانے پینے کا اقرار کرتے ہوئے بھی اپنے کو ورن آشرم میں قایم مانا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ نے آتم سینم (خود ضبطی) اور آتم وکاش (روحانی ارتقا) کے لئے سہ بھوج اور انتر وواہ کی ممانعت بھی نہایت ضروری بتلائی ہے۔ ناظرین یہ خیال مہاتما جی نے اپنے کو سناتنی ہندو ثابت کرنے کی ذیل میں ہی ظاہر فرمائے ہیں۔ لیکن آپ کے خیال کا پہلا حصہ اور کھان پان کا عمل سناتن دھرمی ہندوؤں کے وچار اور آچار کے قطعی خلاف ہے۔ اس کے سوائے یہ دونوں خیال ایک دوسرے کے بھی موافق نہیں ہیں۔ وہ اس لئے کہ اگر سہ بھوج اور انتر وواہ کی ممانعت آتم سینم اور آتم وکاش کے لئے ضروری ہے۔ تو وہ ورن آشرمی دھرم کے پالن کرنے میں بھی ضرور سدّ راہ ہوں گے۔ کیونکہ ورن آشرمی دھرم بھی بغیر آتم سینم اور آتم وکاش کے پالن نہیں کیا جا سکتا۔ یا یوں سمجھئے کہ اگر بقول مہاتما جی سہ بھوج اور انتر وواہ کا نشیدھ آتم سینم اور آتم وکاش کے لئے ضروری ہے تو کسی بھی ویدک دھرمی کے لئے وہ جائز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ دھرم کے رُو سے ہر ایک ورن آشرمی منش کے لئے وہی آچار ویوہار درست اور جائز ہو سکتے ہیں جو کہ اس کی آتمک اُنتی کا باعث بھی ہوں

دوسرے ہرگز نہیں۔ نیز اگر سہ بھوج سے مہاتما جی کی مراد نیچ مانی گئیں جماعتوں
اور غیر ہندوؤں کے ہاتھ کے بنے شدہ نرامش بھوجن (بغیر مانس کے غذا) کرنے یا
کہ اُن کے ساتھ ایک پنکتی میں ایک فرش پر بیٹھکر کھانے پینے سے ہے۔ اور
انتر وواہ سے آپ کی منشار گُن کرم انکول کسی بھی لڑکے لڑکی سے وواہ کی۔ تو
بہر سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سہ بھوج اور انتر وواہ آتم سینم اور آتم وکاش کے لئے
مضر کیوں ہیں۔ ہمیں تو اس کی کوئی بھی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور اس کی تردید
کے لئے مہاتما جی کو ہی بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ سہ بھوج کرتے
ہوئے بھی آپ میں خود ضبطی اور روحانیت موجود ہے۔ ہاں یہ دُرست ہے
کہ اگر سہ بھوج میں اشدھ یعنی نہ کھانے پینے کے لائق (ابھکش) چیزوں کو
کھایا جائے۔ جس کی کہ مہاتما جی نے بھی ممانعت فرمائی ہے۔ اور انتر وواہ گُن
کرم کی پرواہ نہ کرتے ہوئے محض شہوت رانی (کام چیشٹا) کے غلبہ میں آکر
ہی کیا جائے تو بیشک جہاں وہ آتم سینم اور آتم وکاش کے لئے مضر ہوں گے
وہاں حقیقی ورن دیوستھا کے بھی وناشک (تباہ کرنیوالی) ہونگے یہ ہو نہیں سکتا
کہ آتم سینم اور آتم وکاش کے لئے تو مضر ہوں اور ورن دیوستھا کے لئے بے
ضرر۔ کیونکہ جو لوگ بھکش ابھکش اور وواہ کی پوترتا کی پرواہ نہ کرتے ہوئے
سہ بھوج اور انتر وواہ کرتے ہیں۔ اُن کا وہ آچار دیوہار کسی دھارمک یا اخلاقی
اصول پر مبنی نہیں ہوتا بلکہ اُس کی بنا محض جذبۂ حیوانیت پر ہوتی ہے۔

مہاتماجی کا یہ فرمانا کہ ہندوؤں کے موجودہ کھان پان اور وواہ کی پابندیاں اعلیٰ و ادنیٰ کے خیال پر مبنی نہیں ہیں قطعی غلط ہے۔ کیونکہ یہ مسلمہ بات ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ ہندوؤں میں کھانے پینے کے متعلق چھوا چھوت اور کچی پکی کا خبط جو کہ پاگل پن کی حد تک پہونچگیا ہوا ہے اُسکا مکھیہ کارن (خاص سبب) اعلیٰ اور ادنیٰ پن کا جھوٹھا گھمنڈ ہی ہے۔

چونکہ ویدک دہرم بغیر پریوجن (مطلب) کے ودہی (امر) اور نشیدھ (نہی) کا نشچے نہیں کرتا۔ یا یوں سمجھئے کہ ویدک دہرم اُسی آچار ویوہار کو جائز اور درست ٹھہراتا ہے۔ جو کہ شریر۔ من اور آتما کی ترقی اور ارتقا کے موافق اور اُسکا مددگار ہو اور شریر۔ من اور آتما کو نقصان پہونچانے والے کرموں کی ممانعت کرتا ہے۔ اس لئے اُس کے رُو سے شدھ نرامش بھوجن (جس غذا میں ماس نہ ہو) کا کھانا اور گُن کرم انکول وواہ (یہی سہ ورنی وواہ ہے) ہی جائز اور درست ہے۔ چاہے اُس کو آج کل کی اصطلاح میں سہ بھوج اور انتر وواہ ہی کیوں نہ کہا جائے۔ اور نہ کھانے کے قابل (ابھکش) چیزوں کا کھانا پینا اور گُن کرم کے خلاف وواہ کرنا بالکل ناواجب ہے۔ چاہے وہ آج کل کے رواج اور خاندانی ورن ویوستھا کے موافق ہی کیوں نہ ہو۔

قریب قریب یہی مطلب مہاتماجی کی اُوپر درج کی ہوئی نوجیون کی ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۲۶ء والی تحریر کا بھی ہے۔ اگر ہندو پھر سے اس ویدک طریق عمل

عمل کرنے لگ جائیں تو نشچت ہے کہ اُن کی کھان پان اور دواہ کے
متعلق موجودہ توہمات کا خاتمہ ہو کر بہت سی ساماجک مشکلیں حل
ہو جائیں گی۔

مانس آہار

(مہاتما جی) ہاں مادک (نشہ والے) پیہ (پیئے جانے والے) تتھا ہر طرح
کے کھادیہ (کھائے جانے والے) پدارتھوں کا وشیش (خاص) کر کے مانس
کا سیون (استعمال) نہ کرنے سے آتم اُنتی میں سہائتا ملتی ہے۔ پرنتو کیول
یہی ہمارا لکھش کسی طرح نہیں۔ بہت سے منش ایسے ہیں جو ماس
بھوجن کرتے ہیں۔ اور سب لوگوں کے ساتھ کھاتے پیتے
ہیں۔ پرنتو ایشور سے ڈرتے ہیں۔ ایسے لوگ اُس منش کی
اپیکھشا (نسبت) مکتی کے ادھک نزدیک ہیں۔ جو دھارمک
ورتی سے مدہ ماس آدمی کا تو سیون نہیں کرتا پرنتو اپنے کاریہ کے دوارا
ایشور کا ترسکار کرتا ہے۔ نوجیون ۷۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء"

"میں گوشت خوری کو انسان کے لئے نازیبا سمجھتا ہوں۔ ہم ادنیٰ حیوانات
کی نقل کرنے میں غلطی کرتے ہیں۔ اگر ہم اُن سے اعلیٰ ہیں۔ تجربہ تبلاتا ہے۔ کہ

حیوانی خوراک ان کے لئے ناموافق ہے۔ جو اپنی نفسانی خواہشات کو پسپا کرنا چاہتے ہیں۔ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ سبزی خوری ہندو دھرم کا ایک بیش بہا عطیہ ہے۔ اسے یوں ہی نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ لہٰذا اس غلطی کا ازالہ کرنا ضروری ہے کہ سبزی خوری نے ہمیں دماغی یا جسمانی طور پر کمزور یا سست اور کاہل بنا دیا ہے۔ عظیم ترین ہندو ریفارمر اپنے اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ چست۔ محنتی اور جفاکش ثابت ہوئے ہیں۔ اور وہ سب کے سب سبزی خور ہی تھے۔ بھلا بتلاؤ تو سہی کہ سوامی دیانند یا سوامی شنکر آچاریہ کے زمانہ میں ان سے زیادہ کام کرنے والا کون ہوا تھا۔ ینگ انڈیا۔ ۷ اکتوبر ۱۹۲۶ء سرخی ویجٹیرین ازم۔ تیج دہلی ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء"

(آریہ) ماس آہار کے متعلق مہاتما جی کی رائے بالکل صاف ہے۔ آپ گوشت خوری کو نفسانی خواہشات کے بڑھانے والا اور روحانی ترقی کا سد راہ سمجھتے ہوئے اس کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ جو لوگ گوشت خوری کی تائید میں یہ دلیل پیش کر کے ماس آہار کو جائز ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ دنیا میں شیر وغیرہ کئی حیوان گوشت خور ہیں۔ اس لئے گوشت خوری خلاف قدرت نہیں ہے۔ آپ نے یہ جواب دے کر اس کی تردید فرمائی ہے کہ چونکہ انسان حیوان سے اعلیٰ ہے۔ اس لئے اس کو حیوان کی نقل ہرگز نہیں کرنی چاہئے۔ اس میں اتنا اور اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ بہت سے حیوان سبزی

بھی ہیں پھر ان کی مثال کیوں نہ لی جائے۔ ساتھ ہی اگر جیوانوں کے ایک فعل کی مثال لی جائے گی یا نقل کی جائے گی۔ تو اُن کے بہت سے دوسرے خلاف تہذیب حیوانی افعال کی بھی پیروی کرنی پڑے گی۔ جو کہ منش کے لئے ناممکن اور شرمناک بھی ہوگی۔ اگر بغور دیکھیں گے تو معلوم ہوگا۔ کہ حقیقت میں حیوان کی مثال انسان کے لئے قطعی غیر متعلقہ ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں بڑا بھاری فطرتی فرق ہے۔ انسانوں کو حیوانوں سے بہتر اور برتر ٹھہرانے والے خاص کر تہذیب اور اخلاق ہیں۔ گوشت خوری ان کے بھی خلاف ہے۔

(۱) تہذیب کے خلاف اس لئے کہ گوشت خور دُنیا میں ہر جاندار یعنی انسان سے لے کر ادنیٰ سے ادنیٰ کیڑوں تک کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ جن میں سے انسان کا گوشت کھانے والوں کو وحشی سمجھا جاتا ہے۔ اور جب وہ ذرا مہذب ہو جاتے ہیں تو خود بھی انسانی گوشت کا کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ تہذیب نے گوشت خوری چھڑائی۔

(۲) خلاف اخلاق اس لئے کہ کُنڈی کے ساتھ کھانے کی چیز لگا اور دام کے پاس دانہ پھیلا کر مچھلی وغیرہ جانوروں اور پرندوں کو کھانے کی دعوت دے کر مکّاری سے انہیں اپنے کھانے کے لئے پکڑا جاتا ہے۔ گھات میں بیٹھ کر بے خبر اور بے ضرر جانوروں کو گولی سے مارا جاتا ہے۔ اپنے بچوں کی

طرح پالے ہوئے بکروں۔ بھیڑوں اور مُرغوں کے گلے پر چھُری چلائی جاتی ہے۔ جانوروں کو ذبح کر کے اُن کی دردناک تڑپ کو نہایت بے رحمی اور بے دردی سے دیکھا اور خونخوار جانوروں کی طرح مانس کو نوچا اور چبایا جاتا ہے۔ مہاتما جی نے جو یہ فرمایا ہے۔ کہ ایشور سے ڈرنے والے مدھ مانس اہاری منش اُن مدھ مانس نہ کھانے والے منشوں سے مکتی کے زیادہ نزدیک ہیں۔ جو کہ ایشور کی آگیا کا پالن نہیں کرتے۔ یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ یہ تو محض مدھ مانس کھانے والوں کو سہارا دینے والا ایک مفروضہ ہے۔ عملی دُنیا میں اس کی مثال ملنی نایاب ہے۔ کیونکہ مدھ مانس کا استعمال کرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ مدھ مانس کھانے والا ایشور سے نہیں ڈرتا۔ بھلا ایشور سے ڈرنے والا منش اپنے پیٹ اور مزہ کی خاطر کبھی نراپرادھ پرانیوں کے گلے پر چھُری چلا سکتا ہے۔ جو شخص اس سچائی کی ذرا پرواہ نہیں کرتا کہ اس کا کوئی حق نہیں کہ وہ اپنی غرض کے لئے ایشور کے معصوم بچوں کی زندگی کا خاتمہ کرے۔ تو وہ ایشور سے کہاں ڈرتا ہے۔ جب کہ مدھ مانس وغیرہ نہ کھانے کے قابل چیزوں کا استعمال کرنا ہی ایشور آگیا کا نہ ماننا اور اُن کا تیاگ (ترک) ایشور کی آگیا کا پالن کرنا ہے۔ تو اس سے ثابت ہے کہ مدھ مانس کے کھانے پینے والا اپنے اس فعل سے ایشور کا ترسکار کرتا ہے اور مدھ مانس کے نہ کھانے والا اپنے اس فعل سے ایشور کا آدر۔ اس لئے

پہلا دوسرے سے مکتی کی دوڑ میں ہرگز آگے نہیں ہوسکتا۔ اور جبکہ مہاتما جی نے خود بھی مدھ مانس کا چھوڑنا خود ضبطی اور روحانی ترقی کے لئے نہایت ضروری مانا ہے۔ تو پھر ان کے استعمال کرنے والا ان کے چھوڑنے والے سے مکتی کے زیادہ نزدیک کیونکر ہوسکتا ہے۔ شاریرک وگیان (علم تشریح جسمانی) کے جاننے والے تو اس بات کو اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ منشیات کو چھوڑ کر مدھ مانس کھانے والا عموماً کیبٹی اور ہنسک پرورتی کا ہی ہوگا۔ قصابوں۔ بدچلنوں اور مانس آہاری جاتیوں کا دیوہار کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ تو پھر خود ضبطی اور روحانیت سے خالی انسان کا موکھش کی طرف رُخ کیسے ہوسکتا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کوئی مدھ مانس کھانے والا انسان کسی مدھ مانس نہ کھانے والے پتت سے کئی باتوں میں اچھا ہو۔ تو بھی اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ مدھ مانس کھانا اچھا ہے۔ اس کی بہتری کا کوئی اور سبب ہوسکتا ہے۔ اس لئے نہ تو مدھ مانس کھانے والے کی اس بُرائی کو اس کے دوسرے کسی اچھے گن کی وجہ سے بھلائی قرار دے سکتے ہیں۔ اور نہ ہی مدھ مانس نہ کھانے والے کے اس اچھے فعل کو اُس کے کسی دوسرے بُرے فعل کی وجہ سے بُرا ہی ٹھہرا سکتے ہیں۔

پشو بلی یا حیوانی قربانی

(مہاتما جی)" کالی کو بکرے بلیدان کرنا میں بالکل ادھرم مانتا ہوں۔ اور اسے میں ہندو دہرم کا انگ نہیں مانتا ---- ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ کسی زمانہ میں دہرم کے نام پر جیوؤں کا بلیدان ہوا کرتا تھا۔ پر یہ دہرم نہیں ہے۔ اور ہندو دہرم تو اور بھی نہیں ہے۔ ینگ انڈیا ہندی دوسری جلد صفحہ ۲۶۸"

(آریہ) یہ منتویہ (عقیدہ) مہاتما جی کا بالکل صاف ہے۔ اور ویدک دہرم کے موافق ہے۔ آپ کا یہ فرمانا بالکل بجا اور درست ہے۔ کہ اگرچہ کسی زمانہ (یہ زمانہ بام مارگیوں کا زمانہ ہے) میں دہرم کے نام پر جیوؤں کا بلیدان ہوا کرتا تھا لیکن یہ ہندو (ویدک) دہرم ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خودغرضی کے لئے معصوم و بے ضرر جانداروں کی جان لینا ویدوں کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ پشو بلی یا حیوانی قربانی ایک غیر ویدک طریقہ ہے۔ جس کو کہ باہر سے آکر ہندوؤں میں مل جانے والی غیر ہندو جاتیں اپنے ساتھ لائیں۔ اور ہندو ہوجانے پر بھی نہ صرف یہ کہ اپنے پرانے اویدک سنسکاروں (خلاف وید رسومات) کی وجہ سے اس غیر ویدک فعل کو چھوڑ نہ سکیں۔ بلکہ اس کو ویدک

بنانے کے لئے جہاں اُنہوں نے ادہرم رُوپ (خلاف دہرم) پشوبلی - مدھ
مانس اور ویبھچار (زنا) کو دہرم تبلانے والے گرنتھ (تنتر گرنتھ) لکھے - اور
اُن میں گومیدھ وغیرہ ویدک یگیوں اور منتروں کے صحیح معنوں کے خلاف
اپنا مطلب ثابت کرنے والے ارتھ کئے - وہاں پُرانے رشیوں کے گرنتھوں میں
بھی پشوبلی یا حیوانی قربانی وغیرہ کو جائز تبلانے والی تحریروں کی ملاوٹ
کردی - کیونکہ اس کے بغیر ان کا اپنے پاپ کرم کی نندا سے بچنا اور ہندؤں میں
ایسی غیر ہندو رسم کا رواج دینا ناممکن تھا - چنانچہ اُن کی اس کوشش سے
حواسوں کے غلام وشئے بھوگ (نفس پروری) کے خواہشمند ہندؤں میں
بھی اس کی پرورتی (دخول) ہوتی گئی - لیکن اس کے ساتھ ہی ویدک
دہرمیوں کی طرف سے اس کا کھنڈن بھی برابر کیا جاتا رہا ہے - مہاتما بدھ
نے پشوبلی کی سخت مخالفت کی ہے - اور لکھا ہے کہ یگیہ میں پشو بدھ کرنا
اکشواکو کے وقت سے شروع ہوا ہے - اور پُرانے براہمن اناج اور گھی
وغیرہ سے ہی یگیہ کیا کرتے تھے - وہ یگیہ میں گئوؤں کو نہیں مارا کرتے تھے -
اسی طرح مہابھارت شانتی پرب کے دسویں گیارہویں اور بارہویں شلوکوں
میں صاف لکھا ہے کہ "یگیہ میں گوؤں وغیرہ پشوؤں کا مارنا زبان کے
رس کے لوبھی دہورتوں کا چلایا ہوا ہے - وید میں اس کی ہرگز آگیا نہیں
ہے" وشنو سمپردائے کے گرنتھوں میں بھی اس کا کھنڈن بڑے زور سے

کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مت کے چلانے والوں کا نام بھی بام مارگی یعنی اُلٹے راستے چلنے والے رکھا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی انصاف پسند اور باضمیر آدمی بھی بے ضرر و بے گناہ جانداروں کی خونریزی کو ہرگز ہرگز دہرم نہیں کہہ سکتا۔ چاہے یہ خونریزی مفروضہ دیوی دیوتاؤں اور خدا کے نام پر ہی کیوں نہ کی جاتی ہو۔ میں تو حیران ہوں کہ پشو بدھ کو بلیدان یا قربانی کہا ہی کیونکر جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تو سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ ذاتی اغراض اور مفاد کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نشکام بھاؤ سے اپنے مال و جان کو دوسروں یا کہ دیش۔ جاتی اور دہرم کے لئے قربان کر دینا بلیدان یا قربانی کہلا سکتی ہے مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی کہ اپنے مفاد یا اغراض اور دہرم کے پورا کرنے کے لئے دوسرے جانداروں (انسانوں یا حیوانوں) کو ذبح کر دینا بھی قربانی کہلا سکتی ہے۔ کتنے دُکھ کی بات ہے کہ جو بلیدان یا قربانی انسانی تہذیب کا ایک اعلیٰ اخلاقی وصف تھا اور جس کے موصوف سچائی۔ آزادی۔ انصاف اور دوسروں کی بہتری و بہبودی کے لئے پروانہ وار اپنے پرانوں کی آہوتی دینے والے مہا پُرش ہی سمجھے جاتے تھے۔ پشو بلی یا حیوانی قربانی کے اندھے معتقدوں نے اس کا مفہوم دیوتاؤں یا خدا کے نام پر جانداروں کی خونریزی بتلا اور بنا کر اس کو ایک وحشت کا نشان بنا دیا ہے۔ اور خود اس کے ٹھیکہ دار بن بیٹھے ہیں۔ اور اگر بالفرض محال اپنی موہومہ (کلپت) غرض و مفاد کے لئے

معصوم جانداروں کے گلے پر چھری چلانا ہی قربانی ہے۔ تو پھر اپنی غرض و مفاد کے لئے کی ہوئی ڈاکوؤں اور رہزنوں کی قتل و غارتگری کیوں قربانی نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کی محرک غرض یا نیت اور ان میں کئے جانے والا عمل ایک برابر ہیں۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ جن حیوانوں کی قربانی کی جاتی ہے۔ وہ قربانی کرنے والے کی ملکیت ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی قربانی بھی اپنے مال کی قربانی کہلا سکتی ہے تو یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو اسے قربانی کہہ ہی نہیں سکتے۔ قربانی تو اسی صورت میں کہلا سکتی ہے۔ کہ جس صورت میں اپنے مال کو دوسروں کی بہتری کے لئے قربان کیا جائے۔ چونکہ یہ خونریزی اپنے ہی مفروضہ مفاد یا غرض کے لئے کی جاتی ہے۔ اس لئے اپنے مال کی اپنے لئے کی گئی قربانی بھی قربانی نہیں کہلا سکتی۔ اپنے لئے تو ساری دُنیا ہی اپنے مال کو قربان کرتی ہے۔ مگر اُسے کوئی بھی قربانی نہیں کہتا۔ دوئم۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ حیوان کا مالک بھی حیوان کی زندگی کا مالک نہیں ہے۔ کیونکہ جس طرح ایک شخص اپنے روپے۔ پیسے۔ مکان اور اناج وغیرہ بے جان چیزوں کا مالک ہے۔ اُسی طرح اپنے ملازم۔ بچوں اور مال مویشی کا مالک نہیں ہے۔ وہ اپنے ملازم کے صرف کام اور وقت کا مالک ہے۔ نہ کہ اس کی زندگی کا۔ جس طرح کوئی انسان سوائے اُس کے اپنے اور پیدا کرنے والے ایشور کے اور کسی دوسرے انسان کی جان کا مالک نہیں ہو سکتا۔ چاہے وہ اُس کا بیٹا

نوکر یا زر خرید غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اُسی طرح حیوان کا مالک بھی اس کے کام اور وقت کا مالک تو ہو سکتا ہے۔ مگر اُس کی جان کا مالک ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے حیوانی قربانی قربانی نہیں کہلا سکتی۔ سچ تو یہ ہے کہ حیوانی قربانی یا پشو بلی زمانہ جہالت کی ایک رسم ہے۔ جو کہ غیر مہذب لوگوں میں رائج تھی۔ میں نے بچشم خود آسام کے جنگلیوں کو اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لیئے جانوروں کو ذبح کرتے دیکھا ہے۔ جس طرح آج کے خودغرض لوگ اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لئے رشوتیں دیتے ہیں۔ اُسی طرح سچائی سے ناواقف لوگ اپنی تکلیفوں اور بیماریوں کو دور کرنے کے لئے اپنے مفروضہ دیوی دیوتاؤں یا کہ خدا کی خوشنودی کے لئے حیوانی اور انسانی قربانی کیا کرتے تھے۔ جو کہ آج تک لوگوں میں نسلاً بعد نسلاً ہوتی چلی آتی ہے۔ اور جس کو کئی مذاہب نے غلطی سے اپنے ایمان کا ایک جزو بنا لیا ہے۔ ورنہ حقیقت سے واقف سمجھدار انسان نہ تو پشو بدھ کو جائز اور دہرم ہی قرار دے سکتا ہے اور نہ ہی اس سے خدا کی خوشنودی کا حاصل کرنا ہی مان سکتا ہے۔ کیونکہ خدا اپنے پیدا کردہ بے گناہ بچوں کے قتل سے ہرگز خوش نہیں ہوتا۔ اس لیئے حیوانی قربانی یا پشو بلی تو محض ناشائستگی کا ایک نشان ہے۔ جو کہ کسی شائستہ قوم اور مذہب کے لئے ایک بدنما دھبہ ہے۔ اگر وہ اس غلطی کو خود نہیں چھوڑیں گے تو زمانہ کی شائستگی۔ تہذیب اور انصاف کا تقاضا تے ایک دن جبراً ان سے اس دہرم کے نام پر کئے جانیوالے ادہرم کو چھوڑائے گا۔

ودھواہ وواہ

(مہاتماجی) ایسے ودھواپن کی حفاظت کیسے کر سکتے ہیں۔ جو ماں باپ
دس سال کی لڑکی کی شادی کر دیتے ہیں۔ کیا ان کو ودھواپن کے ثواب
میں کوئی حصہ مل سکتا ہے۔ جب لڑکی کی آج ہی شادی ہوئی ہو
اور آج ہی پتی مر جائے۔ تو کیا اُسے ودھوا کہنا چاہیئے؟
یا ودھواپن کی کثرت کو دھرم کی سیڑھی پر چڑھا کر کیا ہم مہاپاپ نہیں کرتے۔
اگر ودھواپن کو محفوظ رکھنا ہو تو کیا مردوں کو اپنے
دھرم کا خیال رکھنے کی ضرورت نہیں؟ جس لڑکی کی شادی
آج ہوئی ہے۔ اُس کے دل کا حال کوئی کیا جان سکتا ہے۔ اُس کے
متعلق اُس کے پتا کا کیا دھرم ہے یا باپ نے اُس کے گلے پر چھُری پھیر کر
اُس کے متعلق اپنے فرض کو ادا کر لیا۔
ودھواپن کی پوترتا کی رکھشا کرنے کے لئے ہندو دھرم کی رکھشا کے لئے
ہندو سماج کی بہتری کے لئے میری ناقص رائے میں مندرجہ ذیل اصولوں
کی ضرورت ہے۔
(۱) کوئی باپ پندرہ سال کے پہلے اپنی لڑکی کی شادی

نہ کرے۔

(۲) جو شادیاں اب تک مذکورہ بالا عمر کے پہلے ہو چکی ہیں اور لڑکی پندرہ سال کے اندر ودھوا ہو گئی ہو۔ تو اُس کی شادی کا انتظام کرنا باپ کا دھرم ہے۔

(۳) پندرہ سال کی لڑکی اگر شادی کے ایک سال کے اندر ودھوا ہو جائے تو ماتا پتا کو چاہئے۔ اُسے پھر شادی کرنے کے لئے حوصلہ دیں۔ - - - - - - - - - - - -

یہ اصول میں نے اس غرض سے پیش نہیں کئے ہیں کہ ان کی حرف بحرف تعمیل کی جائے۔ یہ تو صرف راستہ کے دکھانے کے لئے ہیں۔ ہاں اس بات میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ یہ اصول ودھوا کے لئے ہمارے فرض کو ظاہر کرتے ہیں۔ نوجیون ۱۱ مئی ۱۹۲۴ء۔ پرتاپ لاہور ۱۶ مئی ۱۹۲۴ء۔"

"سماج کی درتمان ستھتی (موجودہ حالت) کو دیکھتے ہوئے میری یہ رائے ہے کہ وواہ کی سوبھاوک اوستھا لڑکے کے لئے بیس ورش اور لڑکی کے لئے سولہ ورش ہونی چاہئے۔ بال وواہ کے ہی کارن ہماری جاتی میں بال ودھواؤں کی بھاری سنکھیا دکھائی پڑتی ہے۔ جو کہ ہمارے لئے لجیا (شرم) اور دُکھ کی بات ہونی چاہئے۔

نوجیون ۲۵۔ مارچ ۱۹۲۶ء"

کمسن لڑکیوں کو جبراً ودھوا رکھنا ایک وحشیانہ جرم ہے

جس کا خمیازہ ہم ہندو روزانہ اُٹھا رہے ہیں۔ اگر ہماری ضمیر اصلی معنوں میں بیدار ہوجائے تو پندرہ سال سے پیشتر کوئی شادی نہ کی جائے۔ ودھوا ئیت تو درکنار ہم تو یہ اعلان کردیں کہ ان تین لاکھ لڑکیوں کی دہارمک ریتی سے کبھی شادی ہی نہیں ہوئی۔ کوئی شاستر اس ودھوا ئیت کی حمایت نہیں کرتا۔ اگر ایسی عورت جو ایک رفیق کی محبت کا لطف اٹھا چکی ہو۔ دیدہ دانستہ طور پر اپنی مرضی سے ودھوا رہنا قبول کرے تو البتہ اُس سے زندگی کے وقار میں اضافہ ہوگا۔ گھر کا تبرک بڑھے گا اور دہرم میں بردہی ہوگی۔ لیکن دہرم یا رواج کے نام سے ودھوا ئیت کو برقرار رکھنا ایک ایسا ناقابل برداشت طوق پڑا ہوا ہے۔ جو خفیہ بدفعلیوں کے ذریعہ سے گھروں کو بگاڑ دیتا ہے۔ اور دہرم کی فضیلت کو کم کردیتا ہے۔ کیا ہندؤں کی ودھوا ئیت اُس شخص کو صدمہ نہیں پہونچاتی جب کہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ پچاس سے زیادہ عمر کے بوڑھے اور بیمار آدمی کنواری لڑکیوں کو ستری بنانے کے لئے لیتے یا خریدتے ہیں بلکہ بعض اوقات ایک کی

موجودگی میں دوسری کو۔ جب تک ہمارے اندر ہزار ہا ودھوائیں ہیں۔ تب تک ہم ایک ایسی کان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس کے ہر وقت پھٹنے کا احتمال ہو اگر ہم کو شدھ اور پرہیزگار بننا ہے۔ اگر ہندو پن کی رکھشا کرنا ہے تو ہمیں جبریہ ودھوائیت کے زہر آلود طریقہ سے نجات حاصل کرنی ہوگی۔ اصلاح اُن لوگوں کے ذریعہ سے ہونی چاہئے۔ جن کے بال ودھوا لڑکیاں ہیں۔ وہ اپنے سینہ میں ہمت پیدا کریں اور اُن کو دیکھنا چاہئے کہ اُن کی نگرانی میں جو بال ودھوائیں ہوں۔ ان سب کی شادی ہو کیونکہ حقیقت میں اُن کی شادی کبھی نہیں ہوئی تھی۔ ینگ انڈیا ۵۔ اگست ۱۹۲۶ء۔ تیج دہلی ۱۲۔ اگست ۱۹۲۶ء"

" اصول مطالبہ کرتا ہے کہ ایک مرد یا عورت کو اُس وقت اپنی پتنی یا پتی (عورت یا خاوند) چننا چاہئے کہ جس وقت وہ سن بلوغت کو پہونچے اور جوان ہو۔ اپنے جذبات پر قابو پا سکے۔ نیز سنتان کا خواہشمند ہو۔ جو لوگ ان پابندیوں کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور وواہ کو ایک نہایت متبرک رسم خیال کرتے ہیں۔ سنسار میں کبھی اسنتشٹ اور دکھی نہیں ہوتے۔ جہاں شادی کو متبرک سمجھا گیا ہے۔ وہاں اتحاد صرف جسموں کا نہیں بلکہ آتماؤں کا میل ہوتا ہے۔ جو ایک فریق کی موت پر بھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ جہاں سچا روحانی میل ہے وہاں بیوہ یا رنڈوے

کا پنر وواہ ناقابل غور نادرست اور غلط ہے۔ وہ وواہ جس میں وواہ کا سچا نیم نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس بات کا مستحق ہی نہیں کہ اُسے وواہ کا نام دیا جائے۔ - - - - - - - - - ودھوا وواہ کے متعلق میں اپنے خیالات کا اعادہ کرنا نہیں چاہتا۔ مگر میں یہ عرض کروں گا کہ دوشیزہ (کماری) کنیاؤں کا ضرور پنر وواہ ہونا چاہیئے۔ دوشیزہ کنیاؤں کا پُنر وواہ ہر ایک والدین کا جن کے ہاں وہ ودھوا کنیائیں ہیں لازمی فرض سمجھتا ہوں۔ ینگ انڈیا ۳۔ جون ۱۹۲۶ء۔ پرتاپ لاہور۔ ۱۱۔ جون ۱۹۲۶ء"

(آریہ) مہاتما جی کی اوپر درج کی ہوئی تحریروں سے آپ کے مندرجہ ذیل خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔

(۱) جس لڑکی کا وواہ بچپن میں ہی کر دیا گیا ہے۔ اُس کے اُس وواہ کو وواہ کہنا ہی غلط ہے۔ اور اگر اس کا پتی مر جائے تو اُسے ودھوا کہنا ایک وحشیانہ جُرم ہے۔ کیونکہ اس میں وواہ کے سچے نیم کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس لئے حقیقت میں اُس کا وواہ ہوا ہی نہیں۔

(۲) نابالغوں کا وواہ کرنا سخت ظلم ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ غیر قدرتی ہے اور اس سے ودھواؤں کی تعداد بڑھتی ہے۔

(۳) ہر ایک مرد اور عورت کا اُس وقت وواہ ہونا چاہیئے۔ جبکہ وہ جوان

ہو جائے اور اُسے اپنے لئے عورت اور خاوند چننے کی تمیز ہو۔

(۴) وواہ کی قدرتی عمر لڑکے کی ۲۰ برس اور لڑکی کی ۱۶ برس ہے۔

(۵) یہ سخت ظلم بلکہ جرم ہے کہ بوڑھے اور بیمار آدمی کنواری لڑکیوں کو عورت بنانے کے لئے خریدیں یا اُن کو اپنی عورت بنائیں۔

(۶) عورت اور مرد کے حقوق متعلقہ شادی مساوی ہیں۔ اس لئے اگر ستری کے لئے دوسری شادی کرنا ناجائز ہے۔ تو مرد کے لئے بھی جائز نہیں ہوسکتی۔ اور اگر مرد دوبارہ شادی کر سکتا ہے۔ تو عورت کے لئے بھی اس کی ممانعت نہیں ہوسکتی۔

(۷) بال ودھواؤں یا کہ جو لڑکیاں پندرہ سال کی عمر کے اندر ودھوا ہوگئی ہوں اُن کا وواہ کر دینا دہرم ہے۔

(۸) ہاں جو ودھوا اپنے پتی کی محبت کا فائدہ اُٹھا چکی ہو۔ اگر وہ اپنی مرضی سے ودھوا رہنا چاہے اور شادی نہ کرے۔ تو وہ قابل عزت ہے۔ لیکن دہرم یا رواج کے نام سے اُس کو یا کہ بال ودھواؤں کو جبراً ودھوا رکھنا ناقابل برداشت ظلم ہے۔

ناظرین! اگر مہاتما جی کے مندرجہ صدر خیالات کو بغور دیکھیں گے۔ تو انہیں معلوم ہوگا کہ یہ بالکل دیدک دہرم کے انکول ہیں۔ اور کہ یہ سارے وچار ویدی ہیں۔ جو کہ رشی دیانند نے اپنی پستکوں میں لکھے ہیں۔ اور آریہ

سماج جن کا پرچار کرتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بھی مبالغہ میں داخل نہیں ہوگا۔ کہ یہ تو رشی دیانند کی تحریروں کی ہی نقل ہیں۔ صرف فرق یہ ہے۔ کہ رشی دیانند نے لڑکے کی وواہ کی عمر ۲۴ سال بتلائی ہے۔ اور مہاتماجی نے ۲۰ سال۔ ہاں بال وواہ (بچپن کی شادی) اور بردھ وواہ (بوڑھوں کی شادی) کے علاوہ رشی دیانند نے بہو وواہ (کثرت ازدواج) کی بھی ممانعت کی ہے۔ غالباً مہاتماجی بھی اس کے خلاف ہی ہوں گے۔ ان وودھواؤں کے علاوہ بھارت کے کچھ حصوں میں تبادلہ کے وواہ بھی ہوتے ہیں۔ جنہیں دونوں جانب سے ایک دوسرے کو اپنی بہن وغیرہ رشتہ دار لڑکیاں تبادلہ میں وواہ دی جاتی ہیں۔ بھارتیوں نے اسی قسم کے اویدک وواہوں کو مروج کرکے جہاں اپنے آپ کو اور سماج کو سخت نقصان پہونچایا ہے۔ وہاں ویدک دھرم اور سبھیتا (تہذیب) کو بھی سخت بدنام کیا ہے۔ کیونکہ ویدک وواہ کا مقصد تو مہذب سماج میں شامل ہونے کے قابل شریر۔ من اور بدھی سے بلوان اچھی سنتان پیدا کرنا اور گرہستھ کے دوسرے تمام فرائض کو پورا کرنے کے لئے ستری پُرش کو ایک دوسرے کا سچا ساتھی بنانا تھا۔ مگر ان وواہوں سے بالکل اس کے خلاف جہاں اولاد سب طرح سے کمزور اور روگی پیدا ہوتی ہے۔ وہاں ستری پرش میں سچا پریم بھی بالکل نہیں ہوتا۔ اور ایک جیسے گن کرم نہ ہونے سے رات دن گھر میں خانہ جنگی مچی رہتی ہے۔

ساتھ ہی ویدک وواہ جہاں ستری پرش میں ایک دوسرے کے لئے سچے ایثار اور مفاد پر مبنی حقیقی اتحاد پیدا کرنے والا ایک متبرک دھارمک تعلق ہے۔ وہاں بردہ وواہ۔ بہو وواہ اور تبادلہ کے وواہ نے اس کو ایک تجارتی چیز بنا کر اس کی پاکیزگی اور عظمت کو ہی ملیا میٹ کر دیا ہے۔ کیونکہ اِن وواہوں میں کہیں پر لڑکی اور کہیں پر لڑکے کو خرید کر عموماً شہوت رانی کے لئے ہی لڑکی کو عورت اور لڑکے کو خاوند بنایا اور عورتیں بنانے کے لئے رشتہ دار لڑکیوں کا باہمی تبادلہ کیا جاتا ہے۔ ان میں جوڑے کی عمر۔ قابلیت اور تندرستی وغیرہ وغیرہ اوصاف کی مطابقت اور باہمی موافقت کی قطعی پرواہ نہیں کی جاتی۔ ایسی صورت میں ایک دوسرے کے جاں نثار سچے سہایک۔ ہمدرد اور غمخوار پتی (خاوند) پتنی (بیوی) کا ملنا قطعی غیر ممکن ہے۔ اس لئے اُن کو وواہ کہنا بھی دُرست نہیں ہے۔

چھوا چھوت

(مہاتما جی) ہندو دہرم کے سنبندھ میں میرا یہ مت ہے۔ اور اس لئے چھوا چھوت کے وشئے میں میرا مت انکول نہیں رہا۔ میں اسے سدا سے ایک اناوشیک (غیر ضروری) بات مانتا آرہا ہوں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ

پرتھا (طریقہ) ہمارے یہاں پرمپرا سے چلی آرہی ہے اور دوسری بھی ایسی کتنی ہی پرتھائیں آج تک پرچلت ہیں۔ بڑے شرم کی بات ہوگی اگر میں یہ خیال کرنے لگوں کہ لڑکیوں کو وستوتا ویشیا برتی (فعل شنیعہ) کے لئے سمرپت کر دینا ہندو دہرم کا ایک انگ ہے۔ پرنتو میں دیکھتا ہوں۔ کہ ہندوستان کے کتنے ہی بھاگوں کے ہندو لوگوں میں یہ پرتھا پرچلت ہے -------

میرا یہ انومان (قیاس) ٹھیک ہو یا نہ۔ اسپرشتا (اچھوت پن) نرک کے اور دیا کرونا (رحم) اور پریم بھاؤ کے ورُدھ اوشیہ ہے۔ اور میں تو اچھوت جاتیوں کو اپنے سے الگ رکھنے کی اپیکھشا اپنے شریر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جانے سے ادھک سنتشٹ رہوں گا۔ نوجیون ۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء"

"چھوت چھات کی دہرم کی طرف سے اجازت نہیں ہے۔ یہ تو شیطان کا دہرم ہے۔ اپنے فائدہ کے لئے شیطان بھی مقدس کتب کا حوالہ دیا کرتا ہے۔ لیکن اس طرح کے حوالوں سے سچائی اور وشواس کو دور نہیں کیا جاسکتا۔ ان کا کام تو وشواس کو شدھ کرنا اور سچائی کو ویکت (ظاہر) کرنا ہے۔ ینگ انڈیا ہندی دوسری جلد صفحہ ۱۹ء پرتاپ لاہور ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء"

" لیکن میں کسی کو چھونے سے نفرت کرنا بنی نوع انسان کے خلاف ایک شرمناک جرم خیال کرتا ہوں۔ یہ خود ضبطی کی علامت نہیں۔ بلکہ فوقیت وعظمت کا ایک مغرورانہ زعم ہے ---------- اور مجھے اس پُر گناہ رواج (چھوت چھات کا) کی تائید کے لئے شاستروں کے مشتبہ قسم کے پرمان کو نامنظور کرنے میں ذرا تامل نہیں۔ بلاشبہ میں تمام پرمانوں کو اگر یہ میری عقل یا میرے آتما کے احکام کے خلاف ہوں گے۔ مسترد کر دوں گا
پرتاپ لاہور ۱۵۔ دسمبر ۱۹۲۰ء"

(آریہ) چھوت اچھوت کے متعلق بھی مہاتماجی کے خیالات بالکل صاف ہیں۔ ان میں کسی طرح کی بھی آنا کانی نہیں ہے۔ اگر مہاتماجی کی ہندو دھرم سے مراد ویدک دھرم سے ہے۔ تب آپ کا یہ فرمانا بھی ناواقفی پر مبنی ہے۔ کہ چھوا چھوت کے متعلق آپ کا مت اُس کے انکول نہیں رہا۔ کیونکہ اچھوت کے متعلق جو مت آپ کا ہے۔ وہ ویدک دھرم کے عین مطابق ہے مہاتماجی چھوت چھات کو پُرانا رواج مانتے ہوئے بھی اُسے ویسا ہی بیہودہ و قابل نفرت مانتے ہیں۔ جیسا کہ بعض پہاڑی علاقے کے رہنے والے لوگوں کا اپنی لڑکیوں سے ویشیا برتی کرانے کے موجودہ اخلاق سوز رواج کو۔ آپ نے جو چھوت چھات کے رواج کو پرمپرا سے مانا ہے۔ اس کا مطلب بھی بہت پُرانے زمانہ کا رواج نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ چھوت اچھوت کا کسی

کسی پرانے پرمانک گرنتھ میں ذکر تک نہیں ہے۔ اور خود مہاتما جی بھی مانتے ہیں۔ کہ وید آدی مقدس گرنتھ بھی چھوت چھات کی ہرگز تائید نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ ترک (دلیل) اور سچائی کے خلاف ہے۔ اور وید آدی شاستر ترک اور سچائی کے انکول ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا مہرشی کناد کے اس سوتر کے عین مطابق ہے۔

"बुद्धिपूर्वा वाक्य कृतिर्वेदे। वैशेषिक" ६।१।१

یعنی وید کے واکیہ عقل کے مطابق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سنسکرت کے اُن پرمانوں کو بھی مشتبہ مانتے ہیں اور بدیہی کے خلاف ہونے کی وجہ سے اُن کے ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ جو کہ چھوت چھات کو جائز ثابت کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ ایسے پرمانوں کے پیش کرنے والوں کو شیطان سے تشبیہ دیتے ہوئے پرمانوں کو گمراہ کن بتلاتے ہیں۔ حقیقت میں چھوت چھات کا رواج بھارت کے گراوٹ کے زمانہ سے شروع ہوا ہے۔ اُس کا سبب بھی عموماً خاندانی یا پیدائشی ورن ویوستھا کا متھیا ابھیمان (جھوٹا غرور) ہی ہے۔ جس کی وجہ سے براہمن وغیرہ دِوج خاندانوں میں پیدا ہونے والے ابھیمانیوں نے اپنے کو جنم سے اعلیٰ اور دوسروں کو جنم سے ادنیٰ مان کر اُن سے نفرت کرتے ہوئے اس نفرت کے قابل چھوت چھات کو رواج دیا۔ جس کو مہاتما جی نے اِن

لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔ کہ چھوت چھات خود ضبطی کی علامت نہیں ہے بلکہ فوقیت و عظمت کا جھوٹا گھمنڈ ہے۔ مگر حیرانی یہ ہے کہ باوجود ایسا خیال رکھنے کے بھی مہاتما جی نے ورن کو جنم سے مانا ہے۔ جو کہ آپ کے اس خیال کے بالکل ہی خلاف ہے۔

پردہ

" مہاتما جی پردے کا پردہ پھاڑ دو" کی سُرخی کے نیچے لکھتے ہیں۔

(مہاتما جی) " میں نے خیال کیا کہ ایک وحشیانہ رسم سے چمٹے رہ کر مرد بھارت کی ستری جاتی سے گھور انیائے (سخت بے انصافی) کر رہے ہیں۔ اس رسم کا جب اجرار ہوا تھا۔ اُس وقت خواہ اس سے کتنا ہی فائدہ کیوں نہ ہوا ہو۔ مگر اب یہ رسم قطعی بے مصرف ہو چکی ہے اور دیش کو ناقابل قیاس نقصان پہنچا رہی ہے --------

ہماری دیویوں کو اتنی ہی آزادی کیوں حاصل نہیں ہوتی۔ جتنی کہ مردوں کو ہے۔ کیوں نہ انہیں سیر کرنے اور تازہ ہوا میں سانس لینے کی اجازت ہو ------- مرد بھی اُسی صورت میں مرد کہلا سکتے ہیں جبکہ وہ اپنی ستریوں پر اس طرح وشواس کریں۔ جس طرح کہ مؤخر الذکر بھی

اول الذکر پر بھروسہ کرنے پر مجبور ہیں۔ ہمیں اپنے ایک عضو معطل و
مفلوج کے ساتھ زندگی نہیں بسر کرنی چاہیئے ---------- آؤ
اس لئے ہم ایک عظیم سعی سے پردے کا پردہ چاک کر دیں۔ ینگ انڈیا ۳ر فروری
۱۹۲۷ء تیج دہلی ۶۔ فروری ۱۹۲۷ء۔

(آریہ) مہاتما جی کے الفاظ بالکل صاف ہیں۔ اس لئے ان پر کسی حاشیہ
آرائی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آپ سے اس مضمون میں بالکل متفق ہیں۔

آخری دعوی

(مہاتما جی) اوپر کی باتوں سے سپشٹ ہوجاتا ہے۔ کہ ہندو دھرم سنکچت
دھرم نہیں ہے۔ اُس میں سنسار کے سمست پیغمبروں کی پُوجا کے لئے گنجائش
ہے۔ یہ کوئی مشنری دھرم کسی دھرم۔ مت کا پرچار کرنے والا دھرم نہیں ہے
ہاں اس میں کتنی ہی بھِن بھِن جاتیوں کا سماویشس ہوا ہے۔ پرنتو ان کی
تدروپتا (ہندو ہو جانا) وکاش آتمک اور اتیننت سوکھشم ہے۔ ہندو
دھرم تو ہر ایک منش سے یہ کہتا ہے کہ تم اپنے وشواس یا دھرم کے انوسار
ایشور کا بھجن پوجن کرو۔ اور اس پرکار وہ دوسرے سمست دھرموں کے
ساتھ میل جول سے رہتا ہے۔ نوجیون ۷۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء۔

(آریہ) اگرچہ مہاتما جی نے نوجیون ۶ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں "ہندو دہرم" کی سرخی سے لکھے مضمون کے اس آخری حصہ میں اس سے پہلے بیان کردہ اپنے دہارمک عقیدوں پر ہی مندرجہ بالا دعوے کو مبنی بتلایا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اُن سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ تو محض آپ کی آزاد رائے ہے جس کا آدہار سوائے آپ کے دلی جذبات کے اور کوئی نہیں ہے۔

ناظرین! خود بھی پیچھے درج کیئے گئے آپ کے دہارمک عقیدوں پر نظر اندازی کرکے اس کی صداقت کو جانچ سکتے ہیں۔ اس لئے اگرچہ آپ اپنے مندرجہ صدر دعوے کے لئے کوئی پرمان پیش نہیں کرسکے تو بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اس دلچسپ دعوے کے ہر ایک پہلو کی حقیقی سچائی پر بھی کچھ وچار کیا جائے۔ کیونکہ یہ دعوےٰ ہندوؤں کے دہرم کو ایک ایسی شکل میں پیش کرتا ہے۔ جس کا جاننا ہر ایک دہارمک اور راج نیتک بھائی کے لئے ضروری ہے۔

کیا ہندو دہرم میں غیر ہندو پیغمبروں کی پوجا کی گنجایش ہے

(۱) مہاتما جی کے دعوے کا پہلا حصہ ہے۔ ہندو دہرم سنکیچت نہیں ہے۔ اور کہ اُس میں سنسار کے سارے پیغمبروں کے لئے پوجا کی گنجایش ہے۔

ناظرین! ہندو دھرم سنکچیت (تنگ) ہے یا وشال (فراخ) اس پر ہم پیچھے اچھی طرح سے روشنی ڈال چکے ہیں اور پورانک ہندوؤں کی موجودہ تنگ نظری و تنگ عملی کو بھی واضح طور پر دکھلا آئے ہیں۔ باقی رہا ہندو دھرم میں سنسار کے پیغمبروں کی پوجا کی گنجایش ہے۔ اگر ہندو دھرم سے مراد یہاں پر مہاتما جی کی موجودہ ہندو سمپرداؤں کے دھرم سے ہے۔ تو میں کہوں گا کہ آپ کا یہ دعویٰ قطعی غلط ہے۔ کیونکہ میں حقیقت کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ مہاتما جی کے اس دعوے کی اصلی بنیاد آپ کی ہندو مسلم اتحاد کی دلی خواہش ہے۔ نہ کہ ہندوؤں کے دھرم اور اتہاس کی اندرونی شہادت چونکہ اس قسم کے خیالات سیاسی دُنیا میں ہندو وغیر ہندو اتحاد کے سادھن سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے سیاسی لیڈر وقتاً فوقتاً ان کا اظہار بھی کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ شری بابو بھگوانداس جی (بنارس) نے بھی ایک دفعہ بھارت متر کلکتہ کے نمائندہ سے انٹرویو میں فرمایا تھا۔ کہ اگر ہندو حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد کو رشیوں میں مان لیں تو اس سے ہندوؤں اور غیر ہندوؤں (عیسائیوں مسلمانوں) میں جو باہمی نفرت ہے وہ دُور ہو سکتی ہے۔ ہندو و غیر ہندو اتحاد کا خیال ایک مبارک خیال ہے۔ اور ہم اس کی دل سے قدر کرتے ہیں۔ مگر اس دعوے کی صداقت سے انکار کرتے ہیں کہ ہندوؤں کے دھرم میں بحیثیت پیغمبر غیر ہندو پیغمبروں کی پوجا کی گنجایش ہے۔ کیونکہ

سامپردائک (فرقہ بندی کے) عقیدوں میں غیر ہندو پیغمبروں کی پوجا کی گنجایش تو ایک طرف رہی۔ خود ہندوؤں کے بھی کسی ایک سمپردائے میں دوسرے ہندو سمپردائے کے آچاریہ کی بحیثیت آچاریہ پوجا کی گنجایش نہیں ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے۔ کہ جب تک ہندو ایک ویدک دھرم کے ماننے والے تھے۔ اور بہت سے مت متانتروں میں تقسیم نہیں ہوئے تھے۔ تب تک جن رشی منی وغیرہ مہاپرشوں کو وہ اپنی پوجا کا پاتر سمجھتے تھے اُن کی پوجا تو سمپرداؤں (فرقوں) میں بٹ جانے کے بعد بھی سارے سمپردائی کرتے رہے مگر سمپرداؤں میں تقسیم ہونے کے بعد جو آچاریہ ہوئے اُن کو اُس سمپردائے کے سوائے کہ جس کے ساتھ اُس کا سامپردائک (فرقہ دارانہ) تعلق تھا۔ دوسری کسی سمپردائے نے بھی بحیثیت آچاریہ اُس کو اپنی پوجا کے قابل نہیں سمجھا۔ نہ صرف یہ کہ سامپردائک لوگ ایک دوسرے کے آچاریہ کو پوجا کے قابل ہی نہیں سمجھتے رہے بلکہ ایک دوسرے کے مت کا کھنڈن اور آچاریوں پر آکشیپ (اعتراض) بھی کرتے رہے ہیں۔ شیو۔ شاکت۔ وشنو۔ شنکر اور رامانجی وغیرہ سمپرداؤں کے گرنتھ اس کا نہ تردید ہونے والا ثبوت ہیں۔ اس لئے ہندوؤں کے سامپردائک (فرقہ دارانہ) عقیدوں و جذبات اور مسلمانوں و عیسائیوں کا گائے ماس کھانا وغیرہ آرین سنسکرتی اور آدرشوں (فضائل) کے خلاف آچار دیوہار (رواج اور عمل) کی موجودگی میں اس کی ہرگز امید

نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ میرے اس بیان کی تائید سناتن دھرمی ہندؤں
کے مندرجہ ذیل اس رزولیوشن سے بھی ہوتی ہے۔ جو کہ سون پور صوبہ
بہار میں مہاراجہ صاحب دربھنگہ کی صدارت میں ہوئی۔ سناتن دھرم کانفرنس
نے پاس کیا تھا۔

"اس کانفرنس کی رائے میں غیر مذاہب کے دیوتا مثلاً پیغمبر۔ قبر۔
پنج پیر۔ غازی میاں۔ سید سالار اور تعزئے وغیرہ کی پوجا یا اُس میں
کسی طرح کی مدد دینا دھرم شاستر کی مریادا کے وِرُدھ ہے۔ اس لئے کسی
کو ان کی پُوجا نہیں کرنی چاہیئے۔ اور جہاں یہ رسم موجود ہو۔ اس کی
بیخ کُنی کرنی چاہیئے۔ تیج دہلی یکم دسمبر ۱۹۲۶ء"

یہاں پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔ کہ بودھ دھرم کے بانی مہاتما بدھ کو
باوجود بہت سے دھارمک عقیدوں کے اختلاف کے بھی جن ہندؤں
نے اوتار مان لیا ہے وہ ہندو غیر ہندؤں کے پیغمبروں کی پوجا بھی کر
سکتے ہیں اس کے جواب میں مَیں عرض کروں گا کہ

(۱) اول تو یہ مثال غیر ہندؤں کے پیغمبروں کی پُوجا کے لئے عاید ہی
نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ مہاتما بُدھ خود ہندؤں میں سے تھے۔ وہ خود اور
اُن کے پیرو ہندوستانی بودھ بھی آرین تہذیب اور کئی بہت سے اہنسا
وغیرہ ویدک سدھانتوں کے ماننے والے تھے۔ ہندوستانی بودھوں اور

ہندوؤں کے کھان پان اور آچار ویوہار بھی ایک سے ہی تھے۔ مگر عیسائیوں اور مسلمانوں کی تہذیب کھان پان اور آچار ویوہار ہندوؤں سے مختلف ہیں۔

(۲) عیسائیوں اور مسلمانوں نے ہندوؤں کے اوتاروں اور رشی منیوں کی پیٹ بھر کر نندا کی ہے۔ ان کے خلاف بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ جن میں ہندوؤں کے مہاپرشوں پر اخلاق سے گرے ہوئے حملے کئے گئے ہیں۔ عیسائیوں کے ایسے گندہ تبلیغی لٹریچر کو نظر انداز کر کے یہاں پر محض مسلمان مصنفوں کی ہی کتابوں سے چند اقتباس بطور مثال درج کرتا ہوں۔

"تم لوگ ایسے ناقص العقل۔ بے غیرت اور بے شرم رام کو اور ایسی عیب دار سیتا کو یاد کر کے سیتا رام بکتے پھرتے ہو۔ وسامر راون نے سیتا کو لے جا کر سات برس تک اس سے عیش کر کے اس کے ست کو خاک میں ملا دیا۔ رو ہندو صفحہ ۳۲ مصنفہ محمد اسمٰعیل کو کنی سکنہ رتنا گری مطبوعہ فخر المطابع لکھنؤ سنہ ۱۹۱۳ء۔"

"عجب ہے کہ کرشن جیسے بدذات۔ زانی۔ فسادی کو اوتار سمجھتے ہو۔ یہ معلوم نہیں کہ کرشن گوالے کا بیٹا تھا۔ صفحہ ۳۳ کتاب مذکورہ۔

"پانچوں پانڈوں اور اُن کے آباواجداد سب بدچال اور بدرسم اور

براہمن۔ خونی۔ فسادی و بے غیرت حرامی اور حلال کے جنے ہوئے تھے۔
صفحہ ۳۹ کتاب مذکورہ۔

"برہما۔ وشنو۔ مہیش یہ تینوں بدمعاش۔ دغاباز شہوت پرست اور عاجز ایسے تھے کہ ایک عورت کے جادو سے لڑکے بن گئے۔ تحفۃ الہند مع کتھا سلوی صفحہ ۹ مصنفہ محمد عبداللہ مطبوعہ ہندوستانی پریس لکھنؤ"۔

"تیری معبود وہ ہی سرسوتی ہے۔ کہ جو معشوق اپنے باپ کی ہے۔ کہ جو مدت سے تھا نیسر کے نیچے پڑی رہتی ہے اپنی شرم کھولے۔ تیغ فقیر صفحہ ۳۸ مصنفہ مولوی محمد حسین"۔

جن کتابوں کے حوالے اوپر درج کئے گئے ہیں۔ یہ اسی قسم کے مغلظات سے بھری ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی تلقین مذہب وغیرہ بہت سی ایسی کتابیں ہیں۔ کہ جن میں ہندوؤں (آریوں) کے قابل تعظیم دیوی دیوتاؤں کے متعلق سخت فحش کلامی کی گئی ہے۔ مگر میں اس سے زیادہ ان میں سے نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ جو لوگ ہندوؤں کے مہاپرشوں اور ستی سادھوی سیتا جیسی عصمت مآب آریہ دیویوں کے متعلق اس قسم کی ہرزہ سرائی کرتے ہیں۔ وہ کیسے امید کر سکتے ہیں۔ کہ ہندو ان کے رہنماؤں کی پوجا کریں۔

(۳) باخبر ہندؤوں کی رائے ہے۔ کہ مہاتما بدھ کو ہندؤوں نے خود اوتار نہیں مانا بلکہ بودھوں نے ہندؤں کے دھرم گرنتھوں (پورانوں) میں ایسی ملاوٹ کردی ہے کہ جس سے نہ صرف یہ کہ مہاتما بدھ اوتار سدھ ہوں۔ بلکہ ہندؤوں کے سارے دیوی دیوتا بھی کلنکت ہوں۔ اس کا ثبوت پورانوں کی اُن تحریروں سے اچھی طرح مل سکتا ہے کہ جن میں برہما۔ وشنو اور شو وغیرہ وغیرہ سارے دیوتاؤں اور رشی منیوں پر الزام لگائے گئے ہیں۔ مگر مہاتما بدھ پر کسی طرح کا کوئی کلنک نہیں لگایا گیا۔ یہ کام اُن مہاپرشوں کے ماننے والے ہندو بھگتوں کا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ساتھ ہی یہ بات ظاہر ہے کہ جس طرح ہندو۔ برہما۔ وشنو۔ شو اور رام کرشن وغیرہ اپنے مانے ہوئے دیوتا اور اوتاروں کی مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں۔ اُس طرح پر بدھ بھگوان کی مورتی کی پوجا نہیں کرتے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عملی طور پر ہندؤوں نے مہاتما بدھ کو بھی اپنی پوجا کا پاتر نہیں بنایا۔

(۴) اگر بالفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ ہندؤوں نے خود مہاتما بدھ کو اوتار مانا ہے۔ تو بھی اس کا یہ خطرناک نتیجہ اُن کے سامنے ہے۔ کہ کروڑوں ہندو ویدک دھرم سے پتت ہوکر بودھ بن گئے۔ جن کو پھر ویدک دھرمی بنانے کے لئے کمارل بھٹ اور شری شنکر آچاریہ وغیرہ مہاپرشوں کو بڑی بھاری کوشش کرنی پڑی تھی۔ اس لئے انہیں یہ تاریخی واقعہ اس بات

کی فہمایش کرتا ہے کہ اگر وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کو پیغمبر یا اوتار و
رشی منی مان کر انہیں اپنی پوجا کا پاتر بنا ئیں گے۔ تو اُن کے بہت سے
سادہ لوح ہندو بھائی بڑی آسانی سے عیسائی اور مسلمان بناتے جائینگے۔
کیونکہ جو عیسائی اور مسلمان مبلغ ہندوؤں کو عیسائی اور مسلمان بنانے کیلئے
ہر وقت تاک میں لگے رہتے ہیں۔ وہ ہندوؤں کی اِس اودارتا و واسطہ سے
نا جائز فائدہ اُٹھالینے میں ہرگز دریغ نہیں کریں گے۔

(۵) یہ ایک تاریخی سچائی ہے۔ کہ مہاتما جی اور آپ کے ہم خیال بعض
دوسرے ہندو لیڈر ہندو و غیر ہندو اتحاد کی خاطر آج غیر ہندو پیر و پیغمبروں
کی پوجا اور اُن کی مقدس مانی ہوئی کتابوں کو الہامی ماننے کے جس بھاؤ کو
ہندوؤں کے دلوں میں ڈالنے کے درپے ہیں۔ وہ تو عیسائیوں اور مسلمانوں
کی موروثی خواہش ہے۔ کیونکہ وہ نہ صرف اس راز کو ہی بخوبی سمجھتے ہیں کہ
اس سے ہندوؤں کے دلوں میں عیسائیت اور اسلام کا بیج بو کر بڑی آسانی
سے اُنہیں عیسائی اور مسلمان بنایا جا سکتا ہے بلکہ ہندوؤں کو مسلمان بنانے
کے لئے وہ اس سادھن کو نہایت بیجا طور پر ہمیشہ ہی استعمال بھی کرتے آئے ہیں
اور کر رہے ہیں۔ وہ تو اُس دن کے بڑی بیقراری سے منتظر ہیں۔ کہ جس دن
مہاتما جی وغیرہ ہندو لیڈروں کی مہربانی سے اُن کی وہ دلی خواہش پوری ہوگی
کہ جس کو وہ صدیوں کی کوشش سے بھی جائز طور پر پورا نہیں کر سکے۔ ان

کی اس خواہش اور اُمید کا اظہار مندرجہ ذیل اقتباسوں سے ہوتا ہے:۔

(۱) سر آرتھر رے نے ڈیلی ٹیلیگراف لنڈن میں نوجوان بھارت کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے پیرا ۶ میں لکھا تھا:۔

"مہاتما گاندھی کے پربھاؤ (اثر) کے کارن لوگوں میں یہ بھاؤ (خیال) پیدا ہو رہا ہے۔ کہ کیا ہندو رہتے ہوئے ہم حضرت عیسیٰ کے بھگت نہیں بن سکتے۔ آریہ لاہور ۱۱۔ دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء"

(۲) نیشنل کرسچین کونسل ریویو میں لکھا ہے:۔

"اس سمے ہندو پہلے سے زیادہ اودار ہو رہے ہیں۔ بھارت کے عیسائی آج کل یہ سوچ رہے ہیں۔ کہ ہندو دھرم عیسائیوں کو عیسائی رہتے ہوئے ہندو پریوار کا ممبر بننے کی آگیا دے سکتا ہے ----------

ہمیں اس پرکار کا دیوہار کرنا چاہئے کہ جس سے ہم ہندوؤں کے گھروں کے ممبر بن سکیں۔ آریہ لاہور دسمبر سنہ ۱۹۲۶ء"

خود مہاتما جی ینگ انڈیا میں "خدا ایک ہے" کی سُرخی کے نیچے لکھتے ہیں

"میں اس وقت اپنے ناظرین کی توجہ اُن مسلمان اصحاب (جو کہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۹۲۴ء کی رات کو ڈیپوٹیشن کی حیثیت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے) کے پیش کردہ حل کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ جو اُنہوں نے موجودہ صورت میں معاملات کو سلجھانے کی خاطر

پیش کیا۔ اِن مسلمان بھائیوں نے کہا۔ ہم ویدوں کو الہامی مانتے ہیں شری رامچندر اور شری کرشن مہاراج پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہندو کیوں قرآن کو الہامی نہیں مانتے۔ اور ہمارے ساتھ یہ کہنے سے ہچکچاتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ ہمارا مذہب بالکل نرالا نہیں ہے۔ ینگ انڈیا ۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء۔ تیج دہلی ۲ اکتوبر ۱۹۲۴ء۔"

اس سے آگے مہاتما جی نے اس پر اپنی حسب ذیل رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

"اب میں اس دل کش حل کا امتحان کرنا چاہتا ہوں۔ جو میرے مسلمان دوستوں نے پیش کیا ہے۔ اور یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ مجھے اس میں سے کم از کم کیا منظور ہے -------- فی الحقیقت عام مسلمان ویدوں اور ہندوؤں کی دوسری مقدس کتابوں کو الہامی نہیں مانتے۔ اور نہ ہی رام کرشن کو نبی یا ایشور کا اوتار ماننے کو تیار ہیں (رام اور کرشن کو متعصب مسلمان جیسا مانتے ہیں اس کا نمونہ پیرا ۲ میں درج کیا گیا ہے مصنف) مجھے معلوم ہے کہ کئی ہندو حلقوں میں حضرت محمدؐ صاحب کو عزت سے یاد کیا جاتا ہے۔ بلکہ ہندوؤں نے ایسے گیت بنائے ہیں جن میں اسلام کی مہما گائی ہے۔ ینگ انڈیا ۲۵ ستمبر ۱۹۲۴ء۔ تیج دہلی ۲ اکتوبر ۱۹۲۴ء"

یہ تو ہے۔ موجودہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی دلی خواہش اور مہاتما جی سے اُن کی اُمیدوں کا فوٹو۔ اب میں ذیل میں کچھ ایسے دلچسپ تاریخی واقعات کو بھی درج کرتا ہوں۔ کہ جن سے عیسائی اور مسلمان پرچارکوں کی اُن مکاری پر مبنی کرتوتوں کا اظہار ہوگا۔ جو کہ وہ اپنے پیر و پیغمبروں کو اوتار اور اپنی کتابوں کو وید وغیرہ ظاہر کر کے ہندوؤں کو اپنے جال میں پھنساتے چلے آرہے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ ہندوؤں کے لئے یہ خیال کتنا نقصان دہ اور خطرناک ثابت ہوا ہے۔

عیسائیوں کے ہندوؤں کو

عیسائی بنانے کے غیر اخلاقی طریقے

(۱) شری سوامی شردھانند جی مہاراج اپنی بنائی پُستک " اندھا اعتقاد اور خفیہ جہاد " کے صفحہ ۱۷۱ پر بھیوڈور گریسنجر کی بنائی " دی جیوئٹس " نامی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ

" ڈیوڑ کے بعد دوسری قسم کے عیسائی پادری آنے لگے۔ وے سب اپنی تعداد بڑھانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ جن کا بہت سادہ سرل طریقہ تھا۔ یہ سرل ذرایع کیا تھے۔ یہ طریقہ اس کے سوائے کچھ نہیں تھا کہ چونکہ سارے ہندوستان میں براہمن دھرم رائج تھا۔ اس لئے

یہ پادری ہندوستانی پوجاریوں و براہمنوں کا بھیس پہن لیتے تھے کہ وے ہندوستانیوں کے سامنے جنہیں بدیشیوں سے قدرتی نفرت تھی اس دیش کے باشندے سمجھے جاویں۔ اور ساتھ ہی وے اپنی عیسائیت کو موجودہ ہندو خیالات اور رسوم کے ساتھ خلط ملط کر لیتے تھے۔ تب وے صرف بپتسمہ دے کر اُن ہندؤں کے نام بدل دیتے تھے۔ باقی باتوں میں وے ہندو کے ہندو ہی بنے رہتے تھے ---------- میرے لئے یہ آسان ہے۔ کہ اُن تمام جیسیوٹوں کی فہرست بنا دوں۔ جو اس طرح ملک میں براہمن بن کر چکر لگاتے اور صلیب کو پاؤں تلے روندتے تھے۔ مگر یہاں صرف دو تمثیلوں پر اکتفا کروں گا۔ ان میں سے پہلا پیٹر کانسٹینٹا ئنو بیشچی تھا جس نے بڑی احتیاط سے ہندی اور سنسکرت زبان کا مطالعہ کیا تھا۔ اور براہمنوں کے رواج اور ضوابط اور طرز معاشرت کی اس خوبی سے تقلید کرتا تھا کہ دکن کے باشندے اُسے مثل ایک سنت کے پوجنے لگے۔

(۲) پادری روبرٹو۔ دی۔ نوبلی نے جو ایک مشہور عیسائی اُپدیشک تھے سنسکرت کا اوہین کیا۔ عیسائی اُپدیشو نکو سنسکرت

میں لکھا - ایک سنیاسی کا بھیس بنا کر اُنہوں نے اپنا اُپدیش شروع کیا - لوگوں کے جھنڈ کے جھنڈ اُن کا اُپدیش سننے کو اکٹھے ہونے لگے - انہیں سنیاسی سمجھ ان کے ساتھ کھائے پیئے - پھر ایک بڑی سبھا میں جہاں بہت سے شہر واسی (شہر کے رہنے والے) بھی موجود تھے - اس سنیاسی ویش دہاری (جھوٹے سنیاسی) بگلہ نے اُن کے جو پانچویں وید کو سُننے آیا کرتے تھے - اور ہزاروں کی تعداد میں تھے - سب کے عیسائی بن جانے کی خبر سُنائی - جب اُس نے اپنا کیتھلک پنتھ کے دھرم اُپدیشک کا روپ پرکٹ کیا - تب لوگوں کے آشچریہ کا ٹھکانا نہ رہا - ان سب نے کہا کہ ہم عیسائی نہ بنیں گے - ہم ہندو ہیں - یہ تو اُن کٹر ہندوؤں نے جو وہاں موجود تھے - اُنہیں ہندو ماننے سے انکار کیا وغیرہ ویدک دھرم ماہ اگست ۱۹۲۶ء"

(۳) عیسائیوں نے ہندوؤں کو حضرت عیسیٰ کا معتقد بنانے کے لئے مندرجہ ذیل قسم کی پُستکیں بنائیں - اور اُن کے نام بھی ہندوؤں کی پستکوں جیسے ہی رکھے - تاکہ ہندو حضرت عیسیٰ کو ہندو سمجھکر اُس پر ایمان لے آئیں -

منگل سماچار - سندر پُرانی کتھا - دان ادتے دان - دھرم پستک کا سار - گورو گیان - جیہی کرنی تیہی بھرنی - گیتا کی پوتھی - عیسیٰ بنہ کلنک کی موت -

گُرُو پرکیشا۔ عیات مکتاولی وغیرہ وغیرہ۔

(۴) عیسائیوں کی جو مکتی فوج نام کی سنگھٹا (جماعت) ہے۔ اُس نے بھی اپنا نام ہندوانہ اور ہندو ساد ھوؤں کا سا بھگوا ویش اسی لئے ہی رکھا ہے۔ کہ وہ ناواقف ہندوؤں کو اپنے جال میں پھنسا کر عیسائی بنا سکے۔ اس کے ثبوت کے لئے میں اپنا ایک چشمدید واقعہ درج کرتا ہوں۔ عرصہ تقریباً پچیس سال کا ہوا ہے۔ جبکہ ایک دفعہ میں رام نومی کے میلہ پر ایودھیا میں اپنے دوسرے آریہ بھائیوں کے ساتھ تھا۔ وہاں میلہ میں پھرتے ہوئے ہمنے ایک بھگوے کپڑوں والے مکتی فوج کے آدمی کے ساتھ ایک ہندو لڑکے کو دیکھا تب ہم نے اُس لڑکے سے دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ کہاں کا ہے اور اس کے ساتھ کیوں پھر رہا ہے۔ اُس نے بتلایا کہ میں گورکھپور کا رہنے والا ہوں۔ گھر سے بھاگ آیا ہوں۔ اس سادھو نے مجھے دو پیسہ کے چنے لیکر دئے ہیں اور کہا ہے کہ میں سادھو ہوں تجھے کاشی (بنارس) لے چلونگا اور وہاں تجھے سنسکرت پڑھاؤں گا۔ تب ہمنے اُس سادھو ویش دھاری مکتی فوج کے سولجر سے پوچھا کہ تم اس نابالغ ہندو لڑکے کو کیوں دھوکا دیکر اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔ اس کا جواب اُس نے یہ دیا کہ یہ لڑکا میرے ساتھ نہیں ہے۔ پھر ہم اُس لڑکے کو فیض آباد آریہ سماج میں لے آئے۔ اور اُس کے لواحقین سے خط و کتابت کر کے اُس کو اپنے گھر پہنچا دیا۔

مسلمانوں کے ہندؤں کو مسلمان بنانے کے خفیہ جہادی کارنامے

(۱) مولانا محمدؐ نجم الغنی صاحب رامپوری اپنی مؤلفہ کتاب "مذاہب الاسلام" کی تیسری ایڈیشن کے صفحہ ۳۵۵ پر لکھتے ہیں :-

"پریچنگ آف اسلام مؤلفہ آرنلڈ کے صفحہ ۲۲۵ میں مذکور ہے - کہ پیر صدرالدین آج سے چار سو برس پہلے سندھ میں آئے تھے - اور اسماعیلی مذہب رکھتے تھے - اونہوں نے اپنا ایک ہندو نام رکھا - اور ہندؤں کے مذہب کی مناسبت سے اونہوں نے ایک کتاب بنائی جس کا نام اونہوں نے دسااوتار (دس اوتار) رکھا تھا - اور اس کتاب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دسواں اوتار مانا تھا - خوجوں نے اس کتاب کو ابتدا ہی سے بطور آسمانی کتاب کے مانا اور مرنے کے وقت وہ کتاب ہمیشہ برکت کے لئے پڑھی جاتی - اور اسی طرح بہت سے دستورات میں اس کو پڑھتے ہیں - اور اس کتاب میں اُنہوں نے برہما تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور وشنو حضرت علی کو اور حضرت آدم کو شو بنایا -

(۲) پھر آپ صفحہ ۳۷۲ و ۳۷۳ پر "گپتی کی تحقیق" کی سرخی کے نیچے لکھتے ہیں :-

"شاہ صاحب (آغا خاں اول کے پوتوں میں سے ایک پیر امام شاہ) نے ان کی بیعت لی اور حسب ذیل تعلیم دی۔ خدا کو ایک مانو۔ اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ علی کو کرشن کا اوتار سمجھو۔ اور امام شاہ کو نائب علی یقین کرو۔ اپنے اعتقاد کو چھپاؤ۔ اور گپتی رہو۔ لباس ہندوانہ رکھو۔ رسم و رواج قدیم پر قائم رہو۔ گوشت مت کھاؤ۔ نام مت بدلو۔ پانچ وقت کی نماز تم کو ضروری نہیں۔ صرف یہ چاہیئے۔ لا الٰہ الا اللہ الحمد للہ۔ اللہ اکبر قل ھو اللہ۔ کا وظیفہ چپکے چپکے پڑھ لیا کرو۔ وضو نہ کرو ورنہ تم پر شبہ کیا جائے گا۔ اس کے بدلے غسل کیا کرو۔ روزے رمضان میں نہ رکھو۔ لوگ شک کریں گے۔ رجب کے مہینے میں یہ فرض ادائی کیا کرو۔

زکوٰۃ تم پر یہ ہے کہ آمدنی کا دسواں حصہ اپنے گرو امام شاہ کو دیا کرو۔ چنانچہ ان سب احکام کی تعمیل کی گئی۔ اور گپتی (خفیہ) لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔ اس وقت امام شاہ نے ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام "ست دینی" ہے۔ یعنی سچا کلام الحق۔ یہ گجراتی زبان میں مثنوی مولانا

رُوم کی طرز پر ہے۔ جس کے شروع میں یہ لکھا ہے۔ "پہلا سرجن ہار بجھانو۔ اس کو چینا کچھ شک نہ آنو"۔ یعنی اول خالق کائنات کی حمد کرو۔ اور اس کی عبادت و یاد میں شک و شبہ نہ لاؤ۔ امام شاہ نائب ہندوانہ لباس میں ست دینی بھجن گاتے پھرتے ہیں۔ اور لوگوں کو علی کے پنتھ میں داخل کرتے ہیں۔ اُونہوں نے جگہ جگہ علی کے مندر بنائے۔ جہاں گپتی جمع ہو کر دعائیں کرتے اور بھجن سنتے ہیں۔ گپتی لوگوں میں جب کوئی مرجاتا ہے تو وہ جلایا جاتا ہے۔ مگر اس کی ایک انگلی یا عضو کاٹ کر پیر کے زیر سایہ دفن کرتے ہیں۔

آخر رفتہ رفتہ ان گپتیوں کو بھی اسلام کی طرف کھلم کھلا کھینچا گیا۔ اور ان میں سے بہت سے علانیہ مسلمان ہونے لگے۔ جو گپتی ظاہر مسلمان ہوتا تو اس کا جنیو پیر کو دیا جاتا۔ اور پھر اس کو پرگٹی (ظاہری) اور مومن کا خطاب دیا جاتا۔ (قیاس غالب ہے کہ مسلمانوں کا موجودہ میمن (مومن) فرقہ گپتیوں سے ہی پرگٹی بنا ہوا ہے مولّف)

آج کل پیر کی درگاہ میں ظاہری مسلمان ہونے والوں کے جنیوؤں کا ایک بہت بڑا انبار لگا ہوا ہے۔ جو یادگار کے طور پر بحفاظت رکھا جاتا ہے۔ گپتیوں میں اس وقت پانچ چھ لاکھ ہندو شریک ہیں۔ جن میں براہمن۔ کھشتری۔ مرہٹہ۔ بنیا۔ شرادت۔ کنبی۔ چمار۔ ڈھیڑ۔ بھنگی

سب ہی قومیں ہیں۔ اور ڈیڑھ لاکھ کے قریب پرگٹی ہیں۔ یعنی جو علانیہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ یہ لوگ اسلام اور علی کے نام پر فدا ہیں۔ گپتی لوگوں کی شناخت کرنا ناممکن ہے۔ وہ ظاہر و باطن میں ہندو نظر آتے ہیں۔ مگر ایک گپتی دوسرے گپتی کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے ایسا ہی ایک پرگٹی گپتی کو اور گپتی پرگٹی پر نظر ڈالتے ہی سمجھ جاتا ہے۔ کہ یہ ہمارے طریقہ کا آدمی ہے۔ وغیرہ وغیرہ

(۳) شری سوامی شردھانند جی نے اپنی کتاب "اندھا عتقاد اور خفیہ جہاد" کے صفحہ ۷۷ و ۷۸ پر ایک شمسی بھائی کی قلم سے لکھے ہوئے رسالہ میں سے آغاخانیوں کی مذہبی کتابوں کا خلاصہ درج فرمایا ہے۔ اس میں لکھا ہے۔

"جب شمس دین کے پوتا نے ہندوستان کے علاقہ گجرات میں رہنے کے سبب ہندوؤں کے پُران پستکوں کی اچھی طرح واقفیت کرلی۔ تب اس نے سوچا کہ جب یہ مسلمانی راج نہ رہا تو ہندو ہم کو ماننا چھوڑ دیں گے۔ اس واسطے صدرالدین نے اسلام شاہ سے مل کر دلیل باندھی کہ پستک ہندوؤں کو قابو رکھنے کے لئے بنائیں۔ اوتار پرمیشور کے آد سے شروع کریں اور آخر اوتار آپ کو بنائینگے۔ چاروں ویدوں کو علیحدہ علیحدہ ملنا لکھیں۔ تاکہ اس سمے اتھرو وید کی جگہ قرآن حدیث نتیجہ کرائیں۔ - - - - - - -

جس طرح عیسائیوں نے اپنے عیسیٰ مسیح پر ہندوؤں کو نشچہ کرانے کے واسطے ہندوؤں کی پستکوں جیسی اپنی پستکوں کے نام رکھدئے ہیں۔ جیسے منگل سماچار وغیرہ وغیرہ۔ اُسی طرح صدرالدین و امام شاہ وغیرہ نے ہندوؤں کے پستکوں جیسے اپنی پستکوں کے نام رکھے جیسے دس اوتار۔ بدھ کتھا۔ کرم کتھا۔ دہرو کتھا۔ مول گورتری۔ (گائیتری) ہنہ کلنکی گیتا۔ پانڈوں کی ویل ریست بچن۔ سندھیا۔ ارجن گیتا۔ ارادھ۔ وِنین۔ گائتری۔ ہستناپوری سوگنان۔ ان کو اکٹھا کر کے غلام حسین خوجے بمبے والے نے بٹر (جلد) باندھ دیا۔ وغیرہ وغیرہ"۔

(۴) پیر صدرالدین اسماعیلی داعی (پرچارک) نے ہندوؤں کو مسلمان بنانے کے لئے اپنے پیغمبروں کو اوتار ظاہر کر کے اور ہندو طرز و نام کی کتابیں لکھ کر جو مکاری پر مبنی طریقہ ۱۴۳۰ء میں ہندوستان میں جاری کیا تھا۔ اس کا سلسلہ آج تک برابر جاری چلا آ رہا ہے۔ اس وقت بھی سر آغا خاں صاحب اس کو بڑے زور کے ساتھ چلا رہے ہیں۔ ان کے ہزاروں داعی (پرچارک) حضرت علی کو کرشن کا اوتار بتلا کر اور ہندوانہ نام اور طریقہ کی کتابیں لکھ کر اب بھی سادہ لوح ہندوؤں کو مسلمان بنانے کا کام کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں بہت سے ایسے اسلامی مرکز بنے ہوئے ہیں۔ جو کہ کئی قسم کے خفیہ وسایل سے غافل ہندوؤں کو شب و روز

مسلمان بنانے اور اپنے پیر و پیغمبروں کے معتقد بنا کر اُن کی پُوجا کرانے کا
کام کرتے چلے آتے ہیں۔ ان میں سے خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے
اپنی کتاب فاطمی دعوت کے صفحہ ۱۲۵ سے ۱۳۷ تک میں سلسلۂ قادریہ۔
سہروردی۔ رفاعی اور چشتیہ وغیرہ کے مندرجہ ذیل کا ذکر کیا ہے۔
پیر بگھاڑ (سندھ) پیر جھنڈے والا (سندھ) حضرت حاجی وارث علیشاہ
(دیوہ بارہ بنکی) مخدوم حسین شاہ (ملتان) حضرت سید احمد کبیر صاحب۔ حضرت
سید غوث علی شاہ (پانی پت) مولانا نوری داس مہاراج دراصل مولانا نورالدین
قادری (مارہرہ ضلع ایٹہ) حضرت مولانا سید شاہ مخلص الرحمٰن صاحب (میرانہ
چنبل علاقہ چاٹگام بنگال) خواجہ معین الدین چشتی (اجمیر) وغیرہ وغیرہ۔
ان مشائخ اور فقرار کے متعلق خواجہ صاحب داعی اسلام نامی رسالہ کے
صفحہ ۱۲ پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ "ہندوستان کے جس قدر مذاہب اسلام
سے غیر ہیں۔ اُن میں اُمید و خوف مسلمانوں سے زیادہ ہے۔ خصوصاً ہندو اقوام
کی زندگی سراسر اُمید و خوف پر منحصر ہے - - - - - - - - اس راز
کو مسلمان فقرا نے سمجھ لیا تھا۔ اور اسی وجہ سے اُنہوں نے
کروڑوں باشندگان ہندوستان کو مسلمان کر لیا۔ اور اب بھی
کروڑوں آدمی مسلمان فقرار کے زیر اثر ہیں۔" انہیں مرکزوں
میں سے ایک مرکز دہلی میں نظام الدین اولیاء صاحب کا بھی ہے۔ جن کے

قایم مقام اس وقت خود خواجہ حسن نظامی صاحب ہیں۔ جنہوں نے ہندوں کو پھنسانے کے لئے "کرشن بیتی" وغیرہ کتابوں کے علاوہ حفاظت اور اشاعت اسلام کے لئے مسلمانوں کو نہایت ہی نامعقول اور اخلاق سے گری ہوئی تدبیروں اور حکمت عملیوں کے سکھلانے والا بدنام جہاں "داعی اسلام" نامی ایک رسالہ لکھا۔ اور خفیہ ہی خفیہ مسلمانوں میں ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کیا۔ اگرچہ یہ رسالہ خواجہ صاحب نے ہی لکھا ہے۔ مگر رسالہ کا مضمون خفیہ طریق اشاعت الاسلام میں ماہر ہندوستان کے کئی ایک خاص مسلمان اصحاب اور انجمنوں کے عہدہ داران سے مشورہ کر کے لکھا گیا ہے۔ جیسا کہ خواجہ صاحب خود اس رسالہ کی پہلی ایڈیشن کے شروع میں ہی "ضروری مشورے" کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں:۔

"اندر کا مضمون شعبان کی ابتدائی تاریخوں میں پورا ہو گیا تھا۔ مگر چھپا نہ تھا کہ مجھکو بمبئی سے ہز ہائنس سر سلطان محمد شاہ آغا خاں نے ملنے کو بلایا اسی مسئلہ حفاظت و اشاعت اسلام کے متعلق باتیں ہوئیں۔ اس کے بعد دہلی میں واپس آ کر جناب مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیتہ علمائے ہند اور جناب مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیتہ علماء سے مشورہ ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد مشایخ و علماء سے تبادلہ خیالات کیا گیا۔ ہر بزرگ کی رائے یہی معلوم ہوئی۔ کہ حفاظت و اشاعت اسلام کے کام میں غل۔ شور اور اخباری

شہرت مُناسب نہیں ہے ۔ نہایت مستعدی مگر پوری خاموشی سے کام کرنا چاہیئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اس واسطے بالفعل جس قدر انجمنیں متحد ہو سکتی تھیں ۔ وہ سب نمایندگان تبلیغ کے نام سے ایک مرکز پر جمع ہو گئی ہیں ۔ اور اُس کا دفتر آگرہ میں قایم ہوا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میرے مشیر کار حضرت سجادہ نشین صاحب اجمیر شریف اور جناب مولانا مناع الدین صاحب چشتی عرف پیر موٹا میاں ۔ سجادہ نشین خانقاہ فریدیہ چشتیہ منگول اور جناب مولانا نوری داس مہاراج مقیم بمبئی وغیرہ حضرات ہوں گے وغیرہ وغیرہ ۔"

چنانچہ اس رسالہ میں بتائی گئی تدبیروں اور حکمت عملیوں کی بنا پر قایم کئے گئے اشاعت اسلام کے لئے خفیہ نظام کا پھل یہ ہوا ۔ کہ ہزاروں ہندو بچے ۔ اور عورتیں اغوا کر کے مسلمان بنائے گئے ۔ یہاں پر ان کو تفصیل وار درج کرنے کی گنجایش نہیں ہے ۔ اور نہ ہی اس جگہ اس کی ضرورت ہے ۔

اس کے علاوہ ان دیندار عیسائیوں اور مسلمانوں نے اپنے پیروں اور پیغمبروں کی پوجا پرتشٹھا (فضیلت) کے ذریعہ ہندوؤں کو مسلمان بنانے کے لئے مندرجہ صدر چالبازیوں اور مکاریوں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ جعلسازی کی ہے کہ ہندوؤں کے دھرم

پستکوں (بھوشیہ پوران) میں بھی اپنے پیروں، پیغمبروں، مذہب اور قوم کی تعریف اور آریوں کی نندا کرنے والے شلوک ملا یا ملوا دئے ہیں۔ تاکہ ہندو انہیں اپنے شاستروں کے احکام سمجھکر ان کے معتقد ہوجائیں۔ اور اپنے دہرم کو چھوڑکر عیسائی و مسلمان بن جائیں۔ جیسا کہ ذیل کے پرمانوں سے ظاہر ہے۔

(۱) ملیچھ شبد کے انوکھے معنی

आचारश्च विवेकश्च द्विजता देव पूजनम् ॥

कृतान्यि तानि तेनैव तस्मा न्मलेच्छः स्मृती वुधैः ॥४१

विष्णु भक्तयग्नि पूजा च ह्य सिंसाच तपो दमः ।

धर्माण्ये तानि मुनि भिर्म्लेच्छानां हिस्मृतानि वै ॥४२

(معنی) جو انسان سداچاری (نیک اعمال) ودیکی (صاحب تمیز) دوج (براہمن) اور دیوتاؤں کی پوجا کرتا ہے۔ اس کو عقلمند لوگ ملیچھ کہتے ہیں (۴۱) پرماتما کی بھکتی۔ہون کرنا۔ اہنسا۔ تپ اور من کو وش میں رکھنا یہ دہرم منوں نے ملیچھوں کے ہی بتلائے ہیں۔ (۴۲)

(۲) آریوں اور آریہ ورت کی مذمت اور ملیچھوں و انکے دیشوں کی تعریف

या पवित्राः सप्तपुरी तासु हिंसा प्रवर्तते ।

दस्यवः शबरा भिल्ला मूर्खा आर्ये स्थिता नराः ॥ ३८

म्लेच्छ देशे बुद्धि मन्तो नरावै म्लेच्छ धर्मिणः ।

म्लेच्छाधीना गुणासर्वे ऽ व गुणा आर्य देशके ॥ ३९ ॥

म्लेच्छ राज्यं भारतेव तद्द्वीपे षु स्मृतं तथा ।

एवं ज्ञातपा मुनि श्रेष्ठ हरिं भज महा मते ॥ ४०

भविष्य पु. प्रति सर्ग पर्व ३ खं १ अ ५ ॥

(معنی) جو کاشی وغیرہ پوتر سات پوری ہیں۔ اُن میں ہنسا ہو رہی ہے۔ دسیو۔ شور۔ بھیل لوگ آریہ ورت میں رہتے ہیں (۳۸) ملیچھوں کے ملک میں ملیچھ دہرم کے ماننے والے آدمی عقلمند ہیں۔ سارے گن ملیچھوں میں ہے اور سارے اوگن (برائیاں) آریہ ورت کے رہنے والوں میں ہیں۔ (۳۹)

بھارت اور اُس کے دیپوں میں ملیچھوں کا راجیہ ہے۔ ایسا جان کر ہے سریشٹھ (محترم) منی ایشور کا بھجن کر۔

(۳۱) حضرت آدم اور حوّا کی تعریف اور بیان

द्विशताष्ट सहस्त्रे द्वे शेषतु द्वापुरे युगे ।

म्लेच्छ देशस्य या भूमि र्भविता कीर्ति मालिनि ॥ २८ ॥

इन्द्रियाणि दमित्वा यो ह्यात्मध्यान परायरा: ।

तस्मादा दमनामा सौ पत्नी हव्यवती स्मृता ॥ २९ ॥

अदान नगर स्यैव पूर्व भागे महावनम् ।

ईश्वरेरा कृतं रम्यं चतु: क्रोशायतं स्मृतम् ॥ ३० ॥

भविष्य पु॰ प्रति सर्ग पर्व ३ खं १ अ ४ ॥

(معنی) جب دواپر یُگ کے دو ہزار دو سو آٹھ برس باقی رہے تب ملیچھ دیش کی بھومی کیرتی شالی (نیکنام) ہوئی (۲۸) جو اپنی اندریوں کو دمن (حواسوں کو ضبط) کرکے آتما کے دھیان میں لین ہوا۔ اُس کا نام آدم اور اُس کی عورت کا نام ہویہ وتی (حوا) ہوا۔ (۲۹)

عدن نگر کے پورو بھاگ (مشرقی حصہ) میں چار کوس لمبا چوڑا سندر ایشور کا بنایا مہا بن (باغ) تھا۔ (۳۰)

اُس کے آگے کے ۳۱ تا ۳۴ شلوکوں میں یہ لکھا ہے۔ اُس باغ میں کل یگ (مراد شیطان) سانپ کا روپ دھارن کرکے آیا۔ تو پاپ کے

برکھش (درخت) کے نیچے جاکر اُس کی پتنی کو دیکھا (۳۱)۔ اس دھورت نے اُس کو دھوکا دیا۔ اور دنیا کے راستے کو دکھلانے والا پھل (گیہوں) اس کے پتی کو کھلایا (۳۲) اُن دونوں (آدم وحوا) نے اودمبر کے پتوں سے ہوا خوری کی۔ اُن کے بہت سے لڑکے اور لڑکیاں ہوئیں۔ سبھی ملیچھ بنے (۳۳) اس کی نوسوتیس برس عمر ہوئی۔ پھلوں کا بھوجن کرتا ہوا معہ اپنی عورت کے سورگ کو پراپت ہوا۔

(۴) حضرت نوح اور اسکی کشتی

حضرت آدم کی اولاد کا سلسلہ تبلاتے ہوئے حضرت نوح کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

तस्माज्जातः सुतो न्यूहो निर्गतस्तूह एव सः।
तस्मा न्न्यूहः स्मृतः माज्ञै राज्यं पंच शतं कृतम् ॥४५॥
सोमः शमश्च भावश्च त्रयः पुत्रा वेभूविरे।
न्यूहः स्मृतो विष्णु भक्तः सोऽहंध्यान परायणः ॥ ४६॥

भविष्य पु प्रति सर्ग पर्व ३ खं १ अ. ४ ॥

یعنے۔ اُس سے نوح لڑکا پیدا ہوا۔ چونکہ وہ نشچت بدھی (عقل سلیم والا) تھا۔ اس لیے عقلمندوں نے اُس کو ینوح (نوح) کہا اس نے پانچسو برس

تک راج کیا۔ (۴۵) اس کے سیم (سام) شم (ہام) اور بھاؤ (یافت) یہ تین لڑکے پیدا ہوئے۔ نوح وشنو کا بھگت تھا۔ اور سوہم کے دھیان میں محو رہتا تھا۔ (۴۶) اس کے آگے اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ایک دفعہ بھگوان وشنو اُس کے سپن میں آیا (۴۷) (اور کہا) پیارے نوح یہ بات سُن کر آج سے ساتویں دن پر لے ہوگی تو جلدی ہی اپنے قبیلے کے ساتھ نو کا (کشتی) پر چڑھ (۴۸) اور جیون (زندگی) کو بچا۔ ہے بھگتوں میں سرشیٹھ (اعلیٰ) تو سب سے بہتر ہوگا۔ بہت اچھا یہ جان کر مُنی نے مضبوط کشتی بنائی۔ (۴۹) وغیرہ وغیرہ اس کے آگے کشتی کی لمبائی چوڑائی تبلاتے ہوئے حضرت نوح کے معہ پریوار اُس میں بیٹھنے کا حال لکھا ہے۔

(۵) حضرت نوح کے بعد بہت سے دوسرے نبیوں کا بیان کرتے ہوئے حضرت موسیٰ کا اس طرح پر ذکر کیا ہے۔

ब्रह्मावर्त मृते तत्र सरस्वत्या तस्टं शभुम्।
म्लेच्छाचार्य श्च मूशारव्य स्तन्मतैः पूरितं जगत्॥ ३०॥

معنی۔ سرسوتی ندی کے پوتر برہماورت کو چھوڑ کر سارا جگت ملیچھ آچاریہ حضرت موسیٰ کے پیرؤں سے بھرا پڑا ہے۔

(۶) حضرت عیسیٰ کی تعریف اور بیان

को भवानी तितं प्राह स ह्रो वाच मुदान्वितः।

ईशा पुत्रंच मां विद्धि कुमारी गर्भ संभवम् ॥ २३

म्लेच्छ धर्मस्य वक्तारं सत्य व्रत प्राय णम्। २

ईशा मूर्ति र्हृदि प्राप्ता नित्य शुद्धा शिवं करी।

ईशा मसीह इतिच मम नाम प्रतिष्ठतम् ॥ ३१

भविष्य पु प्रतिसर्ग पर्व ३ खं ३ अ: २॥

یعنے (راجہ نے اُس سے پوچھا) آپ کون ہیں؟ وہ خوش ہو کر بولا۔ میں کماری کے پیٹ سے پیدا ہوا خدا کا بیٹا ہوں (۲۳) میں ملیچھ دہرم کا اُپدیشک اور ستیہ برت کا دھارن کرنے والا ہوں۔ (۲۴) نتیہ شدھ اور کلیان کاری ایش (الیشور) کی مورتی ہردے میں پراپت ہونے کے باعث میرا عیسیٰ مسیح یہ نام پرتشٹھت (قابل فخر) ہے۔

(۷) حضرت محمد صاحب کا بیان

एतस्मिन्न न्तरे म्लेच्छ आचार्येण समन्वितः।

महामद इति ख्यात : शिष्य शाखा समन्वित: ॥ २

भविष्य पु· प्रति सर्ग पर्व ३ खं ३ अ ३ ॥

معنے ۔اتنے ہی میں ایک ملیچھہ آچاریہ پدوی سے یکت مہامد (محمد) نام سے مشہور معہ اپنے پیرؤں کے آیا ۔ اس کے بعد چودہویں سے اٹھارہویں شلوک کا ترجمہ حسب ذیل ہے :-

رات کو وہ مایا رچنے میں چتر دیو روپ مہامد (محمد) پشاچ شریر کو دہارن کرکے بھوج راجہ کو کہنے لگا ۔ (۱۴) ہے راجہ تیرا آریہ دہرم ہی سب دہرموں سے اچھا ہے ۔ میں ایشور کے حکم سے مشکل پشاچ دہرم کو جاری کروں گا (۱۵) میرے مذہب کا ماننے والا آدمی لنگ چہیدی (سنت کیا ہوا) شکھا (چوٹی) سے خالی ۔ دہاڑی رکھنے والا ۔ اونچی آواز (بانگ) دینے والا اور سرد بھکشی ہوگا ۔ (۱۶) میرے مذہب میں سور کے سوائے سارے پشو میرے چیلوں کے لئے بھکش (حلال) ہیں ۔ چونکہ اُن کا کشاؤں کی طرح موسلوں سے سنسکار ہوگا ۔ (۱۸) اس لئے اُن دہرم کو دوشت کرنے والی جاتیوں کا نام مسلمان ہوگا ۔ مجھ سے جاری کیا ہوا ایسا پشاچ دہرم ہوگا ۔ (۱۸)

اوپر درج کئے گئے بھوشیہ پُران کے اقتباسوں سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ بھوشیہ پوران میں کی گئی مندرجہ بالا ملاوٹ عیسائیوں کی ہی کارسازی ہے

کیونکہ اس میں جہاں حضرت عیسیٰ اور اُس سے پہلے نبیوں کی خوب تعریف
کی گئی ہے۔ وہاں حضرت محمدؐ صاحب کی کوئی تعریف نہیں کی گئی۔ اور ساتھ
ہی پرتی سرگ پرو ۳ کھنڈ ۴۔ ادھیائے ۲۲ کے شلوک ۷۲، ۷۳ اور ۷۵
میں انگریزوں اور مہارانی وکٹوریہ کے کلکتہ میں راج قایم کرنے کا بھی ذکر کیا
گیا ہے۔ اور ان کی اس طرح پر تعریف کی گئی ہے۔

"دے حضرت عیسیٰ جو خُدا کا بیٹا۔ اس کے مذہب کو ماننے والے اور اُن
کا دل سچائی کو پیار کرنے والا شہوت کو جیتنے والا اور غصہ سے پاک ہے"!
وغیرہ وغیرہ۔

ناظرین! یہ ہے عیسائیوں اور مسلمانوں کی تاریخی جدوجہد جو کہ وہ اپنے
پیغمبروں کی پُوجا کے ذریعہ سے ہندؤں کو عیسائی اور مسلمان بنانے کے
لئے ہمیشہ کرتے آئے اور کر رہے ہیں۔ چونکہ عیسائی اور مسلمان اپنے رہنماؤں
کی پُوجا پرتشٹھا (فضیلت) کو ہندؤں کو عیسائی و مسلمان بنانے کے لئے
بطور اوزار استعمال کرتے آئے ہیں۔ اس لئے باوجود ہندؤں کے دھارمک
گرنتھوں میں ملاوٹ کرنے اور ملاوٹ کو اُن گرنتھوں کا حصہ بنا دینے کے
بھی وہ سمجھدار (دوج) ہندؤں کے دلوں میں اپنے پیروں و پیغمبروں کی
پُوجا کا خیال پیدا نہیں کر سکے۔ کیونکہ ایک تو عیسائیوں اور مسلمانوں کی یہ
کوشش مکاری پر مبنی اور محض ہندؤں کو عیسائی اور مسلمان بنانے کی

غرض سے تھی اور ہے جس سے ہندؤں کو اپنے دہرم اور جاتی کے ناش ہونے کا حقیقی خطرہ تھا اور ہے۔ اور دوسرا عیسائیوں اور مسلمانوں کے دلوں میں اُن کے مہاپرشوں کے لئے نہ صرف یہ کہ کوئی عزت اور پُوجا کا خیال ہی نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے ہاں ایسا لٹریچر بھی موجود ہے جو کہ ہندؤں کے مہاپرشوں کی سخت توہین اور تحقیر کرتا ہے۔ جب کہ صورت حالات یہ ہے۔ تب مہاتما جی وغیرہ یا خود وہ لوگ یہ کیسے اُمید کر سکتے ہیں کہ ہندو اُن کے پیغمبروں کی پُوجا کریں۔ کیونکہ یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ جو سلوک وہ ہندؤں سے کرنے کو تیار نہیں ہیں وہ سلوک ہندو اُن کے ساتھ کریں۔

نیز اگر مہاتما جی کی یہاں پر ہندو دہرم سے مراد ویدک دہرم اور سنسار کے پیغمبروں کی پُوجا سے مراد دُنیا کے مختلف الخیال نیک اور اچھے بزرگوں کی عزت افزائی کی گنجائش سے ہے تب تو میں عرض کروں گا۔ کہ ضرور ہے۔ اور رہے گی۔ کیونکہ ویدک دہرم میں مت بھید (اختلاف رائے) کا ہونا اسلام کی طرح کوئی سنگین جُرم نہیں ہے۔ اور نہ اس کے لئے ایسی نفرت اور سزا کی ہدایت ہے۔ جیسی کہ اسلام میں مرتد (اسلام کو چھوڑنے والے) کے لئے قتل کی انتہائی سزا موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ویدک دہرمی وچار سواتنتر (آزادیٔ خیالات) کے ہمیشہ ہی حامی رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی آزاد خیالی کا ہی یہ نتیجہ تھا۔ کہ بھارتیہ ہندو جاتی میں مختلف دہارمک خیالات رکھنے

والے بھی بڑے پریم سے رہتے رہے ہیں۔ اور اُن کے ملکی و مذہبی وغیرہ سارے حقوق وہی رہے ہیں جو کہ آریوں کے تھے۔ بقول بھارت بھوشن سرجے رسی۔ بوس بھارت وہ اتحاد کی سرزمین ہے کہ جہاں صدیوں سے دُنیا کی مختلف قوموں کا ملاپ ہوتا رہا ہے۔ تمام دُنیا کے طالب علم یہاں کے عالموں سے دولت علم سے بہرہ ور ہوتے رہے ہیں۔ آریوں نے یہ اعلان کر دیا تھا۔ کہ اس مُلک میں پیدا شدہ عالموں سے تمام دُنیا کے لوگ اپنے اپنے کام کی تعلیم پا سکتے ہیں۔ دیکھو منوسمرتی ادھیائے ۲۔ اشلوک ۲۰۔

یہ ایک تاریخی سچائی ہے کہ بھارت نے ہر ایک کو جس نے کہ اُس کو اپنی ماتا سمجھا اور اُس کی تہذیب کو اپنایا۔ دھارمک خیالات میں اختلاف ہونے پر بھی اپنے سایہ میں پناہ دیکر قومی غیریت کو مٹا دیا ہے۔ بھارتیہ آریوں نے بڑی فراخ دلی سے یون (یونانی) شک (تاتاری) اور ترشک (ترک) وغیرہ وغیرہ دُنیا کے تمام حصوں کے رہنے والوں کو خوش آمدید کہا ہے اور یہاں تک کہ اُن میں سے براہمن پن حاصل کرنے والے قابل سجنوں کو براہمن مان کر اپنی پُوجا کا پاتر بنایا ہے۔ البتہ یہ بات ضرور رہی ہے اور رہے گی۔ کہ چاہے کوئی کسی ہندو سمپردائے کا آچاریہ ہو یا غیر ہندو مذہب کا پیغمبر اور بانی ہو یا کہ ہندوؤں اور غیر ہندو قوموں کی خاص شخصیتیں ہوں۔

آریوں میں اُن کی پُوجا یا عزت اُسی صورت میں اور اُسی حد تک ممکن ہے، کہ جس صورت میں جس حد تک کہ وہ وچار اور آچار (علم وعمل) سے پورے ہوں کیونکہ ویدک دہرم وچار اور آچار کی عظمت اور پاکیزگی کے گُن سے منشوں میں پوجیہ بھاؤ کی پریرنا کرتا ہے۔ نہ کہ اُن کے خاص گروہوں کے آگوا ہونے کی وجہ سے۔ اس سے زیادہ دیکھنا ہو تو دیکھو چوتھے الزام کے جواب میں۔

کیا ہندو دہرم (ویدک دہرم) مشنری (پرچار کرنے والا) دہرم نہیں ہے

(۲) مہاتما جی کے دعوے کا دوسرا حصہ ہے۔" ہندو دہرم مشنری دہرم نہیں ہے۔ ہاں اس میں کتنی ہی بھِن بھِن جاتیوں کا سما ویش ہوا ہے پرنتو ان کی تدروپتا وکاش آتمک اور اتینت سوکھشم ہے۔"

آریہ (۱) مہاتما جی کا یہ دعویٰ بھی واقعات کے خلاف ہے۔ اس کی بنیاد محض آپ کے اُن اتحادی جذبات کے بناء پر بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ جو کہ ہندو و غیر ہندو اتحاد کی ضرورت کے احساس کی وجہ سے آپ کے

نے ہیں ۔ چونکہ آپ کے خیال میں مذہبی تبلیغ مخرب اتحاد چیز ہے ۔ کیونکہ
وہ تبدیل مذہب کرا کر ایک مذہب والوں کو دوسرے مذہب والوں سے لڑاتی
ہے ۔ اس لئے آپ کی صلح جو ضمیر اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہے ۔
کہ آپ کے ہندو دھرم میں بھی وہ مروّج تھی ۔ چاہے غیر ہندوؤں کے ویدک
دھرمی بننے کے تاریخی واقعات آپ کے سامنے ہی تھے ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ
مہاتما جی کی مذکورہ تحریر اپنی تردید آپ بن گئی ہے ۔ کیونکہ شروع میں آپ
نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ "ہندو دھرم مشنری دھرم نہیں ہے"۔ اُس کی تردید
آپ نے خود ہی اس امر واقعہ سے کر دی ہے کہ جس کا اقرار آپ نے اس
دعوے کے اگلے حصّہ کے ان الفاظ میں کیا ہے ۔ "ہاں اس میں کتنی ہی
بھن بھن جاتیوں کا سماویش ہوا ہے" اگرچہ اس سے آگے آپ نے اس
سماویش (میل) کو وکاش آتمک (بذریعہ ارتقا) بتلاتے ہوئے اس زبردست
تاریخی سچائی کو اپنے موافق بنانے کی کوشش کی ہے ۔ مگر آپ کی یہ کوشش
اس قدر کمزور ہے ۔ کہ ایک محقق کی آنکھوں سے اصلیت کو اوجھل نہیں کر
سکتی ۔ بھلا اس میں آپ کے پاس کیا پرمان ہے کہ غیر ہندوؤں کا ہندوؤں میں
ملنا وکاش آتمک (بذریعہ ارتقا ہوا) ہے اور اُپدیش آتمک (اُپدیش سے)
وسنسرگ آتمک (ہندوؤں کے میل جول سے) نہیں ہے ۔ آپ کا یہ فرمانا نہ
صرف یہ کہ دھرم شاستروں اور ہندو (آرین) اتہاس کے ہی خلاف ہے ۔

جیسا کہ آگے چل کر ثابت کیا جائے گا۔ بلکہ ترک اور تجربہ کی نظر سے بھی اس میں
کوئی وزن معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ پرتکش (مشاہدہ) میں بھی ہم کسی کو جنم سے ملا
ہوا دھرم نہیں پاتے اور نہ ہی وہ بذریعہ ارتقاء کہیں پر حاصل کیا ہوا نظر
آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک کوئی دھارمک تعلیم نہیں پاتا۔ دھرم اُپدیش
نہیں سُنتا۔ دھارمک گیان بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ میں نے یہ جو کچھ کہا ہے
یہ کوئی وشواسی بھکتوں کا عقیدہ نہیں ہے۔ بلکہ تجربات و مشاہدات پر
مبنی ایک ترک سدھ (دلیل سے ثابت شدہ) سچائی ہے۔ جس کو کہ دلیل
سے ہی ہر ایک بات کو جانچنے والے فلاسفروں کی سرتاج سانکھ درشن
فلاسفی کے بنانے والے مہرشی کپل نے ذیل کے دو سوتروں میں بیان
فرمایا ہے۔

उपदेश्योपदेष्टृत्वात् तत्सिद्धिः ।

इतर थान्ध परम्परा । सांख्य० अ० ३ सू० ७९। ८१॥

جس کا منشا یہ ہے کہ اُپدیشک کے اُپدیش سے ہی گیان اور اُس سے
جیون مکتی ملتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو اندھ پرمپرا یعنی جہالت کا ہی دور دورہ
رہے۔ اور اگر سچ مچ دھارمک خیالات و کاش آتمک ہی ہوتے۔ تو نہ تو
اُن کے پڑھنے پڑھانے کی ضرورت ہوتی۔ کیونکہ ارتقا کے درجے طے کئے
بغیر تعلیم اور اُپدیش سے وہ حاصل ہی نہ کئے جا سکتے۔ اور نہ ہی جن مختلف

قوموں کا سماویش ہندؤں میں ہوا ہے۔ وہ ہندؤں میں ہی مل سکتیں۔ کیونکہ مختلف قوموں کے ارتقار کا درجہ علیحدہ علیحدہ ہونے سے ایوولیوشن تھیوری (وکاش سدھانت) کے قاعدہ کے مطابق اُن کے ہندؤں میں ملنے کے لئے بھی مختلف سالوں کے لمبے عرصہ کی ضرورت ہے۔ مگر واقعات بتلاتے ہیں کہ یون۔ شک۔ آبھیر۔ ترشک۔ ہون۔ مگ۔ گورجر اور کامبوج وغیرہ قوموں کے لوگ ہندوستان میں آکر مسئلہ ارتقا کے فرض کردہ عرصہ کے انتظار کے بغیر ہی ہندؤں میں مل گئے۔ تاریخ میں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ کہ یہ قومیں وکاش (ارتقا) کی منزلیں طے کرتی ہوئیں ہی ہندؤں میں ملیں۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو لازمی تھا کہ جس ملک سے یہ جاتیں یا شخصیتیں آئی تھیں اُس اپنے ملک میں بھی وہ قومیں ترقی کرتی ہوئیں ہندو بن گئی ہوتیں۔ مگر ایسا نہیں ہوا یہ ایک امر واقعہ ہے۔ اس لئے مہاتما جی کا یہ فرمانا درست نہیں ہے کہ باہر سے آئی ہوئیں یون۔ شک یعنی یونانی اور تاتاری وغیرہ جاتیوں کے لوگ بذریعہ ارتقا ترقی کرتے ہوئے ہندؤں میں ملے ہیں بلکہ اس کے خلاف یہ کہنا بالکل دُرست ہوگا۔ کہ ہندؤں کی صحبت اور اُپدیش سے مؤثر ہو کر ہی یہ لوگ ہندؤں میں ملے تھے۔ جیسا کہ بھوشیہ پُوران کے اس شلوک سے ظاہر ہے۔

हैहये स्ताल जंघेश्च तरुष्कै यवनैः शकैः ।

उपो षिता इद्दा त्रैव ब्राह्मणत्व मीप्सु भि: ॥

सिद्धान्त खराड· ब्राह्म पर्व १ अ: २६ श्लो. ६१ ॥

ترجمہ ۔ ہیے ۔ تال ۔ جنگھہ ۔ ترشک (ترک) یون (یونانی) اور شک (وسط ایشیا کے رہنے والے تاتارے وغیرہ) آدی جاتیوں نے اسی جنم میں براہمن پن حاصل کرنے کی خواہش سے (پرتی پدا) کا اپواس کیا۔ اسی طرح بھاگوت سکندھ ۲۔ ادھیائے ۴ میں بھی لکھا ہے۔

किरात हूणाान्ध्र पुलिन्द: पुल्कसा आभीर कङ्का यवना खसादय:। ये ऽ न्येच पापा यदुपा श्रया श्रया: च्छु घयन्ति तस्मै प्रभविष्णवे नम: ॥

اس شلوک کے معنی شری بابو بھگوانداس جی نے مارچ ۱۹۲۷ء کے شدھی سماچار کے ادوے انک میں درج کرائے اپنے مضمون میں یہ کئے ہیں:۔

کرات ۔ ہون ۔ آندہر ۔ پلند ۔ پلکس ۔ آبھیر ۔ کنک ۔ یون ۔ کھس وغیرہ اور دوسرے پاپی مانن لوگ بھی جس بھگوان کے آشرتوں (وشنوؤں) کا آشرہ پکڑنے سے شدھ ہو جاتے ہیں ۔ اناریہ سے آریہ ہو جاتے ہیں ۔ اُس بھگوان کو نمسکار ہے۔

اس شلوک کے پاپی شبد سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ پُرانے آریہ لوگ

یونانی اور یہودی وغیرہ لوگوں کو بھی دوسرے دھرم والے نہیں بلکہ پتت ہی سمجھتے تھے۔ چاہے اُن کا مذہب کچھ ہی کیوں نہ تھا۔ اس لئے جو سجن یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ پُرانے آریہ صرف اپنے میں سے پتت ہو جانیوالوں کو ہی پھر اپنے میں ملاتے تھے۔ دوسرے مذہب والوں کو نہیں۔ انکا اعتراض بے بنیاد ہے۔

(۲) شری شنکر آچاریہ وغیرہ موجودہ بڑے بڑے سناتن دھرمی وِدوان اور سبھائیں معہ ثبوت اس رائے کا اظہار کر چکے ہیں کہ پتتوں اور دوسرے مت والوں کو شدھ کرکے ویدک دھرمی بنا لینا یا ویدک دھرمیوں میں ملا لینا شاستروں کے موافق ہے۔ اگر ناظرین ان کی رایوں کو جاننا چاہیں۔ تو وہ شدھی ویوستھا نامی پُستک میں دیکھ سکتے ہیں۔ جو کہ بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کے دفتر دہلی سے مل سکتی ہے۔ اس لئے مہاتما جی کا یہ فرمانا دُرست نہیں ہے۔ کہ ہندو دھرم مشنری دھرم نہیں ہے۔ ہاں اگر آپ کا یہ فرمانا محض سامپردایک (فرقہ دارانہ) عقیدوں اور اُن کے ماننے والوں تک ہی محدود ہوتا۔ تب تو شاید کسی حد تک یہ ٹھیک بھی سمجھا جا سکتا تھا۔ شاید اور کسی حد تک اس لئے کہ کچھ سا دھارن ہندو فرقہ دارانہ تعصب اور موجودہ رواج سے متاثر ہو کر ابھی تک غیر ہندوؤں کی شدھی میں اُسی طرح مین میکھ کر رہے ہیں کہ جس طرح اچھوت سمجھی گئی ہندو جماعتوں سے ہندوؤں کا سا

برتاؤ کرتے ہیں - مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ فرمانا متذکرہ ناواقف اور متعصب ہندوؤں تک ہی محدود نہیں ہے - بلکہ ہندو دہرم سے مراد یہاں پر آپ کی ویدک دہرم سے ہے - کیونکہ ویدک دہرمی آریہ سماجیوں کے دہرم پرچار و شدہی کے عملی کام کے متعلق آپ نے یہ رائے ظاہر فرمائی ہے - کہ دوسرے مذہب والوں کو اپنے اندر ملانے میں آریہ سماجیوں نے عیسائیوں اور مسلمانوں کی نقل کی ہے - حالانکہ آپ کا یہ الزام اس تاریخی سچائی کے قطعی خلاف ہے - کہ جس وقت ابھی عیسائیت اور اسلام کا جنم بھی نہیں ہوا تھا - اُس وقت بھی گنو - بدھ اور شنکر آدی مہاپرش دہرم پرچار کرتے اور دوسروں کو اپنے اندر ملاتے رہے ہیں - اس لیے یہ تو کہا جا سکتا ہے - کہ عیسائیوں اور مسلمانوں نے ان کی نقل کی نہ یہ کہ آریوں نے عیسائیوں اور مسلمانوں کی -

(۴) سب سے بڑھکر مہاتما جی کے اس دعوے کے غلط ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ یہ ویدآدی شاستروں اور دہارمک اتہاس کے خلاف ہے - جیسا کہ ذیل کے پرمانوں سے ظاہر ہے -

ब्रहम चार्येति समिधा समिद्धः कार्ष्णं वसानो
दीक्षितो दीर्घश्मश्रुः।
ससद्य एति पूर्वस्मादुत्तरं समुद्रं लोकान्संगृभ्य

मह्वराचरि ञ्जत्॥

अथर्व· कां ११ सू ५ मं ६॥

ترجمہ۔علم کی روشنی سے منور برہمچاری یعنی ویدوں کا وِدوان دیکھشت (برت دہاری) ہوکر کالے مرگان کو دہارن کرتا ہوا لمبی داڑھی اور مونچھ رکھائے ہوئے چلے یعنی دورہ کرے۔ وہ جلدی ہی پوروسمدر (بحر مشرقی) سے اوتر سمدر (بحر شمالی) تک پہنچکر لوگوں کو اکٹھا کرکے بار بار اُن کو پکارتا یعنی دہرم کا اُپدیش کرتا رہے۔

اسی طرح رگ وید میں بھی لکھا ہے:۔

कृरावन्तो विश्व मार्यम् ॥ ऋ. ६.६३.२॥

ترجمہ۔سارے سنسار کو آریہ بناؤ۔یہاں پر سوال ہوتا ہے۔کہ یہ حکم کس کو دیا گیا ہے۔جواب صاف ہے۔کہ دہرم کو جاننے اور دھارن کرنے والے وِدوانوں کو۔پھر سوال ہوگا۔کہ کس طرح سنسار کو آریہ بنایا جاوے۔جس کا ویدک جواب یہی ہوسکتا ہے۔کہ دہرم کا اُپدیش یا پرچار کرکے۔کیونکہ دہرم کو جان کر اُس پر عمل کرنے سے ہی سنسار آریہ بن سکتا ہے۔

دوسری جگہ بھی وید نے اُپدیش کیا ہے۔

उत देवा अव हितं देवा उन्नं यथा पुन्नः।

उता ग्रश्च क्रुषं देवा देवा जीव यथा पुनः ॥

ऋ॰ १०।१३७।१॥

ترجمہ جو گرے ہیں اُن کو اوپر اٹھاؤ۔ جنہوں نے پاپ کیا ہے۔ اور جن کا جیون اشدھ ہو گیا ہے۔ اُن کو پھر سے شدھ جیون دو۔

یجروید میں بھی صاف لکھا ہے۔

शुन्धध्वं दैव्याय कर्मणे देव यज्यायै ।

यदवो अशुद्धाः पराजघ्नुः इदंवः तत् शुन्धामि ॥

यजु १।१३॥

ترجمہ "تم شدھ کرو (اشدھوں کو) ایشور کے آگیا کئے ہوئے اگنی ہوتر وغیرہ دیو یگیوں کے کرنے کے لئے۔ (اور اعلان کرو) اے اشدھو! جو تم میں اشدھی ہے اس کو میں شدھ کرتا ہوں"۔

ان منتروں سے صاف ظاہر ہے کہ وید میں دھرم پرچار کرنے اور شدھی کی صاف آگیا ہے۔ اوپر والے منتر سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اشدھوں کی شدھی کی جائے اور اشدھ کون ہیں جو کہ وید کے بتلائے ہوئے دیو یگیہ آدی شبھ کرموں کو نہیں کرتے۔ چونکہ وید کی اصطلاح میں دیو یگیہ وغیرہ شبھ کرموں کے کرنے والوں کو آریہ اور جو ان کرموں کو نہیں کرتے۔ اُن کو دسیو کہا ہے۔ جیسا کہ رگ وید ۱۰-۲۲-۸ میں آیا ہے۔

अकर्मा दस्यु रभिनो अमन्तो ऽन्य व्रतो अमानुषः

ऋ० १० । २२ - ८

یعنی جو دیویگیہ وغیرہ اچھے کرموں (نیک عملوں) کو نہیں کرتا۔ اچھے وچاروں۔ برتوں اور انسانیت سے خالی ہے وہ دسیو ہے۔ اسی لئے اس منتر میں دیویگیہ آدی اچھے کرموں کے کرنے والے آریوں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ ان کرموں کے نہ کرنے والے جو دسیو ہیں۔ اُن کو ان دیو یگیہ آدی شُبھ کرموں کے کرنے کے لئے شُدھ کرو۔

چونکہ آریوں کے لئے وید ہی کرتویہ اکرتویہ (کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے) وغیرہ دھرم ادھرم کے لئے پرم پرمان ہے۔ اس لئے وہ وید کی ان آگیاؤں کے مطابق بُروں (دسیوں) کو بھلا بنانا اور گرے ہوؤں کو اوپر اُٹھانا اپنا دھرم اور فرض سمجھتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ ہر ایک سمے کے سمرتی کارنے وچار اور آچار (علم و عمل) سے بھرشٹ لوگوں کو پھر سے آریہ بنانے اور اپنے ساتھ ملانے کے لئے اُس وقت کے حالات کے لحاظ سے اپنی اپنی سمرتی میں پرائشچت (کفارہ) کا بیان کیا ہے۔ اور گرے ہوؤں کی حالت کے مطابق ان سے مناسب پرائشچت کرا کر ان کو اپنے میں ملانے کا نام شدھی رکھا ہے۔ جیسا کہ اتری سمرتی کے نیچے درج کئے گئے شلوک ۳۵ میں لکھا ہے۔

अभक्ष परि हारश्च संस गोश्चाप्य निन्दितैः।

आचारे षु व्यवस्थान शौच मित्यभिधीयते:॥

ترجمہ۔ ابھکش (نہ کھانے کے قابل چیزوں) اور بُری صحبت کا چھوڑنا اور سداچار میں ستھتی (قیام) کا نام شدھی ہے۔ اگر کسی کو یہاں پر یہ اعتراض ہو۔ کہ سمرتیوں میں پتتوں کی شدھی اور ان کے متعلق پرائشچت (کفارہ) کا طریقہ تو آریوں (ہندوؤں) میں سے گرے ہوئے شخصوں کے لئے ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ عیسائی اور مسلمان وغیرہ دوسرے مذہب والوں (ودیدھرمیوں) کی شدھی بھی ہندوؤں کے دھرم میں جائز ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ اول تو ویدک دھرمیوں کے لئے کوئی ودیدھرمی (غیر دھرم والا) ہے ہی نہیں۔ کیونکہ دھرم منش ماتر کا ایک ہی ہے۔ ودیدھرمی تب ہو سکتے ہیں۔ جب کہ دھرم انیک (زیادہ) ہوں۔ جنہیں ودیدھرمی کہا جاتا ہے۔ دراصل وہ مت وادی (فرقہ دار) ہیں غلطی سے منشوں نے اپنے اپنے مت سمپردائے یا مذہب الگ الگ بنا لئے ہیں مختلف مذاہب یا مت متانتروں میں رہتے ہوئے بھی منو مہاراج سے واضح کیا گیا دھرتی کھشما وغیرہ اوصاف والا ویدک دھرم ہی ان کے لئے بھی دھرم ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ دُنیا کے مت متانتروں یا مذاہب میں بھی سار رُوپ اسی ویدک دھرم کا حصہ ہے۔ اگر اس دھرم کے انش کو ان میں سے نکال دیا جائے۔ تو

یہ مت متانتر بالکل نسار ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں فرقہ وارانہ دو نیفس اور توہمات کے سوائے باقی کچھ بھی نہیں رہتا۔ اس لئے مذاہب یا مت متانتروں کو دہرم کہنا بھول ہے۔

منش جاتی کا سرچشمہ

دوم اتہاس اور شاستر تبلاتے ہیں کہ سارے سنسار کے لوگ آریوں میں سے ہی نکلے ہیں۔ جیسا کہ ذیل میں درج کیئے گئے پرمانوں سے ظاہر ہے

(۱) शन कैस्तु क्रिया लोपा दिम: क्षत्रिय जात्य:।
बृषलत्वं गता: लोके ब्राह्मणा दर्शने नच ॥४३॥
पौराड्र का श्चौड्र द्रिवड़ा: कास्बोज्ञा यवना: शका:।
पारदा पल्हवा श्चीना: किरता दरदा खश:।४४
मुख वाहूरु पज्जाना या लोक जातयो वहि:।
म्लेच्छ वाचश्चार्य वाच: सर्वे ते दस्यव: स्मृता:॥४५॥

منوسمرتی ادھیائے ۱۰ کے ان تینوں شلوکوں میں تبلایا گیا ہے۔ کہ براہمنوں (اپدیشکوں) کے ادرشن یعنی نہ ملنے سے ویدک کرموں

کی ناواقفی ہوجانے پر آہستہ آہستہ کھشتری جاتیں پتت ہوگئیں۔
اور پونڈرک۔ اوڈر۔ دروڑ (دکھنی) کامبوج (کمبودین) یون
(یونانی) شک (سیتھین وغیرہ وسط ایشیا کے رہنے والے) پارد،
پہلو (ایرانی یا پہلوی) چین کرات (گونڈ) درد (علاقہ کشمیر میں)
کھش (آسامی) وغیرہ ناموں سے مشہور ہوئیں۔ یہ براہمنوں اور
کھشتریوں وغیرہ سے پیدا شدہ قومیں چاہے ملیچھ بھاشا بولتی ہیں چاہے
آریہ بھاشا سب ہی دسیو کہلاتی ہیں۔"

اسی طرح مہابھارت شانتی پرب راج پرکرن کے ادھیائے ٦۵ کے
نیچے لکھے گئے شلوکوں میں بھی کہا گیا ہے۔

यवना: किराता: गान्धाराश्चीना शवर बरबरा:। (٢)
शका स्तुषारा कङ्कनाश्च पल्हवाश्चान्ध्र मद्रका:॥ २॥
चौड्रा पुलिन्दा रमठा काम्वोजाश्चैव सर्वश:।
ब्रह्म क्षत्र प्रसूताश्च वैश्या शूद्राच मानवा:॥ १४॥

یون۔ کرات۔ گاندہار (قندہاری یا افغانستان و بلوچستان کے
والے) چینی۔ شور (بھیل) بربر (الجیرین یا افریقن) شک۔ تشار
کنک۔ پہلو۔ آندہر (آندہرا کے رہنے والے) مدرک (مدراسی) اوڈر
رمٹھ اور کامبوج وغیرہ سارے سنسار کی قومیں براہمن وغیرہ چاروں

دونوں سے ہی پیدا ہوئی ہیں۔
اور دیکھئے وشنو پران کیا کہتا ہے۔

(۳) क्षत्रिया श्चते धर्म परि त्यागाद ब्रह्मणौश्च परि त्यक्ता म्लेच्छ तांय यु ॥ वि० पु० ४।३॥

یعنی سب کھشتری ہی اپنے دھرم اور براہمنوں کے تیاگ سے ملیچھ بنے ہیں۔"

آریوں کا ابتدائی وطن

آریوں کا ابتدائی وطن آریہ ورت ہی ہے۔ وہ باہر سے نہیں آئے اس کے ثبوت کے لئے میں کلکتہ یونیورسٹی کے پرانی آرین تہذیب کے لیکچرار مہودے انباش چندر داس کی بنائی ہوئی رگ ویدک انڈیا نامی کتاب سے صرف ایک اقتباس نیچے درج کرتا ہوں۔ زیادہ جاننے کے خواہشمند اصحاب اصل کتاب کو پڑھیں۔

Sapta-Sindhu has been admitted by Geologists to be the earliest life producing region in the whole of India, where the evolution of animal life took place in continuous succession, until man was created. As the region was peopled by the Aryans from time immemorial they came to regard it as their original cradle. Rig Vedic India

Page 559.

ترجمہ - جیالوجی (بھوگربھ ودیا) کے جاننے والوں نے مانا ہے۔ کہ ہندوستان بھر میں سپت سندھو (پنجاب) سب سے پہلی جگہ تھی کہ جہاں پر زندگی کا نمود ہوا - اور کہ جہاں پر حیوانی زندگی کی بتدریج ترقی ہوتی گئی حتیٰ کہ آدمی پیدا ہوئے - چونکہ اس حصہ میں آریہ لوگ نامعلوم زمانہ سے رہتے تھے - اس لئے وہ اُسے اپنا آدی ستھان (ابتدائی گھر) سمجھنے لگ گئے -

رگ ویدک انڈیا صفحہ ۵۵۹

ان پرمانوں کے درج کرنے کے بعد میں اُمید کرتا ہوں - کہ جو لوگ ایوولیوشن تھیوری (مسئلہ ارتقا) کے زیر اثر لکھی گئیں یوروپین مؤرخوں کی تاریخوں کو پڑھ کر یہ کہا کرتے ہیں - کہ گونڈ بھیل وغیرہ جنگلوں میں

رہنے والی قومیں ہندوستان کے اصلی باشندے ہیں۔ آریوں نے باہر سے آکر انہیں مار کر ملک سے نکال دیا۔ اور کہ دروڑ و صوبہ مدراس کے انائر (اناریہ) وغیرہ غیر براہمن آئمروں (آریوں) اور دسیو و ملیچھ کہے جانے والے لوگ آریوں سے علیحدہ نسل کے ہیں۔ وہ یوروپین مورخوں کے جنم سے بھی بہت پہلے لکھی گئیں منوسمرتی وغیرہ پستکوں کے مندرجہ بالا شلوکوں اور ماہران علم جیالوجی کے مشاہدات پر مبنی مندرجہ صدر فیصلہ کو اگر بغور مطالعہ فرمائیں گے تو ان کی غلطی دور ہو جائے گی۔ کیونکہ ان میں صاف بتلایا گیا ہے کہ در اصل یہ ساری قومیں آرین نسل سے ہی ہیں اور آریہ لوگ ہندوستان کے اصلی باشندے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ آریہ لوگ ہی جب آریہ ورت سے باہر دوسرے ملکوں اور دویپوں (جزیروں) میں آباد ہونے کے لئے یا کسی دوسری وجہ سے چلے گئے اور وہاں کے باشندے بن گئے۔ تب دہرم اور ودّیا کے مرکز آریا ورت سے دور ہو جانے کی وجہ سے براہمنوں (دھارمک رہنماؤں) کے نہ ملنے پر کچھ مدت بعد وہ ویدک دہرم اور کرم سے بے بہرہ ہو گئے۔ اور ویش و اوستھاؤں (حالات) کے لحاظ سے مختلف ناموں سے موسوم ہوئے۔ مگر اُن کا حقیقی مخرج اول آریا ورت اور آریہ جاتی ہی ہے۔ مثال کے طور پر شک قوم کو ہی لیجئے۔ انہیں کی

پیدائش کی تاریخ سناتک منڈل گوروکل کانگڑی کے ماہواری رسالہ
النکار کے مئی ۱۹۲۶ء کے پرچہ میں شری پنڈت چندرمنی جی پالی رتن
نے پالی گرنتھوں میں سے اس طرح پر نقل کی ہے کہ

"سوجات کے پُتر اکھشواکو (پالی گرنتھوں میں اس کا نام اوکا درج
ہے) کہ جس کی راجدھانی بنارس تھی)، کی ہستھا نامی مہارانی سے اوکا مکھ
کٹ کنڈو - ہتک - اور نپُر نامی چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا
ہوئیں۔ اس کے بعد مہارانی مرگئی - اور راجا نے کسی دوسرے راجہ
کی لڑکی سے شادی کرلی - اُس سے جنتو نامی نہایت ہی خوبصورت
لڑکا پیدا ہُوا۔ جس کو دیکھ کر راجہ بہت خوش ہُوا - اور رانی سے کہا۔
کہ ور مانگ - تب رانی نے کہا کہ آپ کے پیچھے میرا لڑکا راج گدی پر
بیٹھے - جس کو سن کر راجہ کو بڑا دُکھ ہوا - اور اس نے رانی کو بہت سمجھایا
مگر وہ اپنی ضد پر اڑی رہی - لاچار راجہ نے دُکھی ہوکر اپنے پُتروں کو
بُلاکر کہا کہ تم ہاتھی - رتھ وغیرہ راج کی چیزیں لے کر کسی دوسری جگہ چلے
جاؤ - اور میرے مرنے کے بعد آکر راج کرو -

اس سخت حکم کو سن کر بے قصور لڑکے روتے چلاتے ہوئے راج اور
جنگ کی سامگری ساتھ لے کر راجدھانی سے نکل پڑے - رعیت کے بہت
سے آدمی یہ جان کر کہ راجہ کے بعد پھر یہ آکر راج کریں گے - ان کیساتھ

لئے ۔ اس طرح بہت سی فوج اُن کے ساتھ ہو گئی ۔ اس لئے اُنہوں
نیصلہ کیا کہ جمبو دویپ بڑا وِسترت (پھیلا ہوا) ہے۔ اُس
کسی جنگل میں الگ ہی اپنا راج قایم کریں گے ۔ اس لئے وہ ہمالیہ
طرف چل دئے ۔ اور چلتے چلتے پُشکرنی ندی کے کنارے کپل مُنی
پرن کٹی (پتروں کی جھونپڑی) پر پہنچے ۔ مُنی نے اُن کا حال جان کر
یت مہربانی سے اُنہیں کہا کہ تم یہیں پر اپنی راجدھانی بناؤ ۔ اُنہوں
کہا کہ یہ تو آپ کے رہنے کی جگہ ہے ۔ تب مُنی نے کہا ۔ کہ اس کی
مت کرو ۔ میری کٹیا (جھونپڑی) کی جگہ چھوڑ کر تم شہر بسا لو ۔ اور
اس کا نام کپل وستو رکھو ۔ چنانچہ اُنہوں نے وہاں پر شہر
بادکیا ۔ اور اُس کا نام کپل وستو رکھا ۔ جب مہاراجہ اکھشواکو
کپل وستو میں اپنے پتروں کے راج قایم کرنے کی خبر ملی ۔ تو اُس کے
منہ سے پالی بھاشا کے یہ شبد نکلے ۔

सक्कावत भो राज कुमारा परम सक्कावत भो राज
कुमारा ॥

جس کے معنی ہیں ۔ کہ واہ راج کمارو تم راج قایم کرنے میں شکت
(طاقت والے) ہو واہ راج کمارو تم راج ستھاپن کرنے میں پرم
شکت ہو۔"

اس پتری وچن (قول پدری) کو لے کر اُن راج کماروں کا نام شک اور اُن کے دیش کا نام شاکا دویپ پڑ گیا۔ یہ وہی شک جاتی اور کپل وستو نگر ہے کہ جس میں مشہور عالم مہاتما بُدھ پیدا ہوئے تھے۔ اور شک جاتی میں پیدا ہونے کی وجہ سے ہی جنہیں شاکیہ مُنی بھی کہتے ہیں۔ پھر یہی شک قوم (سیتھین) آہستہ آہستہ وسط ایشیا میں پھیلتی گئی۔ بعد کے تاتاری منگول یا مغل بھی انہیں میں سے معلوم ہوتے ہیں۔

یہ وہی شک قوم ہے کہ جس کی نسبت مہابھارت میں درج ہے۔ کہ کوروں اور پانڈووں کی لڑائی میں یون (یونانی) اور شک اپنی اپنی فوجوں کو لے کر جنگ میں شامل ہوئے تھے۔ پھر اسی شک جاتی نے مہاراجہ وکرمادتیہ (بکرماجیت) سے پہلے حکومت کرنے کے لئے بھارت پر حملہ کیا۔ اور بھارت میں اپنا راج قائم کر کے اجین کو اپنی راجدھانی بنایا تھا۔ اور اپنا شاکا نام کا سمت چلایا تھا۔ جو کہ اسوقت سمت ۱۸۴۹ ہے۔

اس وقت راجپوتانہ میں جو سیکھاوت یا سکاوت راجپوت کہلاتے ہیں یہ بھی اُسی شک جاتی میں سے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اور پالی بھاشا کے پچھلے سکاوت لفظ کے نام سے ہی نامزد ہیں۔

اسی طرح گریک یعنی یُونانی قوم کے متعلق مہاشے پوکوک اپنی کتاب انڈیا اِن گریس میں لکھتے ہیں۔ کہ مگدھ دیش (بہار) کے جن کی راجدھانی راج گرہی تھی) بھارت ورش سے جاکر گریس (یُونان) میں بسے تھے۔ راج گرہی کے لوگ گرہیک کہلاتے تھے وہی یورپ میں جاکر گریک کہلانے لگے۔ وہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ گریک لوگوں کے گریس میں پہونچنے سے پہلے وہاں پر جو پیلاسگی نام کی ایک جاتی رہتی تھی۔ اُس جاتی کے لوگ بھی مگدھ دیش (گیا) سے ہی گئے تھے۔ پُرانے زمانہ میں مگدھ راج کے وہار پرانت (بہار صوبہ) کا نام پیلاس تھا۔ یہی بہار صوبہ کے پیلاسی لوگ پیلاسگی نام سے پُرانے گریس میں پائے جاتے ہیں۔ یُونان کے پُرانے شاعر (اے یسی۔ ایس) کیبس کے قول کے مطابق گریس کا راجہ پیلاسیگس "گیا" میں پیدا ہوا تھا۔ وغیرہ وغیرہ

یہی حال ہندوستان میں باہر سے آنے والے آبھیر۔ ہُون۔ مگ۔ گُورجر اور میتیرک وغیرہ دوسری قوموں کا ہے۔ جو کہ اس وقت ہندوستان میں اہیر۔ ہُون۔ میگک یا سیوک۔ گورجر اور میہر وغیرہ ناموں سے موسوم ہیں۔ مگر ایوولیوشن تھیوری (دکاش سدھانت) کے ماننے والے یوروپین مؤرخوں نے فرض کر کے اِنہیں ہندوؤں سی

بالکل ہی علیحدہ قومیں سمجھ لیا۔ اور ان کے خاص اسباب کے ماتحت پھر بھارت میں آکر آریوں سے مل جانے سے اُن کے اس سماوِیش (ملاوٹ) کو ہندوؤں میں مختلف آزاد قوموں کی ملاوٹ سمجھا۔ مگر حقیقت میں سارے سنسار کی قوموں کا آریوں سے ویسا ہی تعلق ہے جیسا کہ جزیرہ۔ بالی۔ سیام۔ جاوا۔ سماٹرا۔ لمبک۔ ساوا۔ نیوزیلینڈ۔ فارموسا۔ اوگنڈا۔ مڈغاسکر۔ جمیکا۔ اراوک: وغیرہ کے باشندوں کا ہے۔ کہ جن میں اب تک بھی ہندو رسم و رواجات موجود ہیں۔ یا کہ فجی کینیا۔ افریقہ۔ اور امریکہ وغیرہ دیشوں میں گئے ہوئے حال کے ہندوستانیوں کا ہے۔ اب اُپدیشکوں (براہمنوں) کے مذکورہ جزیروں میں نہ پہنچنے سے جو دھارمک یا ساماجک گراوٹ یا تبدیلی وہاں کے نواسیوں کی ہوئی ہے یا ہو رہی ہے۔ یا فجی۔ افریقہ اور برہما میں آریہ اُپدیشکوں کے نہ پہنچنے سے ہونا ممکن ہے وہی دھارمک اور ساماجک تبدیلی دیرگھ کال (مدت مدید) سے آریاورت سے تعلق نہ رہنے پر بھوتل نواسیوں (ساکنان ارض) کی ہوئی ہے۔

یہی نہیں کہ آریوں کے شاستروں اور اتہاسک گرنتھوں (رامائن۔ مہابھارت۔ اور راج ترنگنی وغیرہ) سے ہی اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ پرانے زمانہ (جب کہ عیسائی اور مسلمان وغیرہ قوموں کا جنم بھی نہیں

ہوا تھا) میں سارے بھوگول (کرہ ارض) میں آریہ لوگ ہی آباد تھے۔ اور ان کا ہی راج تھا۔ بلکہ سنسار کی موجودہ قوموں میں ہندوؤں کے دہرم تہذیب ورسم ورواجات کے نشانوں کی موجودگی اور آثار قدیمہ کے کھوجیوں کے مکسیکو۔ پیرو۔ اسیریا (فلسطائن) وغیرہ وغیرہ ملکوں سے پائے ہوئے آدیوں (ہندوؤں) سے تعلق رکھنے والے آثار قدیمہ وشلا لیکھوں (کتبوں) سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ کسی وقت ساری زمین پر آریہ (ہندو) لوگ بستے تھے۔ چنانچہ یوروپین۔ ایرانی اور یونانی وغیرہ قومیں اب بھی آرین نسل سے ہی مانی جاتی ہیں اور اگر سنسار میں آرین۔ منگولین اور نیگرو نسلوں کی موجودگی بتلا کر یہ اعتراض کیا جائے۔ کہ یہ مختلف شکل وشباہت والی نسلوں کی ابتدا ایک ہی آرین نسل سے نہیں مانی جاسکتی۔ تو جواب دیا جا سکتا ہے۔ کہ اول تو آریوں میں بھی سب ہی منش ایک ہی وضع و اطوار کے نہیں ہوتے۔ اغلب ہے کہ مذکورہ نسلوں کی ابتدا بھی آریوں کی ہی علیحدہ علیحدہ شکلیں رکھنے والی علیحدہ علیحدہ شخصیتوں سے ہوئی ہو۔ چنانچہ مہابھارت شانتی پرو ادھیائے ۲۹۶ کے اس شلوک سے اس کا پرمان بھی ملتا ہے۔

मूल गोत्राणि चत्वारि समुत्पन्नानि पार्थिव ।

अंगरा: कश्यप श्चैव विसिष्ठो भृगो रेवच ॥ ३७

कर्म तोऽन्यानि गोत्राणी समुत्पन्नानि पार्थिव ॥

جس کا مطلب یہ ہے کہ در اصل مول گوتر یعنی ابتدائی نسلیں انگرا کشیپ۔ وششٹ اور بھرگو چار ہی ہیں۔ اُن کے سوائے جو دوسرے گوتر ہوئے ہیں۔ وہ بعد میں کرم سے ہی پیدا ہوئے ہیں۔ اس سے یہ ماننا قرین قیاس ہی ہے کہ مختلف مانی جانے والی نسلوں کی ابتدا بھی انگرا وغیرہ چار آریوں سے ہی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ دیش کے بدلنے سے وہاں کی آب وہوا اور کھانے پینے کی چیزوں کے مدت تک استعمال کرنے کے اثر سے شکل وشباہت میں تبدیلی کا ہونا بھی ناممکن نہیں ہے۔ اگر آرین۔ ایرانی۔ یونانی اور یوروپین وغیرہ مختلف رنگ وروپ والی قوموں کی ابتداء ایک ہی آرین نسل سے ہوسکتی ہے۔ تو دوسری کا بھی آرین نسل سے ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ آریوں اور منگولیوں کی تو بیرونی شکلوں میں بھی کچھ بہت زیادہ فرق نہیں ہے اور تبتی وغیرہ منگولین قومیں اُسی شک جاتی میں سے ہیں کہ جس کا اتہاس اُن کی اپنی جاتی کے اصلی پالی گرنتھوں میں سے پیچھے درج کیا گیا ہے۔ اور جس سے یہ ثابت ہے کہ وہ آرین نسل میں سے ہی ہیں۔ بیرونی شکلوں کے بدلنے کا ثبوت اس امر واقعہ سے بھی ملتا ہے

یہی تاتاری منگول یعنی مغل جب ہندوستان میں آکر آباد ہوگئے۔ تو اُنکی ظاہری شکل وصورت میں بھی تبدیلی واقع ہوگئی۔ البتہ آریوں اور حبشیوں (نیگرو) کی ظاہری شکل وصورت میں کچھ زیادہ فرق معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس کے متعلق بھی جہاں سنسکرت کے گرنتھوں میں یہ درج ہے کہ ملک حبش کا قدیم نام کُش دویپ ہے۔ جس کو کہ مہاراجہ رامچندر جی مہاراج کے بیٹے کش نے آباد کیا تھا۔ اور وہاں کے لوگ اُس کی اور دوسرے آریوں کی اولاد میں سے تھے۔ وہاں CUVISR وغیرہ ماہران علم تشریح نے نسل انسان کی کھوپڑیوں کو ملاکر جو تحقیقات کی ہے۔ اُس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حبش ومصر کے باشندوں کی کھوپڑیاں ۸۰ فیصدی آریوں سے ملتی ہیں۔ اور یوروپین مؤرخ قدیم حبشی قوم کا نام CUSHITE (کشیٹ) ہی لکھتے ہیں۔

سوم۔ آریہ شبد کا اطلاق بھی خاص شکل وشباہت والے انسانوں پر نہیں بلکہ خاص تہذیب اور اخلاق رکھنے والے منشوں پر ہی ہوتا ہے۔ ویدوں میں انسانوں کے آریہ اور دسیو صرف دو ہی بھید (فرق) بتلائے گئے ہیں۔ مگر اُن میں شکلوں کا فرق کہیں نہیں بتلایا گیا۔ یہ بیرونی شکلوں اور نسلوں کا فرق محض یوروپین

مؤرخوں کی اختراع ہے۔ دراصل آریہ اور دسیو ایک ہی نسل سے
ہیں۔ اور وید آدی شاستروں میں اُن کا باہمی فرق محض گنوں اور کرموں
سے ہی بتلایا گیا ہے۔ جیسا ذیل کے پرمانوں سے ظاہر ہے۔

अकर्मा दस्यु रभिनो अमन्तु रन्यव्रतो अमानुषः
।ऋ।३०।२२।८॥

ترجمہ۔ جو آدمی دیویگیہ وغیرہ اچھے کرموں کو نہیں کرتا۔ اچھے
وچاروں۔ برتوں اور انسانیت سے خالی ہے وہ دسیو ہے۔

ताननु व्याजहार अन्तान् वः प्रजा भक्षीष्टेत त
एतेंध्रा पुंड्राः शवरा पुलिंदा मूतिवा इति उंदत्या
बह्वो भवन्ति वैशवा मित्रा दस्युनां भूयिष्ठाः॥
ऐतरेय ब्रा०७.१८॥

اس کا مطلب یہ ہے کہ آندہر۔ پُونڈر۔ شور (بھیل۔ گونڈ) پُلند
موتب اور دوسرے بہت سے سیماں پرانت (سرحد) میں رہنے والے
لوگ وشوامتر کے اُن پتروں کی اولاد ہیں۔ جو کہ اُس کا حکم توڑنے
کی وجہ سے دسیو ہو گئے تھے۔

दृश्यन्ते मानुषेलोके सर्वे वर्णेषु दस्यवः।
लिंगान्तरे वर्तमाना आश्रमेषु चतुर्ष्वपिः॥

महाभारत. शांति० अ ६५० श्लो० २३॥

ترجمہ۔ منشوں کے چاروں ورنوں اور چاروں آشرموں میں دسیو نظر آتے ہیں۔جن کے نشان الگ الگ ہیں۔

شکرنیتی میں بھی لکھا ہے۔

नजात्या ब्राह्म श्चात्र क्षत्रिया वैश्य एवच।

नचशूद्रो नचम्लेच्छो भेदिता गुणा कर्मभिः॥

ترجمہ۔ براہمن۔کھشتری۔ ویش۔شودر اور ملیچھ ان کا بھید (فرق) جاتی سے نہیں ہے بلکہ گُن اور کرم سے ہے۔"

ناظرین کیا ان دو شلوکوں کے مطالعہ کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ آریہ۔ دسیو اور ملیچھ میں باہمی پیدائشی یا جاتی کا فرق ہے۔ اور کہ وہ ایک ہی نسل سے نہیں ہیں۔

ہری ونش میں بھی آیا ہے۔ دیکھئے

पुत्रो गृत्समदस्याऽपि शुनको यस्य शौनकाः।

ब्रह्मणाः क्षत्रिया श्चैव वैश्याः शूद्रा स्तथैवच॥

हरिवंश० अ० २९॥

ترجمہ۔ گرتسمد کے پُتر شنک اور اُس کے شونک پُتر ہوا۔ اور اس شونک کی براہمن۔کھشتری۔ ویش اور شودر اولاد ہوئی۔

एते ह्यां गिरसः पुत्रा जाता वंशेऽथ भार्गवे।
ब्राह्मणा क्षत्रिया वैश्या शूद्राश्च भरतर्षभ॥
हरिवंश॰ अ॰ ३२॥

اس شلوک میں بھی بتلایا گیا ہے کہ بھارگو ونش میں براہمن۔ کھشتری ویش اور شودر پیدا ہوئے۔

اسی طرح شریمد بھاگوت سکندہ ۴ شلوک ۱۳-۱۵ میں درج ہے کہ انگ راجہ کے پُتر بین راجہ کی اولاد میں پرتھو راجا کھشتری اور کرشن ورن نشاد پیدا ہوا۔

متس پُران کے دسویں ادھیائے میں بھی لکھا ہے۔

तत्कायात् मथ्य मानात्तु निपेतु र्म्लेच्छ जातयः।७
शरीरे मातुरंशान कृष्णांजन सम प्रभाः॥८॥

جس کا مطلب ہے۔ کہ اس (بین راجہ) سے ماتا کے حصہ کے باعث کرشن ورن ملیچھ جاتیاں پیدا ہوئیں"

اس سے اُن لوگوں کی بھول بھی دُور ہو سکتی ہے۔ جن کا یہ خیال ہے کہ کالے رنگ کے ملیچھ یا دسیو آریوں سے علیحدہ نسل کے تھے۔ اس کے علاوہ متس پران ادھیائے ۴ شلوک ۲۸ میں بتلایا گیا ہے کہ منو کے پُتر وام دیو کے ہاں براہمن۔ کھشتری۔ ویش اور شودر اولاد

پیدا ہوئی۔ ایسے ہی تاریخ سے راون۔ جاوال۔ ویادھ کرمان اور
پرہلاد وغیرہ کئی ایک مشہور شخصیتوں کے پرمان پیش کئے جا سکتے ہیں۔
جو کہ براہمن خاندان میں پیدا ہوئے اور راکھشس یا دسیو کہلائے۔
یا کہ راکھشسوں اور چانڈالوں (دسیوؤں) کے گھر پیدا ہوئے۔ اور
آریہ بن گئے۔

اُوپر درج کردہ حوالوں سے یہ بات بھی اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے
کہ یہ محض افترا پردازی اور تہمت سازی ہے۔ جو کہ بعض خود غرض
لوگ آریوں کو بدنام کرنے اور ہندوؤں کو سیاسی پہلو میں کمزور بنانے
کے لئے چمار وغیرہ پس ماندہ ہندو جماعتوں کو ہندوؤں سے علیحدہ
اور متنفر کر کے اُنہیں عیسائی اور مسلمان بنانے کی غرض سے یہ کہتے
پھرتے ہیں کہ چمار اور مہتر وغیرہ جماعتیں بھی ہندوستان کے وہی
اصلی باشندے ہیں۔ جو کہ لڑائی میں پکڑے گئے تھے۔ اور کہ جنہوں
نے فتحیاب۔ آریوں کے کہنے سے ذلیل پیشوں کو اختیار کر لیا تھا۔
اس کے علاوہ چمار وغیرہ جماعتوں کے آریوں میں سے ہونے کا ایک
بڑا بھاری ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کے آپس میں گوتر یا جات بھی ملتے
ہیں۔ چنانچہ ناظرین کی دلچسپی کے لئے اس کی کچھ مثالیں ضلع رہتک۔
حصار اور اس کے گرد نواح کے رہنے والوں کی نیچے درج کی جاتی ہیں

اس گوتریاجات کے جوجو لوگ ہیں	نام گوتریاجات
چمار - براہمن - ویش	کھنڈیل وال
چمار - گوڑ براہمن -	بھنبوریا
چمار - براہمن - جموں ریاست میں بسبٹھ	وشِشٹھ
چمار - گوڑ براہمن - بھنگی	جھنجھوٹیا
چمار - براہمن	بابلیا
چمار - راجپوت	گھلوت
" "	راٹھور
" "	بھٹی
" "	سولنکھی
" "	تنور
" "	چوہان
" "	پنوار
" "	ہانڈا
" "	ہاکھیچی
" "	چاپل
" "	سانکھلا

گوتریاجات	اس گوتر یا جات کے جو جو لوگ ہیں
گوڑ	چمار - راجپوت - براہمن
سوہندا	" "
بڑہار	" "
سوئل	" "
گوجر	" "
ہوبڑا	" " - کھشتری
گوئل	" دویش
سینگل	" - گوجر - میو - جاٹ - ویش - سنار
ہتری	" یہ کھتریوں سے نکلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔
ہمنیا	" یہ براہمنوں " " "
ائکل	" - گوجر
باندبلا	" " سنار
ناریا	" - جاٹ
دسیلا	" "
ٹھوال	" "
دباس	" "

نام گوتریاجات	اس گوتریاجات کے جوجو لوگ ہیں		
الاوت	چمار - جاٹ		
پونیا	"	"	
کرڑواسرا	"	"	
گورا	"	"	
باندرا	"	"	
بھانبہو	"	"	
ڈلیو	"	"	
چُون بک	"	"	
مان	"	"	
بوبّت	"	"	دہانک - بھنگی - ہیڑی
زبان	"	"	
مہتہ	"	"	پنجاب میں براہمن
باہیج	"	سنار	
کرٹیلا	"	"	
سنگھہ مار	"	جاٹ - کمہار	
لانبا	"	"	پنجاب میں کھتری

نام گوتر یا جات	اس گوتر یا جات کے جو جو لوگ ہیں۔
تونٹرِیوال	چمار۔ اہیر
آفریا	" "

(نوٹ)

(۱) کھنڈ یلوال جات کے چمار اور ویش جے پور اور دہلی وغیرہ جگہوں میں ملتے ہیں۔

(۲) ضلع روہتک میں دہیا اور گہلوال دو بڑی بھاری تعداد کی جاٹوں کی برادریاں رہتی ہیں اور یہیں پر اس جات کے چمار بھی رہتے ہیں۔

ناظرین! میں سمجھتا ہوں۔ کہ جو اقتباسات پیچھے درج کیے گئے ہیں۔ وہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ کہ یوروپین موّرخوں اور اُن کے پیرؤں کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ آریہ لوگ، ہندوستان میں باہر سے آئے۔ اور کہ گونڈ۔ بھیل اور دراوڑ وغیرہ ہندوستانی اور دوسری کچھ بدیشی قومیں آریوں میں سے نہیں ہیں۔ کیونکہ منوسمرتی اور مہابھارت وغیرہ گرنتھ (جن کے حوالے پیچھے درج کیے گئے ہیں) یوروپین موّرخوں کی تواریخوں سے بہت ہی پُرانے ہیں۔ اُن کی تحریریں بھی عموماً واقعات پر ہی مبنی مانی جا سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کی یہ تحریریں بطور امر واقعہ ہی بیان کی گئی ہیں۔ اور یہ ممکن بھی ہے کہ

ان گرنتھوں کے بنانے والوں اور گونڈ۔ بھیل اور دراوڑ وغیرہ ہندوستانی اور دوسری بدیشی قوموں کی آریوں سے علیحدگی اور آریہ ورت میں اُن کی آمدورفت اُن کے وقت میں یا اُن سے کچھ ہی وقت پہلے ہوئی ہو۔ یا کہ اُن سے پہلے بھی ہوئی ہو اور اُن کے وقت میں بھی ہوتی رہی ہو۔ اس لئے یہ کہنا بالکل حق بجانب ہوگا۔ کہ منوسمرتی وغیرہ کی تحریریں یوروپین مؤرخوں کی تحریروں سے زیادہ معتبر ہیں۔ بنا بریں وثوق کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ موجودہ موسائی۔ عیسائی اور مسلمان اصحاب بھی انہیں آریوں کی اولاد ہیں۔ جوکہ بقول منوسمرتی وغیرہ براہمنوں (رہنماؤں) کے نہ ملنے سے دھارمک کرتویوں کے نہ کرنے کی وجہ سے گر گئے تھے۔ ان سب دھرم کرم سے بے بہرہ ہوجانے والوں کو سمرتیوں کی اصطلاح میں پتت کہتے ہیں۔ اسی لئے سمرتیوں میں پتتوں کی ہی شدھی کے لئے پرائشچت کا ودھان (طریق عمل) ہے۔ اب یہاں پر یہ اعتراض بھی ہوسکتا ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کو ہندوستان میں آئے صرف تقریباً ایک ہزار سال کا عرصہ ہوا ہے۔ اس لئے پراچین سمرتیوں کے پرائشچت کا نیم اُن پر لاگو نہیں ہوسکتا۔ جس کا جواب یہ ہے کہ پرائشچت کے نیم کا زمانہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ پرائشچت پتتوں کے لئے ہے۔ اور پتت ہر سمے میں ہوتے ہیں۔ چونکہ سمرتیوں میں ویدک وچار

اور آچار سے بھرشٹ کو پتت کہا گیا ہے۔ اس لئے چاہے وہ کسی زمانہ
میں ہوں۔ گونڈ۔ بھیل اور دراوڑ ہوں یا عیسائی مسلمان اور ہندو ہوں
سمرتیوں کے پرائشچت کا نیم سب پر لاگو ہو سکتا ہے۔ البتہ پرائشچت
کے سادھن اور طریقے وقت کی ضرورت اور پتتوں کی حالت کے لحاظ
سے کم و بیش ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منو کے زمانہ
سے لے کر جب تک ویدک دھرم کی مریاداؤں (قاعدوں) کو پالن کرنے
والے آریوں کا راج اور دھرم کے راج نیتی وغیرہ انگوں کے جاننے
والے ودوان بھارت میں موجود رہے۔ تب تک دیش۔ کال اور
اوستھاؤں (جگہ۔ وقت اور حالتوں) کے بدلنے کی وجہ سے سوسائٹی
کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے جن جن قواعد کی ضرورت ہوئی۔ اُن
اُن کے بنانے کے لئے یہاں پر سمرتی وغیرہ کے بنانے کا سلسلہ برابر جاری
رہا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے کی کچھ سمرتئیں اور سوتر گرنتھ ایسے بھی ہیں۔ کہ جن
میں جہاں غیر ہندوؤں کی شدھی کے پرائشچت کا بھی ودھان موجود ہے۔
وہاں ان میں اس قسم کے واقعات بھی درج ہیں کہ جن سے یہ ثابت
ہوتا ہے۔ کہ نہ صرف یہ کہ آریہ لوگ اپنے دیش میں ہی شدھی کا کام کرتے
رہے ہیں۔ بلکہ وہ دوسرے دیشوں میں بھی دھرم پرچار کے لئے جا کر غیر
ہندوؤں کی شدھی برابر کرتے رہے ہیں۔ اس کے ثبوت کے لئے پرانوں

کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

वलाद्दासी कृता येच म्लेच्छ चाण्डाल दस्युभिः।
अशुभं कारिता: कर्म गवादि प्राणिहिंसनम्॥ १७॥
उच्छिष्ट मार्जन ञ्चैव तथा तस्यैव भोजनम्।
खरोष्ट्र विड्व राहाणा मा मिषस्य चभक्षणम्॥१८॥
तत्स्त्रीणांच तथा सङ्गं ताभिश्च सह भोजनम्।
मासोषिते द्विजातौ तुप्राजा पत्यं विशोधनम्॥१९॥
संवत्स रोषितः शूद्रो मासार्धं यावकं पवेत्।
मास मात्रोषितः शूद्रः कृच्छ्र पादेन शुध्यति॥ २१॥

देवल स्मृति॥

ترجمہ۔ جس کو ملیچھوں (عیسائیوں مسلمانوں) چانڈالوں اور دسیو نے زبردستی داس (غلام) بنا لیا ہو اور اُس سے گائے وغیرہ جانداروں کے مروانے کا بُرا کام کرایا ہو۔ جس نے اُنکی جُوٹھن صاف کی ہو یا کھائی ہو۔ گدھے۔ اونٹ۔ دُنبے اور سور کا ماس کھایا ہو۔ اُن کی عورتیں کے ساتھ ایک ماہ تک بھوگ اور بھوجن کیا ہو۔ تو براہمن۔ کھشتری اور ویش کی شدھی پراجا پتیہ برت کے کرنے سے ہوتی ہے۔ اور شودر کی پادکرچھ برت سے۔ اور اگر شودر نے ایک

تک یہ پاپ گئے ہوں تو وہ پندرہ دن تک جو کی گڑہی پی کر شدھ
ہو سکتا ہے -

सरस्व त्याज्ञाया कण्वो मिश्र देश मुपा ययौ ।
म्लेच्छान् संस्कृत्य चा भाष्य तदा दश सहस्र कान्॥१६॥
वशी कृत्य स्वयं प्राप्तो ब्रह्मावर्त्ते महोत्तमे ।
ते सर्वे तपसा देवीं तुष्टवुश्च सरस्वतीम् ॥ १७ ॥
पञ्च वर्षान्तरे देवी प्रादु र्भूता सरस्वती ।
सपत्नी कांश्च तान् म्लेच्छान् शूद्र वर्णाय चाकरोत॥१८
कार वृति करा: सर्वे वभूवु र्वहु पुत्रका: ।
द्विसहस्रा स्तदा तेषां मध्ये वैश्या: वभूविरे ॥ १९ ॥
तन्मध्ये चाचार्य पृथु र्नाम्ना कश्यप सेवक: ।
तपसाच तुष्टाव द्वादशाव्दं महामु निम् ॥ २० ॥
तदा प्रसन्नो भगवान् कण्वो वेद विदांवर: ।
तेषा चकार राजानं राज पुत्र परं ददौ ॥ २१ ॥

ترجمہ - سرسوتی (ودیا) کی تحریک سے کنو رشی مصر دیش میں گیا - اور
وہاں کے دس ہزار ملیچھوں کو سنسکرت پڑھا کر اور اپنے وش میں کر کے
اپنے برہماورت دیش میں لایا - اُن شدھ ہوئے ملیچھوں نے تپ (محنت)

سے دیوی سرسوتی (ودیا) کو پرسن (پراپت) کیا۔ اور پانچویں سال
میں دیوی کی پرسنتا سے اُن کو مع اُن کی عورتوں کے شودر ورن ملا۔
اُس کے بعد اُن میں سے دو ہزار کو ویش کی پدوی دی گئی۔ اور اُن میں
سے پرتھو نامی نے بارہ برس تک آچاریہ (تعلیم دینے والے) کی خدمت
کی۔ تب وید کے جاننے والے کنو نے خوش ہو کر اُس کو راجا (کشتری)
بنا دیا۔ اور اُس کو راج پُتر نامی نگر دیا۔ (بعد میں اسی کے ہاں مگدھ
نام کا پُتر ہوا۔ جس سے مگدھ راج کی بنیاد پڑی)

मिश्र देशोद्भवा म्लेच्छा: काश्यपे नैव शासिता:।
संस्कृता: शूद्र वर्णानि ब्रह्म वर्ण मुपागता:॥
भविष्य पु० प्रति सर्ग पर्व ३ खं० ४ अ० २० श्लो० ७२॥

ترجمہ۔ مصر دیش میں پیدا شدہ ملیچھوں کو کشیپ کے پُتر کنو نے ودیا
پڑھائی۔ اس لئے وہ سنسکرت (شدھ) ہو کر براہمن ورن کو پراپت
ہو گئے۔

यंत्रारिा कारया मासु: सप्तष्वेव पुरीषुच।
तदधो येगता लोका स्सर्वेते म्लेच्छ तांगता:।
महत्कोला हलं जात मार्याणां शोक कारिणाम्॥
भविष्य पु० प्रतिसर्ग ३ खं० ४ अ० २१॥ श्लो० ५०॥

اس سے پہلے ۴۸ شلوک میں تبلایا گیا ہے۔ کہ جب آریہ ورت میں ملیچھوں کا راج ہو گیا۔ ترجمہ۔ تب اونہوں نے ساتوں پوریوں (اجگنا تھ وغیرہ) میں جہاں تیرتھ تھے یعنی مسجدیں وغیرہ بنا لیں۔ اور جو اُن کے قبضے میں آئے وہ ملیچھ بنا لئے گئے۔ تب آریوں میں کولاہل (شور) مچ گیا اور وہ بہت دُکھی ہوئے۔

श्रुत्वा तै वैष्णवाः सर्वे कृष्ण चैतन्य सेवकाः।
दिव्यं मंत्र गुरो श्चैव पठित्वा प्रययु पुरीः ॥५१॥

ترجمہ۔ یہ خبر سن کر وشنو مت کے ماننے والے کرشن چیتنیہ کے پیرو اپنے گرو سے اعلیٰ ہدایات لے کر ساتوں پوریوں میں پھیل گئے۔

रामानन्दस्य शिष्यो वै चायो ध्या या मुपागतः।
कृत्वा विलोमं तं मंत्रं वैष्णवास्तान कारयत ॥५२

म्लेच्छा स्ते वैष्णवा श्चासन् रामानन्द प्रभावतः।
आर्य्यश्च यैष्णबा मुख्या अयोध्या यां बभूविरे ॥५४

ترجمہ" ان میں سے رامانند کا شاگرد ایودھیا میں گیا۔ اور وہاں ملیچھوں کے اُپدیشوں کا کھنڈن کر کے اُن کو وشنو بنایا۔ وہ سارے ملیچھ رامانند کے پربھاؤ سے وشنو بنے اور باقی آریہ ایودھیا میں رہنے لگے۔"

اس سے آگے کے شلوکوں کا مطلب یہ ہے۔

" بدھیمان نمبا دتیہ کانچی میں گیا۔ اور وہاں پر ملیچھوں کے خلاف اُپدیش کر کے سب کو ویشنو بنایا" اسی طرح ویشنو سوامی ہریدوار گیا اور وہاں ملیچھوں کے خلاف پرچار کر کے سب کو ویشنو بنایا۔ اسی طرح بانی بھوشن وغیرہ ودوانوں نے کاشی وغیرہ مقامات میں جا کر ہزاروں ملیچھوں کو شدھ کیا"

پس ان پرمانوں سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آریہ (ہندو) لوگ ہمیشہ ہی ملیچھوں کو بھی شدھ کر کے اپنے میں ملاتے رہے ہیں۔

شدھی کا کام بند کیونکر ہوا

اب اگر یہاں پر یہ سوال کیا جائے کہ اگر ہندو (آریہ) ہمیشہ ہی شدّھی کا کام کرتے آئے تھے۔ تو اُن میں سے شدھی کی رسم بند کیونکر ہو گئی۔ اس کے جواب میں میں سب سے پہلے مہاشہ البرونی کے الفاظ معترض کے سامنے رکھوں گا۔ اور کہوں گا کہ وہ بغداد کے رہنے والے اُس مسلمان مصنف کا مندرجہ ذیل چشمدید بیان ذرا غور سے پڑھے۔ کہ جس کو خود محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان میں لایا تھا۔ اور جس نے

بھارت (ملتان) میں رہ کر سنسکرت کا مطالعہ کیا۔ اور بعد میں اپنے وقت کے بھارت پر عربی میں ایک ضخیم کتاب لکھی۔ جس کا کہ ہندی کا ترجمہ بھی "البیرونی کا بھارت" کے نام سے چھپ چکا ہے۔

"جس وقت غزنی کے سامانی خاندان کے نیچے سب سے اعلیٰ طاقت ناصر الدین سبکتگین کے ہاتھ آئی۔ اس سے پہلے کسی بھی مسلمان وجیتا (فاتح) نے کابل اور سندھ ندی (اٹک) کی حد کو پار نہیں کیا تھا۔ سبکتگین نے دھرم یدھ (جہاد) کو اپنا پیشہ ہی بنا لیا۔ اور اس لئے اپنا نام الغازی رکھا۔ اپنے بعد کے وارثان حکومت کے فائدے کے لئے بھارت کے حد کو ناطاقت بنانے کے واسطے اس نے راستے تیار کئے جن سے کہ اس کے بعد اس کا لڑکا یمین الدولہ محمود تیس سے بھی زیادہ برسوں تک مہا بھارت پر حملے کرتا رہا۔ باپ اور بیٹے پر خدا رحم کرے۔ محمود نے بھارت کے ایشوریہ (مال و دولت) کو بالکل تباہ کر دیا۔ اور وہاں ایسے ایسے پراکرم (زور) دکھلائے کہ ہندو مٹی کے ذروں کی طرح چاروں طرف بکھر گئے۔ قدرتاً اب ان کے بچھڑے ہوئے پسماندگان (کے دلوں) میں مسلمانوں کے لئے دیرپا نفرت بیٹھ گئی ہے۔ البیرونی کا بھارت

ہندی حصہ پہلا صفحہ ۲۷"

اس کے بعد میں واقعات پر مبنی سبکتگین اور محمود غزنوی کے علاوہ تیمور۔ نادر شاہ۔ احمد شاہ۔ علاء الدین۔ محمد غوری اور اورنگ زیب وغیرہ وغیرہ مسلمان حملہ آوروں اور حاکموں کی ہندوستان میں کی ہوئی صدیوں تک متواتر لوٹ مار اور مذہبی سفاکی کی طرف بھی معترض کی توجہ دلاؤں گا۔ اور پوچھوں گا کہ کیا ان بے رحم۔ اخلاق اور آزادی کے دشمن نااہل سیاسی مبلغان اسلام کے عہد میں ہندو شدھی کا کام جاری رکھ سکتے تھے؟

ناظرین! میں ان مرحوم مسلمانوں کے جہادی کارناموں کو یہاں پر درج کرنے سے دانستہ احتراز کرتا ہوں۔ ایک تو اس لئے کہ زمانہ کے پردہ میں مخفی ان کے اسلامی جبر و تشدد کو درج کر کے اس کی اشاعت کو بڑھانا اور ناظرین کے دلوں کو دکھانا نہیں چاہتا۔ دوسرے اس لئے بھی کہ ان کی ذاتی اور ہندوستان کی دوسری تواریخوں میں ان کے یہ خوفناک کارنامے مفصل درج ہیں۔ ناظرین ان کو وہیں پر پڑھ سکتے ہیں۔ یا اگر بطور نمونہ ناظرین ان کے مذہبی مظالم کو جاننا چاہیں تو مہاشہ پریتم امرتسری کی لکھی ہوئی "اسلام کیسے پھیلا" نامی چھوٹی سی پستک کا مطالعہ کر کے جان سکتے ہیں۔ لیکن باوجود اس فروگذاشت کے بھی میں سنسکرت ساہتیہ

ے اس کا پرمان چاہنے والے بھائیوں کی واقفی کے لئے صرف دو
پرمان ذیل میں درج کرتا ہوں۔

हिम पर्वत मार्गेण सिन्धु मार्गेण चागमन्।
जित्वा र्य्या ल्लांठ यित्वा तान्स्व देशं पुनरा ययुः॥ १६॥
गृहीत्वा योषित स्तेषां परं हर्ष मुपा ययुः॥ १७॥

ترجمہ۔ ہمالہ اور سندھ ندی (اٹک) کے راستے سے آئے۔ (ان
راستوں سے آنے والے ملیچھ مسلمان ہی ہوسکتے ہیں) آریوں کو جیت
کر اور لوٹ پیٹ کر جب واپس اپنے دیشوں کو گئے۔ تو آریوں کی
استریوں کو پکڑ کر لے گئے اور بڑے ہرش (خوشی) کو پراپت ہوئے۔

सत्काव्य संहार विधौ खलानां दीप्तानिव ह्ने रपि मानसानि।
भासस्य काव्यं विष्णु धर्मात् सोप्यान नात्पार तरन्ममोच।

یہ حضرت عیسیٰ کی بارہویں صدی میں جیانک کے لکھے ہوئے پرتھوی
راج چرت کے پہلے سرگ کا تیسرا اشلوک ہے۔ اس کی ٹیکا کرتے
ہوئے پندرہویں صدی مسیح میں جون راج لکھتا ہے۔

सोग्नि रपि भासमुनेः काव्यं विष्णु धर्मान्
सुखात त्यक्त वान ना दह दित्यर्थः।

جس کا مطلب یہ ہے کہ سچے کاویوں (لٹریچر) کے جلانے کے لئے

دُشٹوں نے جو اگنی جلائی تھی۔ اُس کے دہکتے ہوئے مُنہ سے بھی بھاسہ
کوی کا کاویہ بچ گیا۔"

ان بیانوں سے ظاہر ہے کہ مسلمان حملہ آوروں اور حاکموں نے نہ
صرف یہ کہ آریوں کو مارا لوٹا اور اُن کی ستریوں کو ہی پکڑ کر لے گئے۔ بلکہ
ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ان متعصب جنونیوں نے اُن کی تہذیب
اور دھارمک فرائض کو مٹانے کے لئے اُن کے نہایت قیمتی لٹریچر کو بھی
جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ چنانچہ اس قسم کے مظالم کا یہ لازمی نتیجہ نکلا۔ کہ شدھی
کے کام میں بھی شتھلتا (ڈھیل) آنی شروع ہو گئی۔ یعنی براہمنوں
اور برادریوں نے خوف جان سے پتتوں کو اپنے اندر ملانے سے انکار
کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ اُس وقت اُس کا براہ راست تعلق مسلمانوں سے
تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی وقت تھا۔ جب کہ آچاریوں کو شدھی
سے انکار کرنے والوں کے متعلق اس طرح کی ویوستھائیں (فتوے) دینی
پڑتی تھیں۔

आर्तानां मार्गमाणानां प्रायश्चित्तानि ये द्विजाः।
जानन्तु न प्रयच्छन्ति ते यान्ति समतां तुतैः॥

انگرس منی اس شلوک میں فرماتے ہیں کہ پرائشچت (کفارہ) کی
درخواست کرنے والے لوگوں کو جانتے ہوئے بھی جو دوج پرائشچت

نہیں کراتے۔ وے پتیتوں کے برابر ہو جاتے ہیں یعنی پتت ہو جاتے ہیں۔

ज्ञाति त्यक्तो हिकु रुते पापं ज्ञाति विवर्जित:।
तत पापं ज्ञाति बन्धु नां जायते मनुरब्रबीत ॥
सकन्ध० पु० ३३८ ॥

سکندھ پران کے اس شلوک میں لکھا ہے کہ جاتی کو چھوڑ کر جو نش جاتی سے علیحدہ ہونے کی وجہ (یعنی پتت ہونے کی وجہ) سے پاپ کرتا ہے۔ وہ پاپ منو کے قاعدہ کے مطابق برادری کو بھی لگتا ہے۔ جس کا مطلب صاف یہ ہے کہ ودھرمیوں کو اپنی برادری کے آدمیوں کو پتت یعنی مسلمان وغیرہ نہیں ہونے دینا چاہئے۔ اور اگر وہ اپنے فرض کو پورا نہیں کریں گے۔ تو وہ بھی پاپ کے حصہ دار ہوں گے۔

اگر ان پرمانوں کے درج کرنے کے بعد بھی کسی کو میرے مسلمانوں کے تاریخی مظالم کو یہاں پر درج نہ کرنے کی وجہ سے میرے بیان میں کچھ شک ہو تو میں شدھی کے متعلق متعصب مسلمانوں کی ذہنیت اور سفاکی کو جاننے کے لئے حال ہی کے اُن کے کچھ کارنامے اور تحریریں ذیل میں درج کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ ان سے ناظرین کو شدھی کے متعلق گذشتہ مسلمان حاکموں کے روّیہ کا حال بھی اچھی طرح سے معلوم ہو جائے گا۔

اسلام چھوڑنے اور چھڑانے والوں کے لئے شرعی فتویٰ اور اُس کا استعمال

(۱) امام ہند کہلانے والے مولینا عبدالباری صاحب مرحوم فرنگی محلہ لکھنؤ نے مسلمانوں کے نام ایک کھلا خط شائع کیا تھا۔ اُس میں آپ لکھتے ہیں۔ "باوجود اس کے میں آریہ سماج کو اسکا حقدار نہیں سمجھتا۔ کہ وہ اپنے باطل دین کی دعوت دیں ------
میں توسوائے دین حق اسلام کے کسی باطل دین کی دعوت کو کسی کا بھی حق نہیں سمجھتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ باطل پرست باطل کو شائع کرے اور میں اُس کو روک نہ سکوں ------
سانپ اور بچھو اگر ہمکو نہیں کاٹتے ہیں اور زہریلے ہیں۔ تو ہمیں اختیار ہے کہ ہم اُنہیں نہ ماریں مگر مرتدین کے بارہ میں ہم کو اختیار نہیں ہے کہ ہم اُن سے مصالحت کریں"۔ مسلمانوں کے نام کھلا خط صفحہ ۱۲، ۱۳

"مرتد (اسلام کو چھوڑنے والا) اور مؤید ارتداد (اسلام کو چھڑانے والا)

سے مجھ سے صلح نہیں ہوسکتی ہے۔ یہ نا قابل تدارک امر ہے۔ میں
سوائے مسلم کے کسی کو اس کا حقدار نہیں سمجھتا کہ وہ اپنے
مذہب کی اشاعت کرے۔ اور لوگوں کو دعوت دے۔
اس واسطے کہ میں سوائے اسلام کے کسی مذہب کو قابل عمل
اعتماد نہیں کرتا ہوں۔ میں اگر ایک منٹ کے لئے بھی
اس کو پسند کر لوں۔ تو اپنے ایمان میں مجھے شبہ ہے۔ نعوذ
باللہ من ذالک۔ چاہے مسلمان عربی النسل ہو یا عجمی النسل
یا ہندی نژاد کسی مسلمان کو مرتد (غیر مسلم) کرنے کا حق کسی
کو حاصل نہیں۔ ہر امکانی طاقت سے ہمکو روکنا چاہیے۔
اگر ایسا نہ کریں گے تو مسلم رہنا ہمارا معلوم ہے۔" مسلمانوں
کے نام کھلا خط صفحہ ۴۶۔

ہم ارتداد کی تحریک (تحریک شدھی) کو کچلنے کے لئے ہر
ممکن کوشش کریں گے۔ اور اس کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ میں کسی بدنامی
سے نہیں ڈرتا ہوں۔ میں صاف عرض کرتا ہوں کہ ہر محارب و عدو یہاں تک
کہ انگریزوں سے بھی صلح ہوسکتی ہے۔ بلکہ سانپ اور بچھوؤں سے صلح
ہوسکتی ہے لیکن مرتدین اور موئدین ارتداد سے صلح نہیں ہوسکتی ہے۔۔۔
۔۔۔۔۔۔ ہماری خواہش صرف یہی نہیں کہ مرتد پھر

مسلمان ہوجائیں۔ بلکہ ہم تو تمام ہندوؤں کو مسلمان ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ بلکہ عالم کو جو مسلمان نہیں ہے۔ دعوت اسلام دیتے ہیں۔ اور کسی مذہب کی دعوت کو سُننا نہیں چاہتے"۔ مسلمانوں کے نام کھلا خط صفحہ ۴۸"

نیز جب جنوری ۱۹۲۴ء کے آخری ہفتہ میں بمبئی میں شری سوامی شردھانند جی مہاراج نے ایک جلسہ میں باری صاحب کے مذکورہ مذہبی آزادی اور اتحاد کے منافی اسلامی عقائد کا ذکر کیا۔ تب حاضرین میں سے ایک نے اُن کی صداقت سے انکار کیا۔ اور اخبار شوکت بمبئی کے ایڈیٹر ملا خجندی نے باری صاحب کو خط لکھا۔ جس کا جواب مولانا عبدالباری صاحب کی طرف سے ۱۷۔ فروری ۱۹۲۴ء کی اخبار شوکت میں مندرجہ ذیل شایع ہوا۔

" ایسے ہی میں نے مُرتد کو قتل کا حکم نہیں دیا۔ نہ ہم لوگوں میں سے ایسا حکم کوئی دے سکتا ہے۔ خصوصاً اُس حالت میں کہ قتل مرتد سے قتل ملزم لازم آئے۔ میں خدا اور رسول پر ایمان لایا ہوں۔ جو حکم اُنکا ہے۔ میرے نزدیک وہی انصاف اور وہی حرّیت (آزادی) حقیقت کے موافق ہے۔ مجھے اُس کے ظاہر کرنے میں کوئی رُکاوٹ معلوم نہیں ہوتی ہے۔ رسُول

اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ مرتد قتل کر دیا جائے۔
خلیفہ اکبر نے قتال مرتد پر اس قدر زور دیا۔ کہ تمام مصالح پر عمل کرنے
والے آخیر میں موافق ہو گئے ------------- حضرت عبداللہ بن
مسعود۔ حضرت علی وغیرہ نے مرتد خواہ وہ یہودی یا نصرانی ہو گیا ہو۔
یا مشرک زندیق ہو۔ اُس کے قتل کروا ڈالنے پر اتفاق کیا ---------
اس واسطے اگر مجھ سے فتویٰ دریافت کیا جاوے گا۔ تو بوجہ اتباع
قول مفتی بہ فقیہا کے موافق فتویٰ دونگا۔ وہ یہ کہ مرتد کو
تین دن کی مہلت دی جاوے گی۔ اُس کے بعد وہ توبہ نہ کرے
تو قتل کر دیا جاوے گا۔"

"شردھانند صاحب نے ہماری ایک تحریر کا اپنی ایک تقریر میں حوالہ
دیا ہے۔ کہ ہم نے کہا کہ سانپ اور بچھوؤں سے صلح ہو سکتی ہے۔ مگر مرتدین
اور موذین ارتداد سے صلح نہیں ہو سکتی۔ ہم اب بھی یہ کہتے ہیں۔ کہ مرتد
اگر دین اسلام کی جانب نہ لوٹے تو مسلمان اُس کو قابل
قتل سمجھیں گے۔ حنفیوں کے نزدیک عورت مرتدہ قتل نہ
کی جائے گی۔ دیگر آئمہ اُس کے قتل کے بھی قائل ہیں مسلمانو
کے نام کھلا خط صفحہ ۱۱۔"

یہ تو ہے فتویٰ اُسی مولانا عبدالباری صاحب کا بروئے حکم حضرت

محمدؐ صاحب وغیرہ کہ جس کے متعلق مہاتماجی نے اپنے ۲۹۔مئی ۱۹۲۴ء کے مشہور اعلان میں مندرجہ ذیل رائے کا اظہار فرمایا تھا۔

"مولانا عبدالباری صاحب کو میرے سامنے ایک مذہبی دیوانہ کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ اور ہندوؤں کا سب سے بڑا دشمن بتایا گیا ہے۔ آپ کی چند تحریرات بھی میرے پیش نظر ہیں۔ لیکن میں ان کا منشار سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میں نے اُن کی نسبت مولانا سے اصرار بھی نہیں کیا۔ کیونکہ میں اُنہیں خداوند تعالیٰ کا طفل معصوم سمجھتا ہوں۔"

ناظرین! مہاتماجی تمام دُنیا کی تحریریں تو سمجھ سکتے ہیں۔ مگر مولٰنا عبدالباری صاحب کی تحریر سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں۔ اور مولانا سے ان کے متعلق دریافت اس لئے نہیں کرتے کہ آپ اُنہیں بے گُناہ سمجھتے ہیں۔ اس کو مہاتماجی کا بھولاپن سمجھا جائے یا کہ رعایت وطرفداری کرنا ناظرین خود اس کے متعلق فیصلہ کرلیں۔

(۲) جمعیت العلمار کے اخبار الجمعیتہ ۲۹۔نومبر ۱۹۲۶ء کے پرچہ میں مرتدہ (اسلام کو چھوڑنی والی عورت) کے لئے مندرجہ ذیل فتویٰ درج ہُوا ہے

"(۱) وہ (مرتدہ) کوئی جدید نکاح نہیں کرسکتی۔

(۲) اُس کو قید کیا جائے گا اور جب تک مسلمان نہ ہو برابر قید رہیگی

(۳) وہ اپنے زوج اول (پہلے خاوند) کے سوائے کسی سے نکاح نہ کر سکیگی۔

(۴) اُس کو زوج اوّل کے ساتھ نکاح پر مجبور کیا جائیگا۔ خواہ وہ راضی ہو یا نہ۔

(۵) اُس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا۔

(۶) اُس کو چھہتّر کوڑے مارے جائیں گے۔"

(۳) بیگم صاحبہ والی ریاست بھوپال نے نومسلموں کو شُدھ ہونے سے روکنے کے لئے مندرجہ ذیل قانون بنایا تھا۔

"نقل جریدہ ۷۔ جولائی ۱۹۲۰ء اعلان ۷۵ مورخہ ۵۔ جولائی ۱۹۲۰ء عالیہ حضرت دام اقبالہٗ فرمانروائے والی ریاست بھوپال نے منظور فرمایا ہے کہ مطابق دفعہ ۳۰۰ تعزیرات شاہجہانی ۱۹۱۲ء یعنی مجموعہ تعزیرات بھوپال میں دفعہ ۳۹۳۔ الف میں حسب ذیل اضافہ کیا جائے۔ جو تاریخ اشاعت سے کل ریاست بھوپال میں نافذ اور قابل عمل در آمد سمجھی جائے گی۔"

اسلام قبول کرنے کے بعد مُرتد ہو جانا

" دفعہ ۳۹۳۔ الف۔ اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے تو اُس کو دونوں قسموں کی سزا دی جائے گی۔ جس کی معیاد ۳ سال قید

ہوسکتی ہے یا جرمانہ کیا جائے گا۔ یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ اعلان بغرض اطلاع و عملدرآمد ہر خاص و عام کیا جاتا ہے۔

حسب الحکم فرمانروائے والیِ بھوپال (مہر)

واجب علیخاں سکرٹری جوڈیشل ڈیپارٹمنٹ

(نوٹ) (دو تین ماہ ہوئے ہیں کہ ہندوؤں کے واویلا مچانے پر موجودہ والی ریاست بھوپال نے اس کو منسوخ کر دیا ہے۔)

یہ تو ہے نمونہ مفتیوں اور مسلمان فرمانروائے کے فتووں کا۔ اب فتووں کی تعمیل میں سرزد ہونے والے واقعات کا نمونہ بھی ملاحظہ کیجئے۔

(۱) شدھی کے علمبردار شہید اکبر شری پنڈت لیکھرام جی۔ اور شہیدوں کے سرتاج شری سوامی شردھانند جی مہاراج اور شدھی کے دس گیارہ دوسرے کارکنوں کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے محض اس لئے قتل کیا جانا کہ وہ مسلمانوں کو ویدک دھرمی بناتے تھے۔ اور شہید مہاشے راجپال جی کا قتل اور شری سوامی ستیانند جی مہاراج وغیرہ پر جنوبی مسلمانوں کا قاتلانہ حملہ کرنا وغیرہ وغیرہ اس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ مسلمان موجودہ محکومی اور مجبوری کی حالت میں بھی اپنے ہم مذہبوں کا دوسرے مذہب میں جانا یا کہ بانیِ اسلام کے متعلق سچے واقعات کا سُننا بھی گوارا نہیں کر سکتے۔ اور حتی الوسع مسلمانوں کو اپنے دھرم میں ملانے والے کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

(۲) لالہ دیو کی نندن ساکن کھڈ ضلع کیمل پور پنجاب کو مسلمانوں نے نومبر ۱۹۲۳ء میں اس لئے سنگسار کر دیا کہ اُس نے ایک جنم کی مسلمان لڑکی کو شدھ کر کے اس کے ساتھ شادی کی تھی۔ اس لڑکی کا شدھی کے بعد کا نام پرمید یوی تھا۔ اُس کو آریہ سماج وچھووالی لاہور نے شدھ کیا تھا۔ اور اُس کی شادی پنڈت سنت رام جی اور پنڈت بھگت رام جی نے کرائی تھی۔

(۳) (الف) ۳۱۔ اگست ۱۹۲۴ء کو امیر کابل کی شرعی عدالت کے حکم سے مولوی نعمت اللہ خاں احمدی مسلمان کو محض مذہبی عقائد کے جزوی اختلاف کے جرم سے مرتد سمجھکر ہی کمر تک زمین میں گاڑ کر سنگسار کیا گیا اور سب سے پہلے اُس کو کابل کے سب سے بڑے مولوی نے پہلا پتھر مارا۔ دیکھو کابل کی سرکاری اخبار حقیقت مؤرخہ ماہ صفر ۔ ۶۔ نمبر ۱"

ناظرین! یہ مذہب کے نام پر کیا گیا ظلم کابلیوں تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ حکومت کابل کی اس مذہبی سفاکی پر علماء دیوبند۔ جمعیت علماء ہند لاہوری علماء۔ اور آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد نے بھی اظہار پسندیدگی کیا۔ اور حکومت کے اس کام کو شریعت کے مطابق جائز قرار دیکر قرارداد وں کو بذریعہ تار امیر صاحب کی خدمت میں ارسال کیا۔ تار میں بھیجی گئی قرار

دا دوں کا نمونہ حسب ذیل ہے۔

"تاریخ ۲۸ صفر ۱۳۴۳ھ علمائے لاہور مسجد وزیر خاں مرحوم میں صبح ۸ بجے بعد درس قرآن مجید جمع ہوئے۔ اور مندرجہ ذیل مضمون کا تار بخدمت جناب امیر امان اللہ خاں صاحب غازی ایدہ اللہ بنصرہ کو والی دولت خداداد وافغانستان روانہ کرنا تجویز فرمایا۔ اور آج مورخہ ۲۹۔ ماہ صفر ۱۳۴۳ھ کو یہ تار روانہ کیا :۔

"ہم علمائے حنفیہ تاجدار دولت مستقلہ افغانستان خلد اللہ سلطنتہ کے اس فیصلہ مبارک کو نہایت پسندیدگی اور استحسان سے دیکھتے ہیں۔ کہ آپ نے ازراہ اتباع شریعت اور اسلام پسندی فرقہ ضالہ مرتدہ مرزائیہ قادیانیہ کے ایک فرد مسمی نعمت اللہ خاں کو بوجہ مبلغ تحریک احمدیہ قادیانیہ ہونے کے سنگسار فرمایا۔ ہم بصمیم قلب فرمانروائے کابل کے لئے دست بدعا ہیں کہ اونہوں نے حدود شرعیہ کو اجرا فرماکر مسلمانان عالم کو بالعموم اور حنفیوں کو بالخصوص مرہون منت فرمایا۔"

دستخط کنندگان

(۱) مولانا مولوی سید ابو محمدؐ۔ محمدؐ دیدار علی شاہ صاحب خطیب مسجد وزیر خاں مرحوم۔ (۲) مولانا مولوی اصغر علی صاحب روحی پروفیسر اسلامیہ کالج

لاہور وغیرہ وغیرہ بارہ مولویوں کے دستخط ہیں۔

دست خط ابوالبرکات سیّد احمد خلف الرشید مولانا مولوی سیّد ابو محمدؐ۔ محمد دیدار علی شاہ صاحب ناظم حزب المناف مسجد وزیر خاں مرحوم لاہور پیچ دہلی ۵۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء منقول از زمیندار اخبار لاہور۔

ان تاروں کے پہونچنے پر امیر صاحب کی طرف سے جو ادائے شکریہ کے لئے جوابی تاریں دی گئیں۔ اُن کا مضمون علماء دیو بند کو دئے گئے مندرجہ ذیل جواب سے ظاہر ہے۔

"آپ کی تار ۲۶ ستمبر ۱۹۲۴ء کہ جس میں آپ نے ایک فیصلہ شرعی کی تائید کی ہے۔ اور اُس سے اپنی موافقت کا اظہار کیا ہے۔ حکومت افغانستان آپ کا شکریہ ادا کرتی ہے"۔

از دفتر خارجیہ کابل ۴۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء بوقت ۶ بجے شام۔ جواب بذریعہ ڈاک۔

(ب) نعمت اللہ خاں مرحوم کے بعد کابل میں دوسرے دو احمدی پٹھان دوکانداروں کو بھی احمدی مذہب کی اشاعت کرنے کے جرم میں سزائے موت کا حکم دیا گیا۔ اور بری طرح سے سنگسار کیا گیا۔

(ج) اسی طرح کابل میں ایک حکم چند نامی ہندو اسلئے سنگسار کیا گیا۔ کہ اُس کا تعلق کسی مسلمان عورت سے ہو گیا تھا۔ اُس سے کہا گیا کہ تم اسلام قبول کرلے یہ سزا سے بچ سکتے ہو۔ مگر اُس نے نا منظور کیا۔ اس لئے

اُس کو زمین میں گاڑ کر بھالوں سے چھید کر مار ڈالا گیا۔ علیٰ ھٰذا القیاس۔

جب کہ آج کل کے خود مختار اور نیم مختار اسلامی ریاستیں اور محکوم و بے بس ہندوستانی مولویوں کے تعصب کا یہ حال ہے۔ جو کہ بطور نمونہ اوپر کے کالموں میں بتلایا گیا ہے۔ تب صدیوں پہلے کی خود مختار اسلامی حکومتوں کے عہد میں اپنی دھارمک مریاداؤں (خاص کر شدھی کہ جس کا اثر اُس وقت براہِ راست مسلمانوں پر پڑتا تھا) کے پالن کرنے میں جو مجبوری ہندؤں کو ہوگی۔ اُس کا اندازہ آسانی سے لگایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حال کے ہندوستانی مسلمان تو مجبور ہیں۔ اس لئے اسلام کو چھوڑنے اور مسلمانوں کو شُدھ کرنے والوں کو وہ قتل نہیں کر سکتے اُنہیں یہ ڈر ہی کہ مُرتد کے قتل کرنے والا مسلمان قتل کے جُرم میں پھانسی لگایا جائے گا۔ جس کو کہ مولانا عبدالباری صاحب نے پیچھے درج شُدہ اپنے ان الفاظ میں صاف طور پر ظاہر کر دیا ہے۔

"ایسے ہی میں نے مرتد کو قتل کا حکم نہیں دیا۔ نہ ہم لوگوں میں سے ایسا حکم کوئی دے سکتا ہے۔ خصوصاً اُس حالت میں کہ **قتل مرتد سے قتل ملزم لازم آئے**"۔

مگر آج سے صدیوں پہلے اسلامی راج میں اس قسم کا کوئی خوف ان کو نہیں

تھا۔ اس لئے انہیں اسلام کے چھوڑنے والے اور چھڑانے والے کو
قتل کرنے میں کوئی بھی رکاوٹ نہیں تھی۔ ان کے بچنے کا سوائے اس کے
اور کوئی علاج نہیں تھا کہ یہ مسلمان ہو جائیں۔ یہ حالت تو تھی اسلامی عہد
کی۔ البتہ حال کے عیسائی بادشاہوں اور عیسائی پادریوں کے رواداری
کے برتاؤ کو دیکھ کر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ پہلے پہل ہندوستان میں آنے
والے عیسائیوں کا بھی یہی حال ہو گا۔ مگر نہیں حقیقت بالکل اس کے
خلاف ہے۔ تاریخ داں تو جانتے ہی ہیں کہ پرانے زمانہ کے عیسائی
پادریوں کے مذہبی تعصب اور تشدد کے حالات سے یوروپ کی تواریخیں
لبریز ہیں۔ عیسائی پادریوں نے برونوں و دیوی ہپیشیا جیسے بڑے بڑے
عالم اور محقق فلاسفروں کی کھالیں محض اس لئے اتروائیں کہ اُن کی
معلومات اور خیالات انجیل کے خلاف تھے۔ رومن کیتھلک اور پروٹسٹنٹ
فرقوں کی باہمی خونریزی مدتوں اس لئے جاری رہی۔ کہ اُن کے چند
عقیدے ایک دوسرے سے نہیں ملتے تھے۔ لیکن مجھے یہاں پر اُن کی
تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے تو یہاں پر صرف
پہلے پہل ہندوستان میں آنے والے عیسائیوں کے خاص شدھی کے متعلق
ہندوؤں پر کئے ہوئے ظلموں کا نمونہ معترض کے سامنے رکھنا ہے۔ اُن کا
حال ذیل کے واقعات سے ظاہر ہو جائے گا۔

شدھی کرنیوالوں پر عیسائیوں کا ظلم

(۱) اتہاس شودھک مہودے سردیسائی اپنی برٹش ریاست نامی پستک میں لکھتے ہیں۔ کہ بسئی کے پاس جو تیرتھ ستھان ہے۔ اُس کے آس پاس کے براہمن پرتگالی عیسائیوں کے ذریعہ عیسائی بنائے ہوئے لوگوں کو شدھ کر لینے کا کام کھلے طور پر کیا کرتے تھے۔ جو ہندو بھرشٹ ہو کر عیسائی بن گئے تھے۔ براہمن اُنہیں اپنے دھرم میں آنے کا صرف اُپدیش ہی نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ جنما شٹمی جیسے بڑے بڑے تیوہاروں کے موقعوں پر اُن سے سمدر سنان یا گنگا سنان کرا کر انہیں شدھ کر لیا کرتے تھے۔ براہمنوں کی اِن چالوں کو دیکھ کر پادری لوگ خوب جلتے۔ اور اُن کے پریتن (کوشش) کو روکنے کے لیئے وہ تھانا بسئی اور بمبئی وغیرہ جگہوں میں کھاڑیوں اور سمدر کے کنارے کھمبوں پر کراس (پھانسی) لگا رکھتے تھے۔ ایسی حالت میں جہاں کراس نہ لگے ہوں۔ وہاں جا کر براہمن اپنا شدھی کا کام کیا کرتے تھے۔ آخر میں عیسائیوں سے تنگ آ کر براہمنوں نے بسئی کے نزدیک کے جنگل میں ایک تالاب ڈھونڈھ کر وہاں چھپ چھپا کر اپنا شدھی کا کام شروع کر دیا۔ لیکن

کچھ دنوں میں اُس جگہ کا بھی پتہ عیسائیوں کو لگ گیا۔ اور پرتگالی سپاہیوں نے اُن براہمنوں پر حملہ کرکے اُنہیں وہاں سے بھگا دیا اِس سمے ایک بیراگی جو عیسائی سے ہندو بنا لیا گیا تھا۔ اُن کی فوج کے سامنے اکیلا نڈر ہو کر کھڑا رہا۔ اس سے پادری اتنے چڑھ گئے۔ کہ اُنہوں نے اُس جگہ کو نشٹ بھرشٹ کر ڈالا اور گوئیں مارکر اُن کا مانس اور خون اُس تالاب میں اور اِرد گرد کی جگہ میں سینچ دیا۔ اس طرح اُنہوں نے وہ ستھان اپوتر بنا ڈالا۔ دیکھو اگست ۱۵۶۴ء صفحہ ۱۸۳ و ۱۸۴۔

(۲) سورگیہ شری سوامی شردھانند جی مہاراج اپنی لکھی اندھا اعتقاد اور خفیہ جہاد نامی پُستک کے صفحہ ۱۱۵ و ۱۱۶ پر لکھتے ہیں کہ دی جیوئٹس نامی پُستک میں لکھا ہے کہ

"جب پادری ایک گانوں سے دوسرے گانوں کی طرف چلا جاتا۔ تو پہلے گانوں کے عیسائی بنے ہوئے ہندو پھر زیر سرپرستی اپنے براہمنوں کے ہندو بن جاتے۔ تب ژیوئٹ کے پادری اُن پر بڑے بڑے ظلم کرنے لگے۔ جس سے تنگ آکر ہندوؤں نے پرتگالوں کے دائرۂ اثر سے باہر کے ہندوؤں کی مدد مانگی۔ جنہوں نے سب عیسائیوں کو تہ تیغ کیا۔ تب ژیوئٹ نے گوا میں ایک خونی عدالت بنائی۔ جس کے حکم سے

غیر عیسائی تہ تیغ کئے جاتے اور اُن کی جائداد جیوٹ پادریوں کی نذر ہوتی۔ بعض زندہ جلا دئے جاتے۔ ان ہیبت ناک مظالم نے بُز دل ہندؤں کو عیسائی بننے کے لئے مجبور کر دیا۔"

پس اِن تاریخی واقعات کے جاننے کے بعد اس اعتراض کی گنجایش ہی نہیں رہتی کہ ہندؤں نے شدہی کا کام کیوں بند کر دیا۔ کیونکہ ان سے ظاہر ہے کہ ہندؤں سے شدہی کا کام جبراً بند کرایا گیا یا کہ ہندؤں نے شدہی کا کام مجبوراً بند کیا۔

ناظرین! ہر ایک سمجھدار آدمی اس بات کی سچائی کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ جب کہ جس وقت ایک طرف عیسائیوں اور مسلمانوں کو ہندو بنانے اور بننے والوں کے لئے عیسائی اور مسلمان حاکموں کے مذہبی تعصب کی خونریز تلوار لٹک رہی ہو۔ اُن کا دھارمک لٹریچر بھی جلا دیا گیا ہو۔ اور دوسری جانب ہندؤں کے راج وغیرہ وسایل نہ رہنے سے ویدک دھرم کا پرچار بند ہو جانے پر اودیا (جہالت) اور سامپردایک وِرودھ (فرقہ وارانہ اختلاف) بھی بڑھ رہے ہوں اُس وقت ہندؤں کا غیر ہندؤں کو ہندو بنانا کیونکر جاری رہ سکتا تھا۔ مگر شدہی کے اس طرح پر بند ہو جانے سے جب صدیوں تک یہی صورت حال قایم رہی اور جنم کی فضیلت کا گھمنڈ بھی بڑھتا گیا۔

گومانس کھانے والوں کو بہت حقیر سمجھنے سے ان سے نفرت بھی بڑھ گئی۔ تب غلطی سے اُنہیں ہندوؤں میں نہ ملانے کے طریقہ کو بھی سناتن سمجھا جانے لگا۔ لیکن کیا ایسے مصیبت کے وقت میں بھی سارے ہندوؤں میں سے شدھی کا کام بند ہوگیا۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ویر مرہٹوں نڈر دل راجپوتوں اور بہادر سکھوں میں شدھی کا رواج برابر بنا رہا۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کسی سے خوفزدہ نہیں تھے۔ چنانچہ اس کا ثبوت ذیل کے واقعات سے برابر ملتا ہے۔

مہاراشٹر اتہاس اور شدّھی

(۱) کلکتہ سے نکلنے والے انگریزی کے ماہواری رسالہ ماڈرن ریویو کے مئی کے پرچہ کے صفحہ ۵۶۶ پر شائع ہوا ہے کہ پروفیسر جادو ناتھ سرکار نے "سیواجی مہاراج کی سوانحعمری کا مصالہ" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں اونہوں نے "جیڈھے کا اتہاس" جو کہ مرہٹی زبان میں چھترپتی شری سیواجی مہاراج کے زمانہ کی ایک تاریخ ہے۔ اور اُس زمانہ کے انگریز سوداگروں کی کوٹھیوں کے حالات جس کتاب میں لکھے جاتے تھے۔ اُن دونوں کے حوالہ جات سے ایک

شدھی کا تاریخی واقعہ اس طرح پر بیان کیا ہے۔

(الف) ۱۹۔ جون ۱۶۷۶ء کو " نیتاجی پالکر پانی پرائشچت گھیتلے شدھ زالے" یعنی نیتاجی پالکر نے پرائشچت کیا اور وہ شدھ ہوا۔

(ب) ۲۴۔ جولائی ۱۶۷۶ء کو انگریزی سوداگروں نے راج پور سے سورت کی کوٹھی کے مہتمان کو لکھا تھا کہ

"سیواجی کے پاس حال میں ہی ایک چالاک و ہوشیار شخص مسمّی نیتاجی پالکر واپس آیا ہے۔ جو کہ دس سال تک مغل دربار میں رہا ہے۔ اور جو مسلمان کر لیا گیا تھا۔ مگر اب وہ پھر ہندو بنا لیا گیا ہے۔ تحریرات کوٹھی سورت جلد ۲۸۶"

ناظرین! یہ نیتاجی پالکر سیواجی مہاراج کا داروغہ اسپ تھا۔ اُسے اورنگ زیب نے ۱۶۶۷ء میں قید کر لیا تھا۔ اور جبراً مسلمان بنا لیا تھا اُس کے بعد اورنگ زیب نے نیتاجی پالکر کو پنجاب اور افغانستان میں مقرر کیا۔ اور دس سال کے بعد پھر اُسے اپنے مالک سیواجی مہاراج کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ مل گیا۔ اور مہاراج نے اُسے شاکا سمت ۱۵۱۸ اساڑھ بدی ۴ کو شدھ کر کے پھر ہندو بنا لیا۔ تاریخ جیدھے کے جو الفاظ مرہٹی زبان کے اوپر درج کئے گئے ہیں۔ اُن میں "شدھ کیا گیا" یہ الفاظ صاف درج ہیں۔ جس سے ثابت ہے۔ کہ اس وقت

ہی پرائشچت کے بعد ہندوؤں میں شامل ہونے کے لئے شدھی کا لفظ ہی استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لئے نہ تو تحریک شدھی ہی ہندوؤں میں نئی جاری ہوئی ہے۔ اور نہ ہی لفظ شدھی کا استعمال ہی نیا ہے۔

(۲) بھگتی لیلا آمرت مراٹھی کے ادھیائے ۴۴ میں لکھا ہے۔ کہ ودیارنیہ سوامی نے اپنی مشہور پستک "پنچ دشی" میں صاف لکھا ہے۔

गृहीतो ब्राह्मणो म्लेच्छै: प्राय श्चित्त चरन्पुनः।

म्लेच्छै: संकीर्यते नैव तथा भास शरीर के:॥

ترجمہ۔ جو براہمن ملیچھوں نے مسلمان بنا لیا ہو۔ اس کے پرائشچت کرنے کے بعد اس کے شریر سے ملیچھ پن دور ہو کر وہ شدھ ہو جاتا ہے۔"

اس شلوک کی رہنمائی میں دھیرنگ بھٹ کو پیٹھن کے براہمنوں نے شدھ کر لیا تھا۔

(۳) بیجاپور کے حاکم عادل شاہ نے پلٹن تعلقیدار باباجی راؤ نمبالکر کو اپنی لڑکی دیکر مسلمان بنا لیا تھا۔ جب باباجی راؤ واپس پلٹن پہونچا تو چھترپتی سیواجی کی ماتا جیجا بائی نے اسے اپنے پاس بلایا۔ اور سارے

مراٹھا منڈل کی ایک سبھا کی۔ اور باباجی راؤ کو شدھ کرکے برادری میں ملایا۔ اور لوگوں کا شک دور کرنے کے لئے اپنی ناتن سکھو بائی کا ووواہ ان کے پتر مہاداجی کے ساتھ کر دیا۔

(۴) سر راناڈے کے لکھے ہوئے "رائز آف دی مراٹھا" میں لکھا ہے کہ کروکن (کوکن) کے ایک براہمن کو حیدر علی نے اپنی چھاؤنی میں پولیٹکل قیدی کے طور پر نظر بند کر رکھا تھا۔ لوگوں کو شک ہوا۔ کہ وہ جان بچانے کی خاطر مسلمان ہو گیا ہے۔ اس پر براہمنوں کی رائے اور راج کے فتوے سے وہ پھر براہمن بنا لیا گیا۔ اسی طرح کے اور بھی تین چار واقعات اس کتاب میں دئے گئے ہیں۔

(۵) گنگا دھر رنگ ناتھ کل کرنی کو مسلمان بنا لیا گیا تھا۔ وہ پانچ سال تک مسلمان رہا۔ لیکن جب اُسے موقعہ ملا۔ واپس آگیا۔ اور راجا شری چھاندو گا ماتیا نے اُس کو شاکا سمت ۱۶۰۸ میں چیت شکل سوموار کو شدھ کر لیا۔ اور شری چھاندو گا ماتیا نے ایک اعلان کیا۔ کہ گنگا دھر رنگ ناتھ کل کرنی کے براہمن ہونے میں جو کوئی شک کریگا وہ دیو دروہی اور مہاپاتکی (سخت گناہگار) سمجھا جائے گا۔

(۶) پیٹھان گاؤں کا نرہری راج لیکر ایک براہمن مسلمان ہو گیا تھا

کر پیشوا اسوائی مادھو راؤ کی آگیا سے پیٹھان کے براہمنوں نے اس کو شدھ کر کے اپنی برادری میں ملا لیا وغیرہ وغیرہ۔

راجپوت اتہاس اور شدھی

(۷) گلوسری آف دی ٹرائیس پنجاب کے صفحہ ۸۲ پر اس طرح لکھا ہے۔ کہ

"مسعود غازی نے بہت سے میو لوگوں کو مسلمان بنا لیا تھا۔ رائے پتھورا مہاراج نے اُن کو پھر ہندو ہونے کو کہا۔ اور وہ ہندو دھرم میں آ گئے۔ لیکن قطب الدین ایبک کے زمانہ میں اُن میں سے بعض کو پھر مسلمان بنا لیا گیا۔

(۸) مارواڑ کے اتہاس میں لکھا ہے۔ کہ راؤ رائے پال مارواڑ نے چھ سو مسلمانیوں کو اپنے سرداروں اور نوکروں کو بیاہ دیا۔

(۹) سولھویں صدی میں جب سندھ کے مسلمانی حملے سے بھٹی راجپوت مسلمان بنائے گئے تب جیلمر کے بھاٹی راجپوت مہاراج جیت سنگھ جی نے کاشی کے پنڈتوں کو بلا کر ایک بڑا یگیہ کیا۔ اور اُس یگیہ میں جو کوئی مسلمان آیا۔ اُس کو جیت بندہ میں سنان کرا کر ہندو بنا لیا گیا وغیرہ وغیرہ۔

عام شدھی

(۱۰) پنجاب وزیر آباد کے مشہور سناتن دہرمی سورگباسی دیوان کرشن گوپال صاحب شبھالے نے اپنی تصنیف ” نمائی چاند“ کی تیسری کرن کے صفحہ ۲۹ سے ۵۹ تک میں ہری داس ٹھاکر کی نسبت لکھا ہے کہ وہ پیدائشی مسلمان تھا۔ جو کہ سمت ۱۳۴۲ شاکا میں بڈھن نامی گاؤں میں پیدا ہوا۔ جو اس وقت جیسور کے سب ڈویژن بن گرام میں واقع ہے وہ چھوٹی عمر میں ہی اپنے گھر سے نکلکر شانتی پور میں آ گیا اور ادویت آچاریہ سے عرض کی۔ پربھو میں نیچ ذات مسلمان ہوں میرا اُدھار کیونکر ہوگا۔ آچاریہ نے اُسے تسلی دی۔ اور اُپدیش کر کے اُس کے بال مُنڈوا دئے۔ اور تُلسی کی مالا اور تلک دھارن کرا دیا گنگا جی میں کھڑے ہو کر ہری نام دیا۔ اور شکتی سنچار کی۔ اور ہرداس نے نیم کیا۔ کہ ہر روز بھگوان کا تین لاکھ نام جپیں گے۔ اس کے بعد وہ ایک رات چپکے سے جنگل کو چل دئے۔ اور تنہائی میں ہری بھجن کرنے لگے۔ اُس حالت میں ایک زمیندار رام چندر خاں نے اُس کی پریکشا لینے کے لئے ایک مسلمان رنڈی کو مقرر کیا۔ مگر وہ بھی اُس کے

ست سنگ سے شدھ ہو گئی وغیرہ۔

(۱۱) دبستان مذاہب نامی کتاب فارسی زبان میں ہے۔ اُس کا لکھنے والا بھی مسلمان ہے۔ اُس کا جو اُردو ترجمہ ۱۸۸۶ء میں ہوا ہے۔ اس کے صفحہ ۴۱۷ پر کامران نامی حکیم کا جیون چرتر (تواریخ) لکھا ہے۔ جس میں درج ہے کہ مہاشہ کامران جو کہ بڑے عالم شخص تھے اور شیرازی سنائیوں کے پیرو تھے وہ ہندوستان میں آئے۔ اور ہندو دھرم کو گرہن کیا۔ اور ہندوؤں کے دھرم شاستروں کو براہمنوں سے پڑھا۔ ۱۰۵۰ھ ہجری میں اکبرآباد کے نزدیک فرخ سرائے میں اُن کا انتقال ہوا اور جو کچھ اُن کے پاس تھا اُس میں سے نقد مال وشنو براہمنوں کو دیا گیا وغیرہ۔

سکھ اتہاس اور شدھی

(۱۲) ویر رتن شری گورو گو بند سنگھ جی مہاراج بھی برابر شدھی کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ تواریخ گورو خالصہ حصہ ۲ صفحہ ۲۲ میں درج ہے کہ رام سنگھ نومسلم کو جس کی سُنّت بھی کر دی گئی تھی۔ گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے اُس کو پھر سکھ بنا لیا۔ اور حکم دیا کہ آئندہ

جو کوئی ہندو یا سِکھ مسلمان ہو جائے۔ اُس کو واپس اپنے میں بلا لیا جائے۔

(۱۳) تواریخ گورو خالصہ حصہ ۲ صفحہ ۱۴۹ پر لکھا ہے۔ کہ سنگھوں کی بہادری دیکھ کر بادشاہ (احمد شاہ درّانی) نے حیران ہو کر کہا۔ کہ ایسے بہادروں کو قتل کرا دینا بھاری بے انصافی ہے۔ یہ تو مسلمان بنانے کے قابل ہیں۔ تب قاضی نے عرض کی۔ کہ ان کافروں کا کوئی دین وایمان نہیں۔ سینکڑوں مسلمان بنائے ہوئے پھر سکھ بن گئے ہیں۔

(۱۴) پھر تواریخ گورو خالصہ حصہ ۲ صفحہ ۱۳۳ میں درج ہے۔ انیک سنگھیناں تے مغلانیاں تے پٹھانیاں لے آندیاں۔ سوڈھی صاحب نے اُنہاں نوں آنند پڑھا دتے۔ (یعنی آنند پڑھا کر شدھ کر لیا) انوپ سنگھ براہمن چخال تھلیا۔ علاقے پٹیالے دا۔ تخت سنگھ بیچ گڑھیا۔ لعل سنگھ ادسا۔ خیرا سنگھ رتوکا۔ نند سنگھ بیرار۔ دیوا سنگھ سوماںٹراں۔ کہر سنگھ اندہاوا۔ حاط سنگھ چنگ اتیاوک (وغیرہ) سنگھاں نال عورتاں نے خوشی ہو کے آنند پڑھا لئے۔ اُنہاں دی سنتان ہن تک پنڈاں (گاؤں) وچ ہے۔ ایہو ریتی چر تک خالصے پنتھ

وچ رہی تے ہن بھی انیک جٹاں سنگھاں دے گھراں وچ مسلمانیاں ہن ۔ اُنہاں دے پتر جٹاں دے گھر ویاہے ہوئے اساں آپ دیکھے ہن ۔ جیسے سردار ہر اسنگھ سلطان پنڈ والے دے بیٹے گوپال سنگھ دی بیتے پوتریاں دی شادی چنگے خاندان جٹاں دے گھر ہوئی ۔ تے گوپال سنگھ دی مائی مسلمان سکھنی اجے جیوندی ہے ۔ ہور مالوے دیس ڈالے پنڈ ہری سنگھ جٹ دے گھر پٹھانی سنگھنی دی اولاد ہے ۔ ہور مالوے دیس سوی پنڈ ادتم سنگھ دے گھر بلوچنی سنگھنی دی سنتان ہے ۔ ہور بڑے پنڈ پرگنے مکتسر کور سنگھ جٹ دے گھر رنگھڑی سکھنی دے پنج پتر دو پوترے جٹاں دے ویاہے رنگھڑی سمیت موجود ہن ۔ اتیادک ہور بہت جگہ ہن ۔

(۱۵) یہ امر واقعہ ہے کہ شری گورو گوبند سنگھ جی مہاراج نے ہزاروں چماروں اور چوہڑوں کو چاہے وہ ہندو تھے یا مسلمان سکھ بنایا ۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ۔ کیونکہ اس وقت بھی ہزاروں خاندان ان سکھوں کے موجود ہیں ۔ جو کہ روداسئے ۔ مذہبی اور رہتئے کہلاتے ہیں ۔

(۱۶) مشہور ویر سکھ سردار ہری سنگھ نلوا کے متعلق ایک تاریخی واقعہ ہے کہ علاقہ نوشہرہ پنجاب سے یاغستان کے پٹھان بہت سی ہندو

عورتیں جبراً پکڑ کر لے گئے۔ جس سے بہت دُکھی ہو کر ہندوؤں نے سردار صاحب کے پاس فریاد کی۔ تب سردار صاحب نے یاغستان پر چڑھائی کر دی۔ پٹھانوں کے بھاگ جانے پر وہ بہت سی پٹھانی مسلمان عورتوں کو پکڑ کر ہمراہ لے آئے۔ اور سکھوں کے ساتھ ان کے بیاہ کر دئے۔ جب یہ حال پٹھانوں کو معلوم ہوا۔ تب وہ بہت سٹ پٹائے اور مجبور ہو کر سردار صاحب کے پاس اس لئے جرگہ لے کر آئے کہ ہماری عورتیں لوٹا دی جائیں۔ تب سردار صاحب نے کہا کہ تم جسقدر ہندو عورتیں لے گئے ہو وہ واپس کر دو۔ اور اپنی عورتیں لے جاؤ۔ چنانچہ پٹھانوں نے ایسا ہی کیا۔ اور جو ہندو عورتیں مسلمان بنا لی گئی تھیں۔ واپس آ کر اپنے ہندو گھروں میں آباد ہو گئیں وغیرہ وغیرہ۔

آریہ سماج اور شدّھی

(۱۷) ویدوں اور ویدک ساہتیہ (لٹریچر) کے پورن ودوان آریہ سماج کے بانی مہرشی شری سوامی دیانند جی نے جب سے موجودہ آریہ سماج کی بنیاد رکھی تب سے ہی ویدک آگیا کے مطابق اناریوں کو آریہ بنانے کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے جنم کے

مسلمان مہاشہ محمد عمر کو اُنہوں نے خود شدھ کیا اور الکھ دھاری
نام رکھا۔ اس کے بعد آریہ سماج بھی اپنی طاقت کے مطابق شدّھی
کا کام ہمیشہ ہی کرتا آیا ہے اور سورگیہ شہید شری پنڈت لیکھرام جی
آریہ مسافر زندگی بھر شدھی کا کام کرتے رہے۔ اور شدّھی کی خاطر
ہی ایک وشواس گھاتی مسلمان کے ہاتھ سے شہید بھی ہوئے۔ اس لئے
مہاتما جی کا یہ فرمانا سراسر ایک بہتان ہے کہ آریہ سماج نے عیسائیوں یا
مسلمانوں کی نقل میں شدھی کا کام جاری کیا ہے۔ بلکہ یہ کہنا ٹھیک
ہوگا۔ کہ آریہ سماج نے شدھی کرنا اپنے آچاریہ سے سیکھا ہے۔ اور
آچاریہ نے وید اور سمرتی وغیرہ ویدک ساہتیہ سے۔ اب آریہ سماج
وید کا حکم سمجھکر ہی شدھی کا کام کر رہا ہے۔ جس طرح سمرتی کال کے
آریوں نے انیک شک اور یون (تاتاری اور یونانی) وغیرہ
جاتی کے لوگوں کو اپنا ہی انگ سمجھکر اپنے میں ملا لیا تھا۔ اسی طرح
آریہ سماج بھی بقول منوسمرتی اور مہابھارت وغیرہ موجودہ عیسائی
اور مسلمان وغیرہ کو بھی آریوں میں سے ہی نکلے ہوئے اپنے بھائی
سمجھکر اپنے طریقہ کے مطابق اُنہیں اپنے اندر ملا لیتا ہے۔ لیکن اگر
سمرتیوں کے عملی پتیت پریورتن (غیر ہندو ہونے والوں کی واپسی)
کو دور کی بات سمجھکر چھوڑ بھی دیا جائے۔ اور بالفرض محال اگر مہاتما جی

کے اس بلا ثبوت دعوے کو مان لیا جائے - کہ ہندوؤں میں
بہت سی قوموں کے لوگوں کا جو داخلہ ہوا ہے وہ وکاش آتمک
ہے - تو بھی آریہ سماج کی شدھی کا رہنا نہایت ضروری ہے کیونکہ
اس وقت بھارت میں جتنے دیسی عیسائی ہیں وہ سارے اور مسلمان
تقریباً ۹۰ فیصدی ہندوؤں سے عیسائی اور مسلمان بنائے گئے
ہیں - اس لئے وہ دہارمک ارتقا کی منزلیں طے کر چکے ہیں - اُنہیں
یا اُن کے بزرگوں کو تو عیسائیوں اور مسلمانوں نے زبردستی یا لالچ
سے پتت کیا تھا - اس لئے اُن پتتوں یا ملکانہ راجپوتوں کہ جن کے
آچار ویوہار بھی ابھی تک ہندوانہ ہیں - یا کہ جو لوگ سالوں اور
مہینوں سے عیسائی مسلمان بنائے گئے ہیں اور بنائے جا رہے ہیں -
اُن سب کو واپس لینا جہاں مہاتماجی کے وکاش آتمک سماویش
(بذریعہ ارتقا ملنا) کے خلاف نہیں ہے - وہاں جو گرائے گئے تھے
اُن کو اُوپر اُٹھانے کا پوتر کام بھی کرنا ہے - اور اگر آریہ سماج د
سمرتیوں کے پرایشچت کی ودھی (طریقہ) میں فرق کہہ کر آریہ سماج
کی شدھی کا نشیدھ کیا جائے - تو میں عرض کروں گا کہ اول تو آریہ
سماج کی شدھی کا طریقہ سمرتیوں کی شدھی کے طریقے کے خلاف نہیں
ہے - دوم شدھی مقصد ہے اور ودھی یعنی طریقہ اُس کا سادھن ہے

سادھن ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ وقت کی سمرتیوں
میں بھی پرائشچت (کفارہ) کے طریقے وقت اور حالتوں کے بدلنے
سے بدلتے رہتے ہیں۔ آریہ سماج بھی دیش۔کال اور اوستھاؤں
(جگہ۔ وقت اور حالات) کے لحاظ سے مناسب طریقہ کا استعمال کر
رہا ہے۔ اس لئے آریہ سماج اور سمرتیوں کی شدھی کے اصول میں کوئی
فرق نہیں ہے۔

پس پیچھے بیان کردہ واقعات کی بنا پر یقینی طور پر یہ کہا جا سکتا
ہے کہ مہاتما جی کا یہ فرمانا کہ ہندو دھرم مشنری دھرم نہیں ہے۔
ہرگز درست نہیں ہے۔ اس کے آخر پر میں اتنا اور بھی عرض کرونگا
کہ دھرم ایک قدرتی چیز ہے۔ وہ مذاہب کی طرح انسانوں کا بنایا
ہوا نہیں ہے۔ اس لئے وہ ہر ایک انسان کے لئے مساوی ہے۔
وہ کسی خاص ملک اور قوم کی جائداد بھی نہیں ہے۔ اور وہ نسلاً بعد
نسلاً ترقی کرتے ہوئے ملنے والی چیز بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ پرچار
کے ذریعہ پھیلا اور پھیلتا ہے۔ ہندوؤں میں یونانی وغیرہ ملنے
والی قوموں کے لوگوں کو بھی ویدک دھرم کی پراپتی ارتقا سے نہیں
بلکہ ہندوؤں کے تعلق اور اپدیش سے ہی ہوئی تھی۔ چونکہ دھرم ہر ایک
انسان کے لئے لازمی ہے۔ کیونکہ وہ انسانی زندگی کا دستور العمل ہے

اس لئے اُس کو ہر ایک انسان تک پہونچانا بھی ضروری ہے۔ جو اس دہرم کو جانتے ہیں۔ اُن کا فرض ہے کہ وہ اس کو سب کی بھلائی کے لئے دُنیا میں پھیلائیں اور لوگوں کو مت متانتروں کے توہمات سے چھوڑائیں اور گمراہی سے بچائیں۔ یہی وجہ ہے کہ آریہ سماج بھی عام لوگوں تک ویدک دہرم کا پہونچانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اور جو اس کو گرہن کرنا چاہیں۔ اُن کو ویدک دہرمی نہ بنانا بقول انگمس منی اور سکندھ پُران پاپ سمجھتا ہے اور اس پر اُس کا درڑھ وشواس (پختہ یقین) ہے۔

ناظرین! شدہی کے متعلق دو اعتراض اور بھی کئے جاتے ہیں۔ اِن کا جواب دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ذیل میں دیا جاتا ہے۔

کیا تحریک شدہی محض تعداد بڑہانیکیلئے ہے

(۱) پہلا اعتراض جو کہ خاص کر شدہی کے مخالفین اور کچھ راج نیتک بھائیوں کی طرف سے بھی کیا جاتا ہے یہ ہے۔ کہ یہ تو مانا جا سکتا ہے۔ کہ پُرانے آریوں میں غیر ہندوں کو اپنے اندر ملانے کا رواج تھا۔

اور شاستر بھی شدھی کا وِدھان کرتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آریوں کا اتہاس اور شاستر صرف اپنی تعداد بڑھانے والی اُس شدھی کی تائید کرتے ہیں۔ کہ جس کا محرک آریہ سماج ہے۔ موجودہ تحریک شدھی تو صرف عیسائیوں اور مسلمانوں کی تقلید میں آریہ سماج کی چلائی ہوئی ایک نئی تحریک ہے۔ جیسا کہ مہاتما جی کے اِن الفاظ سے ظاہر ہے۔

"میری رائے کے مطابق تو عیسائیوں کی طرح اور اس سے کم اسلام کی طرح دوسرے مذاہب والوں کو بھرشٹ کر اپنے میں ملا لینے کی وِدھی ہندو دھرم میں ہے ہی نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بات میں آریہ سماجیوں نے عیسائیوں کی نقل کی ہوگی۔ نوجیون یکم جون ۱۹۲۴ء"

(آریہ) ہندوؤں کے دھرم (ویدک دھرم) میں غیر ہندوؤں کو اپنے اندر ملانے کا قاعدہ نہیں ہے۔ اس غلط دعوے کی تردید تو ہم واقعات کی بنا پر پیچھے اچھی طرح سے کر آئے ہیں۔

البتہ مہاتما جی کا یہ فرمانا بالکل بجا ہے اور اس میں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ ویدک دھرم کی بتلائی ہوئی شدھی کا وہ مقصد ہرگز نہیں ہے۔ جو کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا دوسروں کو اپنے میں ملانے کا ہے کیونکہ آریوں کے دھرم شاستروں میں آئے "پتتوں کی شدھی" کے

الفاظ اُن پتتوں سے کرائے جانے والے پرائسچت شبد سے ہی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ جہاں آریوں کا مقصد دوسروں کو اپنے اندر ملانے کا خالص دھارمک ہے راج نیتک نہیں ہے۔ وہاں عیسائیت اور اسلام کا عقیدہ یا طرز عمل بتلاتا ہے کہ عیسائی اور مسلمان بننے کے لئے سدا چاری یا دھرماتما بننے کی ضرورت ہی نہیں۔ بلکہ محض خدا۔ حضرت عیسیٰ و انجیل اور خدا۔ حضرت محمدؐ صاحب و قرآن شریف پر ایمان (وشواس) لانے کی ضرورت ہے۔ گویا صرف ایمان ہی اُن کی نجات کا حقیقی سبب ہے نہ کہ دھرماتما ہونا۔ یا یوں سمجھئے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ چاہے کوئی کیسا ہی خدا پرست اور اعلیٰ اخلاق کا مالک ہی کیوں نہ ہو۔ جب تک حضرت عیسیٰ و انجیل اور حضرت محمدؐ و قرآن شریف پر ایمان (وشواس) نہیں لاتا۔ عیسائی اور مسلمان نہیں بن سکتا۔ اور جب تک عیسائی اور مسلمان نہیں بنتا۔ بہشت اور نجات بھی نہیں پا سکتا۔ جیسا کہ اخبار مُبلغ دہلی کی اس تحریر سے ظاہر ہے۔

"مسیحیت نے مسیح کے بعد یہ اصول بنا لیا کہ جو لوگ مسیح اور اُن کی نجات کو تسلیم نہ کریں گے وہ ہمیشہ کے لئے سزا بھگتیں گے۔ اسی طرح حضرت محمدؐ نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا۔ کہ وہ

باہر نکلیں - اور اُن کے پیغام نجات کو تمام دُنیا تک پہنچا دیں اسلامی فقہ کی بھی تقلید کی صورتوں نے نجات اُنہیں کے لئے مخصوص کر دی - جنہوں نے خداوند کریم کے اُس آخری پیغام کو تسلیم کیا - جو اُس کے آخری نبی کے ذریعہ یہاں تک پہنچا - کفارہ کو مسیحی بنانا مسیحیت کے نزدیک اُنہیں نار دوزخ سے بچانا ہے - اُسی طرح مسلمانوں کے نزدیک کسی کافر کو مسلمان بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اُسے ابدالآباد تک کی سزا اور لعنت سے بچایا جائے - پرکاش لاہور ۲۶ - جون ۱۹۲۶ء"

چنانچہ مولانا محمد علی صاحب کا مہاتما گاندھی جی کو باوجود اعلیٰ اخلاق کا مالک ماننے کے بھی اُن کو ایک بد اخلاق مسلمان سے کمتر - کافر اور دوزخی سمجھکر اُنہیں دوزخ کے عذاب سے بچانے کے لئے مکہ شریف میں اُن کے لئے مسلمان ہونے کے لئے دعا کرنا بھی اسی عقیدہ کا نتیجہ ہے مسلمانوں کا یہ عقیدہ اُن کی مندرجہ ذیل قسم کی احادیث اور مذہبی روایات پر ہی مبنی معلوم ہوتا ہے -

(الف) من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ و ان زنا و ان سرق " حدیث صحیح بخاری " ترجمہ لا الہ الا اللہ کہنے والے مسلمان بہشت میں جائیں گے چاہے وہ زانی اور چور ہوں -

(ب) یعقوب نے امام محمدؑ باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرت امیرالمومنین نے میرے باپ سے دوستانِ آلِ محمدؐ کو دوست رکھو۔ اگرچہ فاسق اور زناکار ہوں۔ دشمنانِ آلِ محمدؐ کو دشمن رکھو۔ اگرچہ بہت روزہ رکھنے والے اور بہت نماز گذار ہوں۔ حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۱۹۱۔

(ج) امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔ کہ فرمایا جو شخص دوست رکھے ہم کو اگرچہ وہ زنا اور چوری کرے۔ اُس کا محشر ہمارے ساتھ ہوگا۔ حق الیقین شیعہ صفحہ ۷۰۲۔

(د) حدیث قدسی میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ میں اُس شخص کو ضرور بہشت میں داخل کرونگا۔ جس نے اطاعت کی ہو علیؑ کی۔ اگرچہ میرا نافرمان ہو۔ اور داخل کرونگا دوزخ میں اُس شخص کو جس نے نافرمانی کی ہو علیؑ کی۔ اگرچہ تابع فرمان ہو۔ تذکرۃ المعصومین شیعہ صفحہ ۶۳ و عمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۱۶۶ " از اہلحدیث ۲۶۔ نومبر ۱۹۲۶ء

(ر) حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کے گھر داخل ہوئے پس آنحضرت سے عرض کیا کہ آج جس طرح آپ فرحت ناک تشریف فرما

ہوئے ہیں۔ اس طرح سے کبھی میں نے آپ کو تشریف لاتے نہیں دیکھا آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ یا علی اس وقت میں تم کو بشارت دینے آیا ہوں۔ آگاہ ہو کہ ابھی جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ حق سبحانہ تعالیٰ بعد تحفہ سلام کے فرماتا ہے۔ کہ اے حبیب ہمارے علی اور اُن کے شیعوں کو بشارت دو کہ بالتحقیق ہر ایک نیک و بد اُن شیعوں سے اہل جنت سے ہے۔ از ینابیع المصائب شیعہ حصہ اوّل مجلس ۱۲ صفحہ ۷۳ سطر ۳۔ و خلاصۃ المصائب صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ نولکشور"۔

اوپر کے اقتباسوں سے ظاہر ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی تبلیغ دوسروں کو محض حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کے پیرو بنا کر اپنی تعداد بڑھانے کی غرض سے ہے۔ نہ کہ سداچاری بنانے کی دھارمک غرض سے اُنہوں نے جو حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ صاحب کی سفارش سے نجات ملنے کا مذہبی عقیدہ لوگوں کے سامنے رکھا ہے۔ وہ تو محض سادہ لوح اور اندھ وشواسی لوگوں کو سبز باغ دکھلا کر پھانسنے کا ایک ڈھنگ ہے۔ ورنہ سمجھدار آدمی اس بات کو اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ یہ نجات دلانے والی ایجنسیاں قطعی بناوٹی اور جعلی ہیں جو کہ اخبار مبلغ کی مذکورہ تحریر کے بموجب حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کے بعد اُن کے ہوشیار پیروان نے بلا منظوری خدا قایم کی ہیں۔ کیونکہ یہ ایک کھلی ہوئی سچائی ہے۔

کہ نجات کسی کی سفارش سے نہیں بلکہ انسان کے اپنے ہی نیک اعمال یا پوتر آچار اور وچار سے ملیگی۔ یہاں پر یہ نہ کہنا بھی بے الضافی ہوگی کہ جہاں ہم حضرت محمدؐ صاحب کی تبلیغ کو سیاست سے الگ نہیں کر سکتے۔ وہاں مہاتما عیسیٰ کا دوسروں کو اپنے اندر ملانے کا مقصد سیاسی نہیں تھا۔ یہ تو بعد میں مسلمانوں کے جہادی حملوں کا مقابلہ کرنے کے لئے عیسایئوں کو بھی وہی مقصد بنانا پڑا جو کہ مسلمانوں کا تھا۔ یہی نہیں کہ مسلمانوں نے یورپ میں ہی پریم کے پرچارک حضرت عیسیٰ کے چلائے ہوئے عیسائی مذہب کو ہی اپنے جیسا پولٹیکل مذہب بنا دیا بلکہ بھارت میں بھی اونہوں نے اپنے اتیاچاروں (ظلموں) سے شانت سروپ گورونانک دیو کے بھگتی پر وہان مت کے پیروان کو بھی تلوار پکڑنے پر مجبور کرکے ویر شرومنی شری گورو گوبند سنگھ جی کی پیشوائی میں پہادر سکھ پنتھ کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ عیسایئوں اور مسلمانوں کے مذکورہ پولٹیکل مقصد کا بنیادی سبب یہی ہے اور وہ یہ ہے کہ عیسائی مذہب تو پوپ سے اور اسلام اپنے تلوار دہاری جنم داتا حضرت محمد صاحب سے ہی خالص پولٹیکل مذہب کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ کیونکہ اُن کے سامنے اُس وقت کے حالات ایسے ہی تھے۔ چنانچہ اس کا اظہار مہاتما جی نے بھی کانگریس کے موقعہ پر شری سوامی شردہانند جی مہاراج کے بلیدان

پر کی ہوئی اپنی گوہٹی (آسام) کی تقریر میں اس طرح پر کیا ہے۔
"مسلمانوں کو ایک دشوار گذار راستہ طے کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ خنجر اور پستول کو کھلے دل استعمال کرتے ہیں۔ لیکن تلوار اسلام کی نشانی نہیں۔ لیکن اسلام ایسے مقام پر اور ایسی حالتوں میں پیدا ہوا تھا۔ جہاں تلوار ہی سب سے بڑا قانون سمجھا جاتا تھا۔ عیسیٰ کا محبت کا پیغام اُن لوگوں پر کوئی اثر نہ کر سکا۔ کیونکہ حالات اُس کے قبول کرنے کے خلاف تھے۔ اس لئے حضرت محمد صاحب کے پیغام سے مسلمانوں میں اب بھی تلوار چمکتی ہی اب یہ تلوار میان میں داخل ہونی چاہیئے۔ اگر اسلام کو اس حالت پر پہنچنا اور امن و امان قائم رکھنا ہے۔" تیج دہلی ۲۹۔ دسمبر ۱۹۲۶ء

چنانچہ عیسائی اور اسلام مذہب کا پولیٹیکل مذہب ہونا بھی ایک سبب تھا۔ کہ اُن کے مذہبی پیشوا اور دنیوی حاکم ایک ہی شخصیت عیسائیوں کے پوپ اور مسلمانوں کے خلیفہ صاحبان ہوئے ہیں۔ پوپ رُوم کی پولیٹیکل سرگرمیاں اور پیغمبر عربی اور ان کے اصحاب اور خلیفوں کی غیر مسلموں کو قتل کرنے والی تلوار کے خونی کارنامے اس کا بدیہی ثبوت ہیں (دیکھو جہاد رسول و شامی جہاد مولفہ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی) ان کی مذہبی اور حکومت کی باگ ڈور ایک ہی شخصیت کے ہاتھ میں

ہونے کی وجہ سے اُس نے مذہب کو ملکی اور مُلک کو مذہب کی اشاعت کے لئے بے دریغ استعمال کیا۔

یعنی اُنہوں نے جہاں زور بازو اور تلوار و اپنی سیاسی چالوں سے دوسروں کو عیسائی اور مسلمان بنا کر اپنے مذہب کو پھیلایا۔ وہاں اپنے پیغمبروں کی شفاعت اور بہشت کے لالچ کی آڑ میں اپنے پیروؤں کو بڑھا کر اپنی سیاسی طاقت کو بھی بڑھایا۔ عیسائیوں کا کرو سیڈ (صلیبی جنگ) اور مسلمانوں کا جہاد میرے اس بیان کے لفظ لفظ کی تائید کرتے ہیں۔ اگرچہ اس دو دھارے عہدہ پوپ کا خاتمہ مہانو بھاؤ لیوتھر اور میٹرنی وغیرہ سجنوں کی محنت اور جانفشانی نے مدت سے کر دیا ہوا ہے۔ اور خلافت کی صفائی بھی اب دور بین کمال پاشا کی کوشش سے ہو چکی ہے۔ تاہم مذہب کو دُنیا کے لئے اور دُنیا کو مذہب کے لئے استعمال کرنے کا ابھیاس (کسی کام کو بار بار کرنا) عیسائیوں اور مسلمانوں میں اب بھی برابر جاری ہے۔ عیسائی اور مسلمان علانیہ و خفیہ اور جائز و ناجائز طور پر حسب موقعہ اُس سے برابر کام لیتے رہتے ہیں۔ لیکن آریوں (ہندوؤں) کا حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اُن کے دھرم کی باگ ڈور براہمنوں اور حکومت ہمیشہ ہی کھشتریوں کے ہاتھ میں رہی ہے۔ براہمن عموماً ہمیشہ ہی راج سے اُوپرام (پرہیز کرتے)

رہے ہیں۔ اور کھشتریوں کا کوئی حق نہیں تھا کہ وہ دہارمک معاملوں میں دخل دیتے۔ اس لئے آریوں میں دہرم کو مُلک اور مُلک کو دہرم کی اشاعت کے لئے کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔ اس کے سوائے ویدک دہرمیوں میں پتت اودہار (شدہی) کا رواج اُس پُرانے زمانے سے چلا آتا ہے کہ جب زمانے میں منش جاتی کو بے شمار حصوں میں تقسیم کرنے والے ورودھ اور دویش (اختلاف و نفرت) کو بڑھانے والے ایکتا (اتحاد) کے دشمن مت متانتروں یا مذاہب کی ہستی ہی نہ تھی۔ اس لئے اُس وقت اپنے پیروؤں کی تعداد بڑھانے کا خیال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ لہٰذا میں عرض کروں گا کہ آریہ سماج کی شُدہی کی اصلی غرض و مرض ہرگز وہ نہیں ہے۔ جو کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی ہے بلکہ آریہ سماج کی شدہی کا وہی دہارمک مقصد ہے۔ جو کہ پراچین آریوں کا اناریوں کو آریہ بنانے کا تھا۔ اس لئے آریوں کی شدہی سے اُن کی تعداد کے بڑھنے کا خیال کرکے اُس کو عیسائیوں اور مسلمانوں کی نقل قرار دینا ہرگز درست نہیں ہے۔ میرے اس بیان کی صداقت کو جانچنے کے لئے مندرجہ ذیل وجوہات بھی قابل غور ہیں۔

(۱) اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شدہی کرنے سے آریوں کی

تعداد میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن اس سے یہ قیاس کر لینا درست نہیں ہے۔ کہ شدھی کا مقصد ہی تعداد کا بڑھانا ہے۔ کیونکہ کسی کام کے کرنے سے اُس کا نتیجہ کئی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے حالانکہ اُس کا مقصد خاص ایک ہی ہوتا ہے۔ جس طرح کہ کھانا پکانے کے لئے چولھے میں آگ جلائی جاتی ہے نہ کہ چولھے کے جلانے کے لئے۔ اور جسم کی صفائی کے لئے پانی میں نہایا جاتا ہے نہ کہ پانی کو میلا کرنے کے لئے۔ تاہم آگ جلانے سے چولھا بھی جلتا ہے اور ہوا میں گرمی بھی بڑھتی ہے۔ اور نہانے سے پانی بھی ضرور میلا ہوتا ہے۔ اسی طرح وچاروں اور آچاروں (خیالات و اعمال) کی شدھی کے لئے ہی جو شدھی سنسکار کر کے کسی کو اپنے میں ملایا جاتا ہے۔ اُس کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ شدھی کرنے والے آریوں کی تعداد بڑھے۔ لیکن اس پر بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شدھی کا مقصد ہی اپنی تعداد کا بڑھانا ہے۔ بلکہ جس طرح چولھے میں آگ جلانے کا مقصد صرف کھانا پکانا اور پانی میں نہانے کا مقصد صرف جسم کی صفائی کرنا ہے۔ اُسی طرح شدھی کا مقصد بھی انسان کو اُس کے وچار اور آچار بدل کر ویدک دھرمی بنانے کا ہے۔ اس لئے جیسے آگ جلانے کو صرف چولھے کے جلانے اور نہانے کو پانی کے میلا کرنے کے لئے سمجھنا بھول ہے۔ اُسی طرح آریہ سماج

کی شُدھی کو صرف تعداد بڑھانے کا ہی مقصد تبلانا غلطی ہے۔ کیونکہ تعداد کا بڑھنا مقصد کے طور پر نہیں بلکہ شدھی کے لازمی نتیجہ کے طور پر ہے۔ جو کہ کسی طرح پر بھی روکا نہیں جا سکتا۔

(۲) بودھوں کی تعداد آج بھی دُنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ لیکن مہاتما بُدھ اور بودھ بھکشوؤں کا دوسروں کو اپنے میں ملانے کا مقصد صرف اہنسا آدی دہرم کا پرچار یا اپنے موافق وچار اور آچار کا بنانا ہی تھا۔ نہ کہ کوئی پولٹیکل مقصد۔ کیونکہ مہاتما بُدھ اپنے راج کو چھوڑ کر آنے والے مہا تیاگی مہاتما تھے۔ نہ کہ راجہ جو کہ سیاسی غرض سے اپنی جماعت کو بڑھاتے۔ بلکہ کئی ایک بُدھ دہرم کے ماننے والے راج کُنروں اور پُتریوں کو بھی بُدھ مت کے پرچار کے لئے راج کو چھوڑ کر بھکشو بننا پڑا تھا۔ لیکن آپ کے اس دہرم پرچار سے بودھوں کی تعداد بڑھی کیا اس سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ مہاتما بُدھ نے اپنی پولٹیکل طاقت کو بڑھانے کے لئے ہی دوسروں کو اپنے مذہب میں ملایا تھا۔ یا یہ کہ چونکہ دہرم پرچار سے تعداد بڑھتی ہے۔ اس لئے انہیں اپنے دہرم کا پرچار ہی نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ یہی حال کمارل بھٹ اور شری سوامی شنکر آچاریہ جی کا تھا۔ کہ جنہوں نے باوجود تیاگی ہونے کے بھی بے شمار بودھوں کو محض ویدک دہرمی بنانے کی خاطر ہی بودھوں کی سنگت سے نکال کر اُن کو

ویدک دہرمیوں میں ملایا تھا۔ جس طرح کوئی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ راج کو تیاگ کر آنے والے مہاتیاگی مہاتما بدھ اور لنگوٹی بند یتی شنکر نے کسی پولٹیکل غرض کے لئے اپنے خیالات کے لوگوں کی تعداد کو بڑھایا۔ اسی طرح یہ بھی کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ آریہ سماج کے بانی رشی دیانند نے جو جنم کے مسلمان مہاشہ محمد عمر کو الکھ دہاری بنا کر آریہ سماج کی شدہی اندولن (تحریک) کو شروع کیا تھا۔ اور بعد میں اُس کے قایم کئے ہوئے آریہ سماج نے جس کو جاری رکھا۔ وہ تحریک شدہی اپنی تعداد بڑھانے کے لئے ہی ہے۔ کیونکہ رشی دیانند ہی پرم تیاگی سنیاسی تھے نہ کہ راجہ جو کہ زور بازو کے بڑھانے کی کوشش کرتے۔

حقیقت میں رشی دیانند کی حقیقی غرض تو عوام کو اُس ویدک دہرم کی تعلیم دے کر اُنہیں ویدک دہرمی بنانا تھا۔ جس کو کہ وہ ایشوریہ ہونے سے منش ماتر کی سمپتی (جائداد) سمجھتے تھے۔ اور جس کا دروازہ کچھ مدت سے ہندوؤں کی بھول اور تعصب کی وجہ سے غیر ہندوؤں کے لئے بند ہو چکا تھا۔ تعصب سے اس لئے کہ ہندوؤں کا کوئی حق نہیں تھا کہ وہ ہر ایک انسان کے لئے دئے گئے ایشوریہ دہرم پر اپنا ہی قبضہ جما کر دوسروں کو اس سے محروم کر دیتے

(۳) کسی دہرم کا زندہ رہنا اُس کے ماننے والوں کی زندگی پر ہی

منحصر ہے۔ کیونکہ جس دہرم کے ماننے والے نہیں رہتے۔ وہ دہرم بھی سنسار میں نہیں رہتا۔ یا یوں سمجھیے کہ کسی دہرم کے ماننے والوں کا نہ رہنا دوسرے لفظوں میں اُس دہرم کا ہی دُنیا سے مٹ جانا ہے۔ اس لئے ویدک دہرم کو زندہ رکھنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ انسانوں کو ویدک دہرمیوں کی حیثیت سے دنیا میں زندہ رکھا جائے۔ لیکن عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرف سے ہندوؤں کو عیسائی اور مسلمان بنا کر اپنی تعداد کو بڑھانے اور ویدک دہرمیوں کو مٹانے کا کام صدیوں سے برابر جاری ہے۔ جس سے ویدک دہرمی آج تک تقریباً چھ کروڑ مسلمان اور پچاس لاکھ کے قریب عیسائی بن چکے ہیں۔ اگر یہی صورت رہے تو یقینی ہے کہ ایک دن آریہ (ہندو) لوگ صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں۔ اور ویدک دہرم بھی اُن کے ساتھ ہی ختم ہو جائے۔ اسلئے عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرف سے روزانہ ویدک دہرمیوں کی تعداد کم کئے جانے والے آپتی کال (مصیبت کے وقت) میں ویدک دہرمیوں کی ہستی کو قایم رکھنا بلکہ تعداد کا بڑھانا بھی اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ آریہ لوگ کسی پولیٹیکل غرض سے بذریعہ شُدھی اپنی تعداد بڑھا رہے ہیں۔ کیونکہ ویدک دہرم کو زندہ رکھنے اور اُس کی کلیان کاری (نجات کے دینے والی) تعلیم کو پھیلانے کے لئے بھی ویدک دہرمیوں کی ہستی کو

قایم رکھنا اور تعداد کا بڑھانا لابدی ہے۔ اس لئے شدھی کرنا نہ تو کسی پر حملہ کرنا ہے اور نہ ہی عیسائیوں اور مسلمانوں کی نقل کرنا ہے۔ بلکہ یہ تو وقت کی ضرورت کے موافق اپنی حفاظت اور سنسار کے کلیان کرنے کا وہ سادھن ہے کہ جس کا استعمال پرانے زمانہ سے ہی ہمارے رشی منی اور مہا پرش دہرم سمجھکر برابر کرتے چلے آئے ہیں۔ اور اب اُن کی اولاد آریوں (ہندؤں) کے لئے بھی ویدک دہرم ویدک تہذیب اور آریہ قوم کو زندہ رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ انسانوں کو ویدک دہرمیوں کی حیثیت سے سنسار میں زندہ رکھنے کے لئے تحریک شدھی کو برابر جاری رکھیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے۔ تو وہ ویدک دہرم۔ ویدک تہذیب اور آریہ قوم کو دن بدن کمزور کر کے ایک دن مٹا دینے والے گناہ کے مرتکب ہوں گے۔

آریہ سماج میں داخل ہونے سے ہی کئی وچاروں اور آچاروں کی شدھی ہو جاتی ہے

(اعتراض) اب اگر یہاں پر کوئی یہ اعتراض کرے۔ کہ اگر آریہ سماج

کی شدھی کا مقصد دوسروں کے وچاروں اور آچاروں (خیالات اور عملوں) کو ہی سُدھارنا ہے۔ تو اس کے لئے اس بات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کہ دوسرے مذہب والوں کو اُدھر سے ہٹا کر اپنے میں شامل کیا جائے۔ کیونکہ دوسرے مذاہب سے نکال کر محض آریوں میں شامل کر لینے سے کسی طرح کی شدھی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے یہ کام اُس کی نسبت اس طرح پر اور بھی خوش اسلوبی سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ جہاں پر کوئی ہے وہیں پر بذریعہ دھرم پرچار اُن کا سُدھار کیا جائے۔ اس سے بڑا بھاری فائدہ یہ بھی ہوگا۔ کہ جو جھگڑے و فساد دوسرے مذہب والوں کو اپنے میں شامل کرنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ وہ نہیں ہونگے۔

(جواب) اس کا جواب یہ ہے کہ سُدھار کے متعلق معترض کا بتلایا ہوا طرز عمل اگرچہ الفاظی صورت میں بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ مگر جہاں یہ مہاتما بُدھ وغیرہ پچھلے سارے مذہبی ریفارمروں کے طرز عمل کے خلاف ہے۔ وہاں تجربہ اور مشاہدہ کے بھی خلاف معلوم دیتا ہے۔ کیونکہ اشدھ وچار اور آچار والے کو اُسی طرح کے لوگوں میں رکھ کر اُس کے وچار اور آچار کو سُدھارنا ننانوے فیصدی ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے کہ اگر مذہبی آزادی۔ امن اور اخلاق کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کے مندرجہ ذیل عقاید کو بدلنا ہو۔

قتل مرتد و مؤید ارتداد لازمی ہے۔ فاسق و فاجر مسلمان بھی بہشت میں جائے گا۔ حیوانی قربانی سے گناہوں کا کفارہ ہو سکتا ہے۔ گائے کا مانس بھکش (قابل خوراک) ہے۔ وغیرہ وغیرہ

تو ضروری ہے کہ اُن کو جائز تبلانے والے قرآن شریف اور سوسائٹی کے اثر سے اُن کو الگ کر لیا جائے۔ اور ایسے دہرم اور سماج میں اُن کو شامل کر لیا جائے جو کہ اُن کو قطعی ناجائز مانتا ہے۔ چنانچہ سدھار کے اس نہایت ہی مؤثر اور کامیاب سادھن کو استعمال میں لانے کا اُپدیش دُور بین اور تجربہ کار شاستر کاروں نے بھی کیا ہے۔ جیسا کہ اتری سمرتی کے پیچھے درج کردہ شلوک ۳۵ میں تندت لوگوں کی سنگت کا چھوڑانا بھی شدھی کا ایک حصہ تبلایا گیا ہے۔ اور ہے بھی یہ بالکل درست۔ کیونکہ ابھکش کے چھوڑانے وغیرہ کے لئے یہ لازمی ہے۔ کہ اُن کو ابھکش کے کھلانے والے لوگوں کی صحبت یا سوسائٹی سے علیحدہ کر لیا جائے۔

اس کے علاوہ یہ کہنا بھی امر واقعہ کے خلاف ہے۔ کہ آریوں میں شامل ہونے مار سے کسی طرح کی شدھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ درحقیقت آریہ سماج میں شامل ہوتے ہی عیسائیوں اور مسلمانوں کے کئی ایک اشُدھ وچاروں اور آچاروں کی شدھی ہو جاتی ہے۔ اس کا سبب کوئی

آریہ سماج کا معجزہ نہیں ہے۔ بلکہ اُس میں شامل ہونے والوں کے وچاروں اور آچاروں کی تبدیلی کا ہونا ہے۔ جو کہ آریہ سماج میں شامل ہونے کی وجہ سے لازمی طور پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ذیل میں درج کردہ چند مثالوں سے اس کا ثبوت اچھی طرح سے مل جاتا ہے۔

(۱) جو لوگ گائے مانس کو حلال اور اُس کا کھانا جائز سمجھتے تھے۔ وہ مانس آہار (گوشت خوری) کو ہی پاپ یا ناجائز سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

(۲) جو لوگ اپنے گناہوں کے کفارہ کے لئے گائے وغیرہ بے قصور جانوروں کی ہلاکت جیسی بیرحمی اور سفاکی کو قربانی ماننے کی غلطی کرتے تھے وہ ہر ایک جاندار کے مفاد اور بچانے کے لئے اپنے وقت۔ مال و دولت اور اپنی زندگی تک کو قربان کرنا ہی قربانی کا اصلی مفہوم سمجھنے لگتے ہیں اس لئے گناہوں سے بچنے کے لئے جانداروں کے گلے پر چھری چلانا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

(۳) جو لوگ محض حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ صاحب کی شفاعت سے یا کہ عیسائی اور مسلمان ہونے سے ہی اپنے لئے نجات لازمی سمجھ کر نیک اعمال (اخلاق) کی ضرورت کو ہی بے مصرف بنا دینے اور اس سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں بلکہ اپنے اپنے پیغمبر کی شفاعت کے بغیر

بہشت و نجات کا ملنا ہی نا ممکن مان کر اُن کے حاصل کرنے والی اپنی فطرتی آزادی کو ہی کھو بیٹھتے ہیں وہ اپنے ہی بھلے بُرے کرموں اور گیان کو ہی بھلائی بُرائی و نجات کا باعث مان کر اُنہیں سے دین و دُنیا کی بہتری سمجھتے ہوئے سداچار (اخلاق) کی حقیقی عظمت کے قایل ہو جاتے ہیں۔

(۴) جو اندھ وشواسی بھائی انسانی و مذہبی آزادی کے قطعی خلاف اسلام کے چھوڑنے والے کو قتل کرنے (قتل مرتد) کا خوفناک عقیدہ رکھتے تھے وہ آزادیٔ خیالات کے معتقد ہو کر آزادی۔ امن اور اخلاق کے حامی بن جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا سطور کے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ وچاروں اور آچاروں کے بدلنے سے انسانی زندگی میں شدھی اور اشدھی کی شکل کا بڑا بھاری پریورتن (تبدیلی) ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر اس حقیقت کو ان لفظوں میں کہدیا جائے تو اس میں کچھ بھی مبالغہ نہیں ہو گا کہ

"وچاروں اور آچاروں کے بھرشٹ ہونے سے جہاں دیوتا راکھشس بن جاتے ہیں۔ وہاں وچاروں اور آچاروں کے سریشٹھ (اچھے) ہو جانے سے راکھشس بھی دیوتا بن سکتے ہیں۔"

اب صرف یہ بات باقی رہ جاتی ہے کہ دوسرے مذاہب والوں کو
اپنے میں شامل کرنے سے جھگڑے ہوتے ہیں۔ اس کا مفصل جواب
"کیا رشی دیانند اور آریہ سماج ہندو و غیر ہندو اتحاد کے مخالف ہیں"
اس سرخی کے نیچے آگے دیا گیا ہے۔ ناظرین کو وہاں دیکھنا چاہئے۔

کیا شدھی کیلئے بیرونی امداد کی ضرورت نہیں

(۲) دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ شدھی اندر سے ہوتی ہے۔
اور کسی کو شدھ وہی کر سکتا ہے۔ جو کہ خود شدھ ہو"۔
(آریہ) اعتراض کے پہلے حصہ کا جواب تو پیچھے دیا جا چکا ہے لیکن
اتنا اور عرض کرتا ہے کہ اگرچہ انسان فعل مختار ہونے کی وجہ سے اپنے
وچاروں اور آچاروں کی شدھی خود ہی کرتا ہے۔ یا کہ شدھی کا خواہشمند
اپنے ہی صحیح علم اور نیک عملی سے شدھ ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی
نہیں ہیں۔ کہ اس کو اپنی شدھی کے لئے کسی بیرونی امداد یعنی گورو۔
اپدیشک ست سنگ اور سوادھیائے (اچھے مطالعہ) وغیرہ کی ضرورت
ہی نہیں ہے۔ کیونکہ تجربہ تبلاتا ہے کہ بھلی بری صحبت و اپدیش اور
مذہبی عقیدوں وغیرہ کا اثر بھی انسان کے آچار ویوہار پر ضرور ہوتا ہے۔

یعنی انسان جس طرح کی سبھا سوسائٹی یا سنگ میں رہے گا۔ جس طرح کے اس کے مذہبی عقیدے ہوں گے۔ جس طرح کا اُپدیش سُننے اور مطالعہ کرے گا۔ اُسی طرح کے اُس کے خیالات بنیں گے۔ اور جس طرح کے جس کے خیالات ہوں گے عموماً اُسی طرح کے وہ کرم کرے گا۔ آریہ سماج میں شامل ہو کر عیسائیوں اور مسلمانوں کے وچاروں اور آچاروں میں جس جس تبدیلی کا ہونا پیچھے بیان کیا گیا ہے۔ وہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ سبھا۔ سوسائٹی اور مذہبی عقیدوں کے بدلنے سے انسان کی عملی زندگی اور شدھی اشدھی میں ضرور ہی تبدیلی ہوتی ہے۔ اس کے سوائے تاریخ سے بھی اس بات کا پرمان ملتا ہے کہ اچھا گورو اور اُپدیشک اور اچھی سنگت یا سوسائٹی کے ملنے اور خیالات کے بدلنے سے بڑے بڑے خوفناک گناہگاروں کی بھی کایا پلٹ گئی اور وہ دھرماتما بن گئے۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا۔ کہ شدھی کا اندر سے ہونا ماننے پر بھی سبھا سماج یا عقیدوں وغیرہ کے بدلنے کا نشیدھ (ممانعت) نہیں ہوتا۔

اعتراض کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ دوسروں کی شدھی وہ کر سکتے ہیں جو خود شدھ ہوں۔ اگرچہ آدرش واد (آئیڈیل ازم) کے لحاظ سے یہ خیال بڑا اعلیٰ اور موثر ہے۔ مگر یہ اُسی حد تک قابل تسلیم ہے کہ عالم

باعمل کا اُپدیش سُننے والوں پر زیادہ اثر کرتا ہے۔ ان کی اعلیٰ زندگی کا پربھاؤ (اثر) بھی لوگوں پر ضرور پڑتا ہے۔ لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ شدھ آتماؤں کی ذات ہی دوسروں کو شدھ کر سکتی ہے۔ یا جو کہ ہر پہلو میں شُدھ نہیں ہیں ان کا کیا ہوا سچا اُپدیش بھی کچھ اثر نہیں کرتا۔ اگر سچ مچ ایسا ہی ہوتا تو مہاتما گاندھی جی کے تعلق میں آنے والے سارے ہی شُدھ ہو گئے ہوتے یا مہاتما بن گئے ہوتے۔ اور دوسروں کے اُپدیشوں کا کوئی اثر ہی نہ ہوتا۔ مگر واقعات اس کے خلاف ہیں۔ اور یہ بات بھی کلّی طور پر درست نہیں ہے کہ کسی تپسوی کی تپسیا ہی دوسروں کو شدھ کر دیتی ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے۔ کہ جو تپ کرتا ہے وہی تپسوی بنتا اور شدھ ہوتا ہے۔ یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کہ جو خود سروانگ (ہر ایک پہلو میں) شُدھ نہیں اُس کا کیا ہوا سچا اُپدیش بھی کوئی اثر نہیں کرتا۔ کیونکہ سچائی بذات خود سننے والوں پر اثر کرتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قریب قریب اُپدیش کرنا ہی دیرتھ (بے فائدہ) ہو جاتا۔ کیونکہ ہر ایک پہلو میں شُدھ و پوتر صرف بھگوان ہی ہیں۔ اعلیٰ سے اعلیٰ انسان میں بھی کوئی نہ کوئی کمزوری اور غلطی ضرور پائی جاتی ہے۔ نیز یہ کہنا ایسا ہی مُبالغہ آمیز ہے جیسے کہ کوئی یہ کہے کہ جس ڈاکٹر کو کوئی بیماری نہ ہو وہی بیماروں کو تندرست

کر سکتا ہے۔ جس طرح ڈاکٹر اپنی ذات سے بیمار کو تندرست نہیں کرتا بلکہ اپنے علم سے مُناسب دوائی دیکر تندرست کرتا ہے۔ ٹھیک اسیطرح شدھ کرنے والا اپنی ذات سے نہیں بلکہ پوتر دھرم کے نسخہ سے پتت کو شُدھ کرتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ جس طرح تندرستی کا مول کارن ڈاکٹر کی ذات نہیں بلکہ دوائی ہے۔ اُسی طرح شدھی کا کارن بھی شدھ کرنے والے کی ذات نہیں بلکہ ویدک دھرم کے وچاروں اور آچاروں کی پوترتا ہے۔ جن کو کہ پتت گرہن کرکے شدھ ہوتا ہے۔

ویدک دھرم کی اودارتا

(۳) مہاتما جی کے دعوے کا تیسرا حصہ ہے " ہندو دھرم تو ہر ایک منش سے کہتا ہے کہ تم اپنے وشواس یا دھرم کے انوسار ایشور کا بھجن پوجن کرو۔ اور اس پرکاریہ دوسرے سمست (سارے) دھرموں کے ساتھ میل جول سے رہتا ہے۔

(آریہ) یہاں پر مہاتما جی نے وشواس اور دھرم کو مترادف لکھا ہے جو کہ جیمنی منی اور منو مہاراج کی کی ہوئی دھرم کی تعریف کے خلاف ہے۔ بلکہ دھرم کے لغوی معنوں کے رو سے بھی لوک اور پرلوک کے

شکھ کو حاصل کرنے کے واسطے جن پوتر گنوں (پاکیزہ اوصاف) اور کرموں
کا دہارن وسیون (قبول و عمل) کیا جاتا ہے اُن کا نام دہرم ہے۔ یا یہ بھی
کہہ سکتے ہیں کہ انسانی زندگی کی فلسفی خوبیوں اور صحیح دستور العمل کو دہرم
کہتے ہیں۔ اس لئے جہاں دہرم وشواس (یقین یا ایمان) کا مترادف نہیں
ہوسکتا۔ وہاں دہرم انیک بھی نہیں ہوسکتے۔ منش جاتی کا سامانیہ دہرم
(نام دہرم) ایک ہی ہے۔ اس لئے ہی اُس کو مانوی دہرم (انسانی
دہرم) کہتے ہیں۔ ہاں وشیش (خاص) دہرم بھی ہیں۔ اور وہ ورن
آشرمی دہرم ہیں۔ جو کہ تقسیم کام اور زندگی کے اصول پر مبنی ہیں۔ اور
قابلیت و عمر کے لحاظ سے جن کا ادا کرنا فرائض انسانی میں داخل ہے
پس جب کہ دہرم ہی انیک نہیں بلکہ ایک ہے۔ تو پھر اُس کے لئے اپنے
دہرم یا سارے دہرموں کے الفاظ کا استعمال کرنا بھی بے معنی ہے۔
معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر مہاتما جی نے مذہب کی نسبت بھی دہرم شبد
کا استعمال کیا ہے۔ جو کہ ہرگز درست نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ان دونوں
کے معنوں اور مدعا میں بڑا بھاری فرق ہے۔ دہرم کے معنے اوپر بتلائے
ہی جا چکے ہیں۔ اور مذہب کے معنی ہیں راستہ یعنی وہ راستہ جو کہ
بانیِ مذہب نے بتلایا ہے۔
لہٰذا ان سے واضح ہوتا ہے کہ دہرم کا آدہار ایشوریہ نیم یا قوانین

قدرت اور فطرت انسانی ہے۔ اور مذاہب کا آدہار بانیٔ مذاہب اور اُن کا درس تدریس ہے۔ انسان دہارمک تب بنتا ہے۔جب کہ وہ دہرم یعنی دہارمک گنوں کا دہارن اور دہارمک کرموں کا سیون کرتا ہے۔ مگر مذہبی (عیسائی اور مسلمان وغیرہ) بانیٔ مذہب اور اُن کے درس تدریس پر صرف ایمان (وشواس) لانے ہی سے بن جاتا ہے۔ دہرم ایشور سے انسان کا بلا واسطہ غیری تعلق جوڑتا ہے۔لیکن مذہب انسان کو اُس کی نجات کے واسطے پیغمبر کی شفاعت کے لئے مجبور اور محتاج بناتا ہے۔ اب رہی صرف یہ بات کہ ہندو دہرم اویدک دہرم) سب کو اپنے وشواس یا دہرم کے مطابق ایشور کے بھجن اور پُوجن کی اجازت دیتا ہوُا سب کے ساتھ میل جول سے رہتا ہے۔ اول تو یہ کہنا بن ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ دہرم ایک ہے انیک (بہت) نہیں ہیں۔ دوئم ویدک دہرم خود ایشور کے بھجن اور پُوجن کرنے کے لئے راہنمائی کرتا ہے۔ اس لئے وہ ہر ایک انسان سے یہ نہیں کہتا کہ تو اپنے وشواس (چاہے وہ غلط ہو یا درست) کے مطابق ایشور کی عبادت کر۔ کیونکہ انسانوں کا وشواس غلط بھی ہوتا ہے۔ اور اندھے یقین کے مطابق ایشور کی عبادت کرنے سے عابد کا کچھ بھلا نہیں ہو سکتا۔ بنا براں ویدک دہرم تو اپنے درست طریقے کے مطابق ہی ایشور کی

عبادت کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے اور اغلباً مہاتما جی کی منشا بھی یہی ہوگی۔ کہ ویدک دہرم اس قدر اودار ہے۔ کہ وہ اپنے خلاف وچاروں اور آچاروں کے رکھنے اور ایشور کی عبادت کرنے والوں پر بھی اُس کے متعلق کسی کو جبر و تشدد کرنے یا ان کی آزادی میں مخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔

لہذا اس طرح پر وہ سارے مذاہب والوں سے رواداری کا برتاؤ کرتے ہوئے سب کے ساتھ میل جول سے رہتا ہے۔

مہاتما جی کے دہارمک خیالات پر آخری نظر

ناظرین میں نے دہارمک ودیا کے لاثانی آچاریہ رشی دیانند کے دہارمک سدہانتوں پر الزام لگانے والے مہاتما کے دہارمک خیالات آپ کے سامنے رکھدیئے ہیں۔ اب آپ خود اندازہ لگالیں۔ کہ رشی دیانند نے ویدک دہرم کو تنگ بنایا ہے۔ یا کہ مہاتما جی کے پیچھے درج کردہ خیالات نے۔ میں تو پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کسی بھی محقق کو ترک (دلیل) اور اُپیوگتا (مفید ہونے) کے لحاظ سے مہاتما جی کے رشی دیانند سے اختلاف رکھنے والے دہارمک خیالات میں کوئی بھی

ایسی خوبی نظر نہیں آئے گی۔ کہ جس سے وہ رشی دیانند کے وچاروں سے اعلیٰ اور وسیع تو کہاں اُن کے برابر بھی ثابت ہو سکیں۔ میری رائے میں اگر مہاتماجی کے مذکورہ دھارمک خیالات کی نہایت ہی مختصر اور مناسب الفاظ میں تعریف کرنی ہو۔ تو یہ کہنا ہی موزوں ہوگا۔ کہ یہ عموماً متضاد۔ غیر یقینی (انشچت) اور بے ترتیب (اویوستھت) خیالات کا مجموعہ ہے کہ جن کا اتحادی جذبات کے زیر اثر ویدک اور پورانک وچاروں اور آچاروں میں کچھ عیسائیت۔ اسلام اور اپنی کلپناؤں کو ملا جُلا کر مختلف اوقات میں حسب ضرورت اظہار کیا گیا ہے۔ ان میں گؤ رکھشا اور چھوت چھات وغیرہ چند عقیدوں کے سوائے اور کسی بھی منتویہ (عقیدہ) کو نشچت (یقینی) اور سپشٹ (صاف) طور پر نہیں تبلایا گیا۔ چونکہ ان میں ہر ایک وچار اور آچار کے متعلق آپ کا اقرار و انکار یا کھنڈن اور منڈن ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اس لئے صحیح اور سالم دماغوں کی قوت فیصلہ بھی یقینی طور پر اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتی کہ مہاتماجی کیا مانتے ہیں اور کیا نہیں مانتے۔

مہاتما جی کے مذکورہ خیالات کے متضاد اور غیر یقینی ہونے کے اسباب

اب یہاں پر یہ سوال ہوتا ہے۔ کہ ایسے بہترین دماغ کے مالک اعلیٰ درجہ کے لیڈر مہاتما کے دھارمک خیالات میں اس قدر باہمی ضد اور گڑبڑ کیوں ہے۔ میری رائے میں اس کے مندرجہ ذیل کارن ہو سکتے ہیں:۔

(۱) آپ ابھی تک اپنے دھارمک وچاروں کو نشچت رُوپ نہیں دے سکے۔ اس لئے وقت کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے جہاں جیسا موقعہ دیکھا وہاں اپنی بُدھی اور معلومات کے مطابق ویسے ہی خیالات کا اظہار کر دیا۔

(۲) آپ کے دھارمک خیالات سچائی (ستیہ) کی بُنیاد پر نہیں بنائے گئے بلکہ اِن کا نرمان (بنانا) آپ کے نہایت ہی دلپسند اوصاف اہنسا۔ فراخ دلی۔ سہن شیلتا۔ رواداری اور ہر دلعزیزی کے جذبات کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ اس لئے جہاں بھی سچائی کی فراخدلی وغیرہ سے

ٹکر ہوئی ہے۔ وہاں پر مہاتما جی کا دل و دماغ اپنی عزیزہ فراخ دلی وغیرہ کے سامنے جھک گیا ہے۔ اور سچائی بیچاری کو مبہم الفاظ کے ہیر پھیر میں غوطے کھلائے ہیں۔

(۳) سوراج پراپتی کے سادھن ہندو مسلم وغیرہ اتحاد کی آپکو سخت ضرورت تھی۔ اور موجودہ مت متانتروں کے بعض عقیدے اتحاد کے راستہ میں رکاوٹ کا باعث تھے۔ اس لئے آپ کو ویدک۔ پورانک عیسائی۔ اور اسلامی وغیرہ عقیدوں کے جوڑ میل سے بنے ہوئے ایک ایسے سمجھوتہ کرانے والے مت یا مذہب کی ضرورت تھی۔ جو کہ سب مت وادیوں کو متحد بنا سکے۔ وغیرہ وغیرہ

ناظرین! میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس بات کے قلمبند کرنے میں مہاتما جی سے کوئی بے انصافی نہیں کی۔ کیونکہ میں تو مہاتما جی کے خیالات پر گہرا وچار کرنے سے حقیقتاً اسی نتیجہ پر پہونچا ہوں۔ مجھے آپ کی مبہم۔ مہمل اور متضاد الفاظ پر مشتمل تحریروں و تقریروں نے مجبور کیا ہے۔ کہ میں اُن کے متعلق اپنی ایسی رائے بناؤں۔ میری اس رائے کا اظہار آپ کی تحریروں و تقریروں پر مبنی ہونے کے علاوہ اُن سے پیدا شدہ ایسے نتائج بھی سامنے ہیں۔ کہ جن سے میں ایسی رائے لگانے میں حق بجانب ٹھہرتا ہوں۔ چنانچہ اس کا ایک

[illegible]ونہ مہاتما جی کی ہی زبان مبارک سے نکلے ہوئے اُن الفاظ میں
[illegible]یچے درج کرتا ہوں ۔ جو کہ آپ نے کلکتہ میں مہاتما بدھ کے جنم دن
کے ادتسو کی اپنی صدارتی تقریر میں ظاہر فرمائے تھے ۔

"عجیب اتفاق ہے کہ دُنیا کے قریباً تمام بڑے بڑے مذاہب کے پیشیرو
[illegible] اپنا اپنا ہم مذہب خیال کرتے ہیں ۔ جینی غلطی سے مجھے جینی
[illegible]ہتے ہیں ۔ بیسیوں بودھ مجھے بودھ سمجھتے ہیں ۔ سینکڑوں عیسائی دوستوں
[illegible]اب تک خیال ہے کہ میں عیسائی ہوں ۔ اکثر یا بعض مسلمان دوست کہتے
[illegible]یں کہ میں مسلمان کہلاتا نہیں ۔ لیکن میں ہر طرح سے مسلمان ہوں ---------
[illegible]ب میری خوشامد ہے ۔ تیج دہلی ۱۴ مئی ۱۹۲۵ء"

مجھے آپ کے اس کتھن سے تو بالکل اتفاق ہے کہ یہ لوگ غلطی سے
[illegible]پ کو اپنے مت یا مذہب کا خیال کرتے ہیں ۔ مگر میں آپ کے اس
[illegible]تھن سے متفق نہیں ہوں کہ مت وادیوں کا اپنے اپنے مت یا مذہب
[illegible] آپ کو سمجھنا محض اتفاقیہ یا کہ آپ کی خوشامد ہے ۔ بلکہ حقیقت یہ ہی
[illegible] آپ کی بہو رنگی تحریروں اور تقریروں سے اُنہیں یہ بھرانتی (غلطی)
[illegible]وتی ہے ۔ کہ آپ مذہبی لحاظ سے اُن کے ہم خیال ہیں ۔ یا یوں کہیئے
[illegible] دانستہ یا نا دانستہ یا طبعاً آپ کی مذہبی تحریریں اور تقریریں عموماً
[illegible]یسے رنگ اور ڈھنگ کی ہوتی ہیں ۔ کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ

ہندو بھی اور عیسائی بھی مسلمان بھی اور بودھ و جینی بھی ہیں ہاں
یہ بھی کہ آپ سب کچھ بھی ہیں اور کچھ بھی نہیں ہیں ۔

ہندو اپورانک دہرم کی اُودارتا

مندرجہ صدر ساری بحث سُننے کے بعد بھی ناظرین یہ سوال بجا طور پر کر سکتے ہیں ۔ کہ اس ساری بحث کے سُننے پر بھی یقینی طور پر یہ معمہ حل نہیں ہو سکا کہ مہاتما جی نے رشی دیانند پر جو یہ الزام لگایا تھا کہ اونہوں نے اودار ہندو دہرم کو سنکچت (تنگ) بنا دیا ۔ اُس کو ثابت کرنے والی ہندو دہرم میں وہ کون سی ایسی اودارتا تھی کہ جس کو سوامی جی نے تنگ بنا دیا ۔ اس کا جواب میں اپنی طرف سے نہ دیکر مہاتما جی کے اپنے الفاظ ہی میں ناظرین کے سامنے رکھدیتا ہوں ۔ اُمید ہے کہ اُن سے اُنہیں اُن کے پرشن کا تسلی بخش جواب مل جائے گا ۔ اور وہ یہ جان جائیں گے کہ مہاتما جی جو اودارتا پورانک دہرم میں سمجھتے ہیں وہ کس طرح کی ہے ۔ مہاتما جی کے وہ الفاظ یہ ہیں ۔

” دیہہ دہاری انسان پرمیشور کو دوسرے طریقے سے جھٹ نہیں پہچان سکتا ۔ اس کی کلپنا زیادہ دور نہیں دوڑ سکتی اس لئے وہ مانتا ہے کہ پرمیشور

نے انسانی شکل میں اوتار لیا تھا۔ ہندو دہرم میں اودارتا کی حد
نہیں۔ اس لئے مچھلی۔ وراہ۔ اور نرسنگھ کو پرمیشور کا اوتار
مانا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ دہرم کی ہانی ہو اور ادہرم پھیل جائے۔ تو
ایشور دہرم کی رکھشا کرنے کی غرض سے اوتار لیتا ہے۔ یہ بات نا قابل
قبول ہے۔ کہ کوئی اتہاسک پرش ایشور کے روپ میں یا
ایشور کسی اتہاسک پرش کی شکل میں اوتار تھا۔ پرتاپ لاہور۔ ۱۴ اپریل
سنہ ۱۹۲۸ء"

ناظرین! یہ ہے مہاتماجی کا تبلایا ہوا پورانک دہرم کی اودارتا کا نمونہ
اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہندو ایشور کو نراکار اور اجنما مانتے ہوئے بھی
جو اس کے مچھ۔ کچھ اور وراہ وغیرہ اوتاروں پر وشواس اور شردھا رکھتے
ہیں۔ مہاتماجی کے خیال میں یہ اُن کے دہرم کی اودارتا ہے۔ حالانکہ
مہاتماجی خود بھی اُس کو اسنبھو مانتے ہیں۔ اس لئے اس سے صاف
ہو جاتا ہے کہ ناممکن اور متضاد عقیدوں کو شردھا پوروک (حق الیقین
کے ساتھ) مان لینا اور دلیل و صداقت کے خلاف باتوں کے ماننے
سے بھی انکار نہ کرنا مہاتماجی کی اصطلاح میں پورانک دہرم کی اودارتا
ہے۔ چونکہ رشی دیانند نے پورانک متوں کی اس طرح کی کلپناؤں کو
متھیا (جھوٹھا) تبلا کر اُن کا کھنڈن کیا ہے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے

کہ مہاتما جی نے رشی دیانند کے اس کام کو ہندو دہرم کو سنکچت بنا دینے سے تعبیر کیا ہے۔اب ناظرین خود سوچ لیں کہ یہ سنکوچ ہے یا وکاش۔

دُوسرا الزام

(مہاتما جی) اونھوں (سوامی دیانند) نے ستیہ کی اور بالکل ستیہ کی حمائت کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ پر ویسا کرتے ہوئے اُن سے انجان میں جین دہرم۔ اسلام۔ عیسائی مذہب اور خود ہندو دہرم کے ارتھ کا انرتھ ہو گیا ہے"۔

(آریہ) پیشتر اس کے کہ اس الزام کی غلطی کو دکھلایا جائے۔ یہ بتلانا نہایت مُناسب ہوگا کہ جس رشی پر جین وغیرہ متوں پر دوش لگانے کا الزام لگایا گیا ہے۔ اُس کے اپنے خیالات اور جذبات ایسے فعل کے متعلق کیسے ہیں۔ اس کا پتہ رشی کی ذیل کی تحریر سے اچھی طرح لگ سکتا ہے۔

" اور یہی سجّنوں کی ریتی ہے۔ کہ اپنے و پرائے دوشوں کو دوش اور گنوں کو گن جان کر گنوں کا گرہن اور دوشوں کا

تیاگ کریں۔ اور ہیٹوں کا ہٹھ ڈُراگرہ (ضد) دور کریں کرادیں۔ کیونکہ پکشپات سے کیا کیا انرتھ جگت میں نہ ہوئے نہ ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس انشچت (غیر یقینی) کھشن بھنگر جیون (جلدی فنا ہونے والی زندگی) میں پرائی ہانی کر کے لابھ سے سویم رکت رہنا (خود خالی رہنا) اور اپنوں (دوسروں) کو رکھنا منش پن سے باہر ہے۔ اس میں جو کچھ ورودھ لکھا گیا ہو۔ اُس کو سجن لوگ ودت کردیں گے تت پشچات جو اُچت ہوگا۔ تو مانا جائے گا کیونکہ یہ لیکھ ہٹھ دراگرہ۔ ایرشا۔ دویش۔ وادوواد اور ورودھ گھٹانے کے لئے ہے۔ نہ کہ اُن کو بڑھانے کے ارتھ رستیارتھ پرکاش چودھواں سملاس انو بھومکا"۔

اس کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے۔ کہ جس مہاتمانے دھارمک لٹریچر کے پورن وِدوان (فاضل اجل) اور مت متانتروں کی حقیقت کے آجیو کھوجی (زندگی بھر تحقیقات کرنے والے) محقق دیانند پر ادپر کا الزام لگایا ہے۔ انہیں خود بمقابلہ رشی دیانند جیسی، غیرہ مت متانتروں کا کہاں تک علم ہے۔ اور کہاں تک بحیثیت ایک محقق آپ نے ان کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ نے بائیبل کا اچھی طرح اور قرآن شریف کے ترجموں کا بھی مطالعہ کیا ہو۔ لیکن جس دھرم میں آپ کا جنم ہوا ہے۔ اور اب تک

جس سے تعلق ہے ۔ اور جس دہرم کو آپ سب سے اچھا سمجھتے ہیں ۔ اور جس کے متعلق آپ رشی دیانند پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ اُن سے خود ہندو دہرم کے ارتھ کا انرتھ ہوگیا ہے ۔ اُس کی واقفی کے متعلق آپ خود لکھتے ہیں ۔

" اور نہ میں اس بات کا دعویٰ ہی رکھتا ہوں کہ ان ادبھت گرنتھوں (ویدوں اوپ نشدوں وغیرہ) کا وشدھ گیان (صحیح علم) مجھے ہے ۔ نوجیون ۷ ۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء "

" میں ہندو دہرم پستکوں سے سروتھا اَن بھگیہ (بالکل ناواقف) نہیں ہوں ۔ میں سنسکرت کا وودوان نہیں ہوں ۔ میں نے ویدوں اور اُپ نشدوں کا انوواد پڑھا ہے ۔ اس لئے میں یہ نہیں کہہ سکتا ۔ کہ میں نے اُن کا انوشیلن (تحقیقات) کر پورن آدھین کیا ہے ۔ پر تو بھی میں نے اُن کا آدھین کر ان کا سارا وشیہ سمجھ لیا ہے ۔ ینگ انڈیا دوسری جلد ہندی صفحہ ۱۳۸ "

۲۹ ۔ جنوری ۱۹۲۵ء کے نوجیون میں مہاتما جی کی بیل گاؤں کی گؤ پریشد میں کی ہوئی صدارتی تقریر شائع ہوئی ہے ۔ اس میں درج ہے " چھٹے درجے میں پڑھتے ہوئے سنسکرت پاٹھ شالا میں میں نے یہ واکیہ پڑھا تھا ۔

पूर्वे ब्राह्मणा: गवां मांसं भक्षया मासु: ॥

یعنی پُرانے براہمن گوماس کھاتے تھے۔ پرنتو اس واکیہ کے
ہوتے ہوئے بھی میں یہ مانتا ہوں۔ کہ یدی وید میں ایسی
بات لکھی ہو۔ تو بھی اُس کا ارتھ شاید وہ نہ ہو جو ہم کرتے
ہیں۔ - - - - میں نے وید کا آدھین (مطالعہ) نہیں کیا۔
ہمارے سنسکرت گرنتھوں کو انوواد (ترجمہ) کے دوار ہی ہیں جانتا
ہوں۔ اس لئے مجھ جیسا پراکرت (سنسکرت نہ جاننے والا) منش اس
بارے میں کیا کہہ سکتا ہے؟"

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ مجھے ویدوں کا براہ راست علم نہیں ہے۔
لیکن میں اپنے لئے فیصلہ کرنے کے لئے کافی جانتا ہوں۔ پرتاپ
لاہور ۲۳۔ جون ۱۹۲۴ء پرنسپل رامدیو جی کی چٹھی کے جواب میں سے"

مہاتما جی کی اوپر کی تحریروں سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو وید وغیرہ
شاستروں کا براہِ راست کوئی علم نہیں ہے۔ آپ اس بات کو خود بھی
مانتے ہیں۔ کہ آپ سنسکرت کے وودوان نہیں ہیں۔ اور کہ ویدوں
اور اپنشدوں وغیرہ کا صحیح علم بھی آپ کو نہیں ہے۔ آپ اس بات
کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ آپ نے کبھی تحقیقات کی غرض سے پورے
طور پر ان گرنتھوں کو نہیں پڑھا۔ مگر حیرانی کی بات ہے۔ کہ آپ اپنی

اِن سب کمزوریوں کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اس بات کے دعویدار ہیں
کہ آپ نے اِن گرنتھوں کا سار (اصلیت) ضرور سمجھ لیا ہے۔ اور
آپ اپنے لئے فیصلہ کرنے کے لئے کافی جانتے ہیں۔ اگر آپ کی مذکورہ
تحریریں درست ہیں۔ جن کے دُرست ہونے میں کوئی بھی شک نہیں ہے
تب آپ کا یہ دعویٰ تو قطعی غلط ہے کہ آپ ان گرنتھوں کا اصلی مطلب
سمجھتے ہیں۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ آپ اِن گرنتھوں کے متعلق جو کچھ تھوڑا
بہت جانتے ہیں۔ وہ آپ کی تسلی کے لئے کافی ہو۔ لیکن اس بے بضاعتی
کی حالت میں آپ وید آدی شاستروں کے پورن وِدوان رشی دیانند
کے دھارمک یا شاستریہ گیان کے صحیح یا غلط ہونے کے متعلق ہرگز رائے زنی
نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی مانا ہے کہ رامائن اور گیتا
کے سوائے آپ نے سارے گرنتھ اچھی طرح پڑھے بھی نہیں ہیں۔ اور
یہ ہے بھی بالکل سچ۔ کیونکہ مہاتماجی جیسے سیاسی اور دوسرے پبلک
کاموں میں نہایت ہی مصروف سجن اور سنسکرت کا نپڈت نہ ہونے والے
کے لئے ویدوں۔ اپنشدوں۔ براہمنوں۔ درشنوں۔ سمرتیوں اور پورانوں
اُپ پورانوں وغیرہ وغیرہ کا اور اسی طرح جینیوں کے بیشمار گرنتھوں
کا پڑھنا بھی ناممکن ہی ہے۔ بلکہ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ کہ
آریوں (ہندوؤں) اور جینیوں کے درشن گرنتھوں (فلاسفی کی کتابوں)

کا سمجھنا بھی آپ کے لئے آسان بات نہیں ہے۔ پس جب کہ یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ مہاتما جی دہارمک یا شاستریہ گیان کے لحاظ سے رشی دیانند کے مقابلہ میں طفل مکتب سے بڑھکر نہیں ہیں۔ اس لئے بقول این۔ سی کیلکر اس صورت میں آپ کی یہ ناواجب دلیری تھی۔ کہ آپ نے رشی دیانند پر یہ الزام لگایا۔ کہ اوہنوں نے جین اور ہندو دہرم کے ارتھ کا انرتھ کر دیا ہے۔ خیر۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ رشی دیانند نے جو کچھ ان مت متانتروں یا مذاہب کے متعلق لکھا ہے۔ وہ پوری تحقیقات کے بعد لکھا ہے۔ یا کہ بقول مہاتما جی انجان میں ہی لکھ مارا ہے۔ یہاں اس بات کا ثبوت پیش کرنے کی تو ضرورت نہیں ہے۔ کہ رشی دیانند ہندوؤں کے دہرم گرنتھوں سے ناواقف (انجان) نہیں تھے۔ کیونکہ اس سے مہاتما جی یا کسی دوسرے شخص کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ رشی دیانند نے وید آدی شاستروں اور پُران وغیرہ گرنتھوں کا نہایت اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہوا تھا۔ البتہ جینیوں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی گرنتھوں کے متعلق یہ شک ہو سکتا ہے کہ شاید اُدہنوں نے اُن کو نہ پڑھا ہو۔ کیونکہ جینی صاحبان تو اپنے گرنتھ دوسرے مت والوں کو دکھلاتے ہی نہیں تھے۔ اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے گرنتھ جن زبانوں اور الفاظ میں تھے۔ اُن کو رشی دیانند جانتے نہیں تھے۔ اس شک کو دُور

کرنے کے لئے ذیل کی تحریروں کو ملاحظہ کیجئے۔

(۱) " اس لئے جیسا میں پُران۔ جینیوں کے گرنتھ۔ بائیبل اور قرآن کو پرتھم ہی بُری درشٹی سے نہ دیکھ کر اُن میں سے گنُوں کا گرہن اور دوشوں کا تیاگ تتھا منش جاتی کی ادنتی کے لئے یتن کرتا ہوں۔ ویسے سب کو کرنا یوگیہ ہے۔ ستیارتھ پرکاش کی بھومکا۔"

(۲) اِن سب مت وادیوں اِن کے چیلوں اور انیہ سب کو پرسپر ستیہ استیہ کے وچار کرنے میں ادھک پریشرم (زیادہ محنت) نہ ہو۔ اس لئے یہ گرنتھ بنایا ہے۔ جو جو اس میں ست مت کا منڈن اور استیہ کا کھنڈن لکھا ہے۔ وہ سب کو جاننا ہی پریوجن سمجھا گیا ہے۔ اسمیں جیسی میری بدھی جتنی ودّیا اور جتنا ان چاروں متوں (جینی۔ پُرانی۔ کرانی۔ قرآنی) کے مول گرنتھ دیکھنے سے بودھ ہوا ہے۔ اُس کو سب کے آگے نویدن کر دینا میں نے اُتم سمجھا ہے۔ ستیارتھ پرکاش گیارہویں سمولاس کی انو بھومکا۔"

(۳) بارہویں سمولاس میں جو جو جینیوں کے مت وشے میں لکھا گیا ہے۔ سو سو اُن کے گرنتھوں کے ستے پورو ک لکھا گیا ہے

- - - - - - - - اور یہ بودھ۔ جین کا وشے ربناں ان کے انیہ مت والوں کو اپُورو لابھ (لاثانی فائدہ) کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ یہ لوگ

اپنی پستکوں کو کسی انیہ مت والے کو دیکھنے پڑھنے و لکھنے کو بھی نہیں دیتے
بڑے پریشرم سے میرے اور وشیش کر آریہ سماج بمبئی کے منتری سیٹھ سیوک لعل
کرشنداس کے پرشارتھ سے گرنتھ پراپت ہوئے ہیں۔ تتھا کاشی سنستھ
(کاشی والے) جین پربھاکر ینترالیہ (چھاپہ خانہ) میں چھپنے اور بمبئی
میں پرکرن رتناکر گرنتھ کے چھپنے سے بھی لوگوں کو جینیوں کا مت دیکھنا
سہج ہوا ہے۔ ستیارتھ پرکاش بارہویں سمولاس کی انو بھومکا۔"
اوپر کی تحریر میں شری سوامی جی نے جس سجن سیٹھ سیوک لعل کرشنداس
جی کا نام دیا ہے۔ اُنہوں نے جو چھٹیاں شری سوامی جی کو لکھی
تھیں۔ اُن میں سے لئے گئے ذیل کے اقتباسوں سے بھی اُن کی
کوشش سے جین گرنتھوں کے حاصل کرنے کا پتہ چلتا ہے۔
(۴) سیٹھ جی اپنی ۱۵۔ جنوری ۱۸۸۱ء کی چھٹی میں لکھتے ہیں۔
"جین مت کے پستکوں کی سودھ کرتے ہوئے آپ نے پرتھم لکھا تھا
سو بڑے پریشرم سے ہم نے ان کے کتنے ہی پستک پراپت کر لئے ہیں۔
جو آپ کو کنور شیام لال سنگھ جی نے وِدت کیا ہو گا۔ پرنتو اُنہوں نے
گرنتھ اگرنتھ کا وچار کیا۔ جب وے پستک شاستر ارتھ کے وشئے میں
پرانوں کی نیائیں پرسدھ ہوئے۔ جس سے ہم نے اور پریتن کر کے بہت
ایک اُدھنوں کے سدھانت کے پستک شمار ۔۔۔۳۰ سکھشا دائیک

شلوک کے پراپت کئے۔ جن میں بہت ایک پُستک ۰۰ ۱۵سے ۰۰ ۱۸ ورش پُوروکے لکھے ہوئے ہیں۔ اور کتنے ایک پستکوں کے پرارمبھ (شروع) اور کتنوں کے انت کے پترے نشٹ ہوگئے ہیں۔ تو بھی رکھ لئے ہیں۔ کیونکہ یہ پُستک ان کے مول سدھانت کے ہیں وغیرہ وغیرہ"

اس چٹھی کے ساتھ ۲۶ پُستکوں کی فہرست بھی لکھی گئی ہے۔

(۵) پھر سیٹھ جی اپنی ۱۶ ستمبر ۱۸۸۱ء کی چٹھی میں لکھتے ہیں۔

"جینیوں کے ادر پُستک پراپت کرنے کا پریتن چل رہا ہے۔ ملتے ہی آپ کو ودت کیا جائے گا۔ اور ۲۳۰ پُستک آپ کے بن دیکھے میرے پاس ہیں آپ کہیں تو بھیجدوں۔"

(۶) جو یہاں تیرھویں سمولاس میں عیسائی مت کے وشے میں لکھا ہے۔ اُس کا یہی ابھیپرائے (مطلب) ہے۔ کہ آج کل بائیبل کے مت میں عیسائی مُکھ ہو رہے ہیں۔ اور یہودی آدی گون ہیں۔ مکھیہ کے گرہن سے گون کا گرہن ہو جاتا ہے۔ اس سے یہودیوں کا بھی گرہن سمجھ لیجئے ان کا جو وشے یہاں لکھا ہے۔ سو کیول بائیبل میں سے کہ جس کو عیسائی اور یہودی آدی سب مانتے ہیں۔ اور اسی پستک کو اپنے دھرم کا مُول کارن سمجھتے ہیں۔ اس پُستک کے بھاشانتر بہت سے ہوئے ہیں۔ جو کہ ان کے مت کے بڑے بڑے پادری ہیں۔ اُدھنوں نے کئے ہین۔ اُن

ہیں سے دیوناگری و سنسکرت بھاشانتر دیکھ کر مجھ کو
بائبل میں بہت سی شنکا ہوئی ہیں۔ اُن میں سے کچھ تھوڑی
سی اس تیرھویں سمولاس میں سب کے وچار ارتھ لکھی ہیں۔ستیارتھ پرکاش
تیرھویں سمولاس کی انوبھومکا۔"

(۷) جو یہ چودھواں سمولاس مسلمانوں کے مت وشے میں لکھا ہے۔
سو کیول قرآن کے ابھپرائے سے انیہ گرنتھ کے مت سے نہیں۔ کیونکہ
مسلمان قرآن پر ہی پورا پورا وشواس رکھتے ہیں۔ یدپی فرقے ہونے
کے کارن کسی شبد آدی وشئے میں و ردھ بات ہے۔ تتھاپی قرآن
پر سب ایک مت ہیں۔ جو قرآن عربی بھاشا میں ہے۔ اس پر
مولویوں نے اردو میں ارتھ لکھا ہے۔ اس ارتھ کا دیوناگری
اکھشر اور آریہ بھاشانتر کرا کے پشچات عربی کے بڑے
بڑے وِدوانوں سے شدھ کروا کے لکھا گیا ہے۔ یدی کوئی
کہے کہ یہ ارتھ ٹھیک نہیں۔ تو اس کو اُچت ہے۔ کہ مولوی
صاحبوں کے ترجمے کا پہلے کھنڈن کرے۔ پشچات اس وشے
پر لکھے۔ستیارتھ پرکاش چودھواں سمولاس کی انوبھومکا۔"

اُوپر کے اقتباسوں سے ظاہر ہے کہ رشی دیانند نے جین آدی متوں
کے گرنتھوں کا بڑی محنت سے مطالعہ کرنے کے بعد ہی اُن کی سما لوچناں

کی ہے۔ لیکن اس پر بھی اگر یہ کہا جائے۔ کہ رشی نے انجان میں ان کے دہرم کے ارتھ کا انرتھ کر دیا ہے۔ تو کتنا انرتھ ہے۔ اب یہاں پر اگر یہ اعتراض کیا جائے۔ کہ اگرچہ سوامی دیانند نے جین وغیرہ متوں کے گرنتھوں کو پڑھنے کے بعد ہی اُن کی سمالوچناں (تنقید) کی ہے۔ تاہم اونہوں نے ان کے معنے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کہ سوامی جی نے جین وغیرہ متوں کے گرنتھوں کے حوالے دیکر ہی اُن پر اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ اس لئے الزام لگانے والے مہاتما کے لئے لازمی تھا۔ کہ اُن کی دانست میں جہاں جہاں سوامی جی نے ارتھ کے سمجھنے میں غلطی کی تھی۔ اُس کو دکھلا کر اُن کی غلطی کو ظاہر فرماتے۔ اور اگر بائیبل و قرآن کے اُن ترجموں میں کوئی غلطی تھی۔ کہ جن ترجموں کے بنا پر رشی دیانند نے بائیبل اور قرآن کی تعلیم پر اعتراض کئے تھے۔ تو ستیارتھ پرکاش میں کئے ہوئے رشی دیانند کے مطالبہ کو سامنے رکھتے ہوئے پہلے اُن ترجموں کو غلط ثابت کرتے۔ کہ جن کی بنا پر رشی نے اعتراض کئے ہیں۔ مگر نہ تو سمالوچناں کرتے وقت سمالوچک (تنقید کرنے والے) کے فرائض منصبی کی ادائگی کی آپ نے پرواہ کی۔ اور نہ ہی سمالوچناں کرنے کے بعد اس کے متعلق ثبوت کا مطالبہ کئے جانے اور آپ کے یہ وعدہ کرنے پر بھی آپ نے آج تک کوئی ثبوت پیش کیا کہ " دو چھٹیوں میں مجھے چنوتی دی گئی ہے

کہ اپنے نرلنے کے ثبوت پیش کروں۔ اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اور چند ہی دنوں میں اپنے نرنیوں کی پشٹی میں ستیارتھ پرکاش کے وچن پیش کرنے کی آشا رکھتا ہوں۔ نوجیون ۱۵۔ جون ۱۹۲۴ء"

اتنا ہی نہیں۔ بلکہ جس وقت میں اور میرے چند دوسرے مشہور آریہ بھائی شری پنڈت آریہ مُنی۔ شری پنڈت رامچندر دہلوی۔ اور شری پنڈت اندر ودیا واچسپتی وغیرہ رشی دیانند اور آریہ سماج پر لگائے مہاتما جی کے الزاموں کا پرمان پوچھنے کے لئے دہلی میں مہاتما جی کی سیوا میں حاضر ہوئے تھے۔ اُس وقت بھی آپ اپنے لگائے ہوئے الزاموں کو صحیح ثابت کرنے والا کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے۔

چنانچہ۔ اُس وقت جو باہمی بات چیت ہوئی تھی۔ اس کو نہایت اختصار سے نیچے درج کیا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے۔ کہ آپ کے لگائے ہوئے الزاموں کی کیا حقیقت ہے۔ ہمارے یہ دریافت کرنے پر کہ کرپا کر کے بتلائیے کہ کہاں پر رشی دیانند نے جین وغیرہ متوں کے ارتھ کا انرتھ کیا ہے۔ آپ نے ہم سے ستیارتھ پرکاش مانگا۔ جو کہ دیدیا گیا۔ بہت دیر تک اُس کی ورق گردانی کرنے کے بعد پہلا ثبوت آپ نے یہ پیش کیا۔ کہ سوامی جی نے تلسی رامائن کے پڑھنے کی بھی ممانعت کی ہے۔ جس کے جواب میں شری پنڈت اندر جی نے کہا۔ کہ مہاراج یہاں پر تو یہ

پرکرن ہے۔ کہ کون کون سی پُستکیں وِدیارتھیوں کی پڑھائی میں رکھی جائیں۔ اور کون کون سی نہیں۔ چونکہ تلسی رامائن میں بہت سی استیہ (جھوٹی) باتیں بھی ملی ہوئی ہیں۔ اس لئے شری سوامی جی نے بچوں کی پاٹھ وِدھی میں اُس کو نہیں رکھا۔ کیونکہ بالک سچ جھوٹ میں تمیز نہیں کر سکتے۔ سوامی جی نے سمجھدار آدمیوں کے لئے تلسی رامائن کے پڑھنے کی کہیں بھی ممانعت نہیں کی۔ اس پر آپ خاموش ہو گئے۔ آپ کی خاموشی کا سبب یہی تھا اور وہ یہ کہ آپ بھی تلسی رامائن میں ستیہ کے ساتھ استیہ ملا ہوا مانتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے اِن الفاظ سے ظاہر ہے۔

" رامائن سے بڑھکر دوسری یہ پُستک میرے لئے اور کوئی نہیں۔ پھر بھی تلسی داس نے کتنی ہی دہرم شاستر کی باتیں لکھی ہیں کیا وہ سب ستیہ ہیں۔"

دوسرا ثبوت مہاتما جی نے یہ پیش کیا۔ کہ سوامی جی نے بسم اللہ کے معنے جو یہ کئے ہیں۔ " شروع ساتھ نام اللہ کے " یہ بالکل ہی لفظی معنی ہیں۔ اس کا جواب شری پنڈت رامچندر جی نے یہ دیا۔ کہ بسم اللہ کے جو معنے شری سوامی جی نے کئے ہیں۔ وہ بالکل درست ہیں۔ اور عموماً قرآن کے سارے ہی بڑے بڑے عالم مسلمان مترجموں نے اس کے یہی معنی کئے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ کئی مسلمان یہاں پر اس کے معنی یہ نہیں

کرتے۔ تب پنڈت جی نے کہا۔ کہ اگر کچھ مسلمان اب اس کا بھاؤ ارتھ (مفہوم) کچھ اور لیتے ہیں تو وہ بھی شری سوامی جی اور آریہ سماجیوں کے اعتراض سے بچنے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اور اگر بالفرض محال مان بھی لیا جائے۔ کہ کچھ مسلمان بھائی بسم اللہ کا بھاؤ ارتھ کچھ اور لیتے ہیں۔ تو بھی شری سوامی جی کا یہ ارتھ غلط اور اعتراض بے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ معنے غلط اس لئے نہیں کہ عربی کے گرامر سے اس کے یہ معنی بالکل ٹھیک ہیں۔ اور اب بھی زیادہ تر مسلمان عالم اس کے یہی معنی کرتے ہیں۔ اعتراض بے فائدہ اس لئے نہیں کہ شری سوامی جی کا اعتراض اُن مسلمانوں کے لئے اب بھی درست ہے جو کہ بسم اللہ کے معنے شروع ساتھ نام اللہ کے کرتے ہیں یا مانتے ہیں۔ ساتھ ہی جب کہ عام مسلمان مصنف بھی اپنی تالیفات کے شروع میں بسم اللہ ہی لکھتے ہیں۔ تو اس کے معنی شروع ساتھ نام اللہ کے صحیح سمجھ کر کے ہی لکھتے ہیں۔ اس لئے اگر انسان بھی اپنی کتابوں کے شروع میں بسم اللہ ہی لکھیں۔ اور خدا بھی اپنی کتاب کو اسی سے شروع کرے۔ تو پھر انسانی و خدائی کتاب میں تمیز کیونکر ہو سکے گی۔ اس کا جواب مہاتما جی کچھ نہ دے سکے۔ اس کے بعد مہاتما جی باوجود بہت دیر تک ستیارتھ پرکاش کی ورق گردانی کرنے کے بھی اور کوئی پرمان پیش نہ کر سکے۔ اور فرمانے لگے کہ پھر جب دہلی آئیں گے

تب بتلائیں گے۔ اس پر شری پنڈت رامچندر جی نے عرض کی۔ کہ اگر آگیا ہو تو میں احمد آباد آپ کے ہمراہ چلا چلتا ہوں۔ وہیں پر مجھے دکھلا دیجئے گا مگر اس کو آپ نے منظور نہ فرمایا۔ اور نہ ہی پھر آج تک پانچ سال گذرنے پر بھی کوئی ثبوت ہی پیش کیا۔

(۹) میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ رشی دیانند نے (بقول مہاتما جی) ست شاستروں کے دہرم کے کون سے ایسے انرتھ کئے ہیں۔ جو کہ مہاتما جی نے نہیں کئے۔ کیونکہ

(الف) اگر رشی دیانند نے منوسمرتی وغیرہ گرنتھوں میں پیچھے سے کی گئی ملاوٹ مانی ہے۔ تو مہاتما جی نے بھی دہرم شاستروں میں پیچھے سے ملاوٹ کا کیا جانا منظور کیا ہے۔ دیکھو پہلا کارن

(ب) اگر رشی دیانند نے پُران۔ قرآن اور بائبل میں غلطیوں کا ہونا بتلایا ہے تو مہاتما جی نے بھی یہ لکھ کر اس سچائی کی تصدیق کی ہے۔ کہ چونکہ پرماتما کا پیغام (الہام) نامکمل انسانی ذریعہ سے موصول ہوتا ہے اس لئے وہ اسی حد تک پوتر اور اپوتر و مکمل اور نامکمل ہوتا ہے۔ کہ جس حد تک وہ ذریعہ پوتر اور اپوتر و مکمل اور نامکمل ہو۔ اسی طرح پُرانوں سمرتیوں۔ رامائن اور مہابھارت وغیرہ میں غلطیوں کا ہونا مانا ہے۔ بلکہ پُرانوں کی بعض کہانیوں کو خطرناک بتلاتے ہوئے اُن کے

مطابق چلن بتانے کو موت سے تشبیہہ دی ہے۔ دیکھو پہلا کارن پستک ہذا۔

(ج) اگر رشی دیانندنے وید آدی شاستروں کے غلط معنوں کے ماننے سے انکار کرکے ان کے یکتی یکت (مدلل) صحیح معنے کئے ہیں۔ تو مہاتما جی نے بھی صاف لکھا ہے۔ کہ میں ترک اور نیتی کے خلاف معنوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں چاہے وہ شنکر آچاریہ وغیرہ ودوانوں کے کئے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں۔ دیکھو پہلا کارن پستک ہذا۔

(د) اگر رشی دیانندنے اوتار یعنی ایشور کے جنم کا نشیدھ کیا ہے اور بتلایا ہے کہ اوتار واد وید کے خلاف ہے۔ تو مہاتما جی نے بھی مانا ہے کہ ایشور کا کوئی مان۔ باپ اور لڑکا نہیں ہے اور ویدوں میں صرف ایک ایشور کی مہماں گائی ہے۔ دیکھو اوتار واد پستک ہذا۔

(ر) اگر رشی دیانندنے ورن گن کرم سے مانا ہے اور جنم کے ورن کی تردید کی ہے۔ تو مہاتما جی نے بھی براہمن کے گنوں اور کرموں سے خالی جنم کے براہمن کو غیر حقیقی اور نام نہاد براہمن قرار دیا ہے۔ دیکھو دوسرا کارن پستک ہذا۔

(س) اگر رشی دیانندنے ایشور کی مورتی نہیں مانی اس لئے اس کی

مُورتی کی پُوجا کا بھی نشیدھ کیا ہے۔ تو مہاتما جی نے بھی یہ لکھکر عملاً مُورتی پُوجا کرنے سے انکار کیا ہے کہ مُورتی کو دیکھ کر میرے ہردے میں تو اس کے لئے آدر کا بھاؤ پیدا نہیں ہوتا۔ دیکھو چوتھا کارن پستک ہذا۔

(ش) اگر رشی دیانند نے مرتک شرادھ کا کھنڈن کیا ہے۔ تو مہاتما جی نے بھی اُس کو جنگلیوں کا کام بتلایا ہے۔ دیکھو مرتک شرادھ پُستک ہذا۔

(ص) اگر رشی دیانند نے تیرتھ سنان سے پاپ نورتی یا مکتی کے وشواس کو اندھا وشواس بتلایا ہے تو مہاتما جی بھی لکھتے ہیں۔ کہ میں نے خود تو پونر نا کی تلاش کے لئے تیرتھ ستھانوں پر جانے کا کبھی خیال نہیں کیا۔ دیکھو تیرتھ سنان پُستک ہذا۔

(ض) اگر رشی دیانند نے پشو بلی یا حیوانی قربانی کو پاپ بتلایا ہے تو مہاتما جی نے بھی اُس کو ادہرم مانا ہے۔ دیکھو پشو بلی یا حیوانی قربانی پُستک ہذا۔

(ط) اگر رشی دیانند نے بال برودھ اور بہو وواہ یعنی بچپن اور بڑھاپے کی شادی وکثرت ازدواج کو بُرا کہا ہے اور بال ودھواؤں کے وواہ کو جائز بتلایا ہے تو مہاتما جی نے بھی ہو بہو ایسا ہی مانا ہے۔ دیکھو ودھوا وواہ پُستک ہذا۔

) اگر رشی دیانند نے چھوت چھات اور ذات پات کو وید کے خلاف
ت نقصان دہ بتلایا ہے - تو مہاتما جی نے بھی اُس کو ادہرم اور
ار دیا ہے - دیکھو چھوا اچھوت پُستک ہذا -
) اگر رشی دیانند نے مت متانتروں یا مذاہب کے استیہ (جھوٹ)
ن کیا ہے - تو مہاتما جی نے بھی یہ لکھ کر ان کی استیتا کا صاف
یا ہے کہ میرا سند و دہرم تو مجھے سکھشا دیتا ہے کہ تمام مذاہب تھوڑے
تی میں سچے ہیں - نوجیون یکم جون ۱۹۲۱ء وغیرہ وغیرہ -
ے اُوپر کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ جن دہارمک اور سماجک
ن کا اظہار رشی دیانند نے کیا ہے - مہاتما جی نے بھی قریب قریب
ہی وچار پرگٹ کئے ہیں - پھر معلوم نہیں کہ وہ کون سا ایسا انرتھ
قربانی ہو کہ رشی دیانند نے تو کیا ہے اور مہاتما جی نے نہیں کیا -
پر میں ناظرین کی توجہ پیچھے پیش کئے گئے اُس ثبوت کی طرف
س الزام کے جواب کو ختم کرتا ہوں کہ جس سے یہ صاف ثابت
ے کہ رشی دیانند نے جو جو اعتراضات مت متانتروں یا مذاہب کے
کئے ہیں - وہ اُن کی مذہبی کتابوں کو بغور پڑھنے کے بعد ہی اُن کے
دے کر گئے ہیں - نہ کہ اس طرح جس طرح کہ مہاتما جی نے محض خوش
دی سے ہی یہ لکھ مارا ہے کہ "میں ویدوں - اُپ نشدوں -

پُرانوں اور اُن سب وستوؤں کو مانتا ہوں جو ہندو شاستروں کے نام سے وکھیات (مشہور) ہیں"۔ کیونکہ یہ بالکل نشچت ہے کہ مہاتما جی جن سارے ہندو شاستروں کو مانا ہے۔ اُن کو اُنھوں نے نہیں پڑھا بلکہ یہ کہنا بھی مُبالغہ نہ ہوگا۔ کہ مہاتما جی نے اُن میں سے بعض کے درشن بھی نہ کئے ہوں گے۔ میں تو یہ بھی کہوں گا کہ یہ بھی ایک سچائی ہے۔ کہ مہاتما جی نے رشی دیانند کی کی ہوئی مت متانتروں کی سمالوچناں کے ہر ایک اعتراض کے صحیح یا غلط ہونے کی کبھی پڑتال ہی نہیں کی۔ اور یوں ہی لکھدیا ہے۔ کہ سوامی دیانند نے جین وغیرہ متوں کی سمالوچناں غلط کی ہے۔ اگر اس بات کے ماننے سے آپ کو انکار رہے۔ تو کرپا کر کے آپ ہی بتلائیں کہ کیا آپ نے کبھی پُرانوں۔ جینیوں کے گرنتھوں۔ بائیبل اور قرآن کو سامنے رکھ کر اُن کے متعلق کئے ہوئے رشی دیانند کے ہر ایک اعتراض کی سچائی اور غیر سچائی کی پڑتال کبھی کی ہے۔ اگر نہیں کی۔ تو آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ رشی دیانند نے جین آدی متوالوں کے دھرم کے ارتھ کا انرتھ کر دیا ہے۔

پس میری مذکورہ بیان کردہ حقیقت کی بناء پر پورے وثوق کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مہاتما جی کا یہ فرمانا تو ہرگز درست نہیں ہے کہ سوامی دیانند نے انجان میں جین وغیرہ متوں کے ارتھ کا انرتھ کر دیا ہے۔ بلکہ

برعکس اس کے یہ کہنا بالکل ٹھیک ہوگا۔ کہ مہاتما جی نے انجان میں ہی
رشی دیانند پر یہ غلط الزام لگایا ہے۔

تیسرا الزام

(مہاتما جی) آریہ سماج کی بائیبل ستیارتھ پرکاش کو میں نے دو دفعہ
پڑھا ہے۔ ایسے مہان سُدھارک کا لکھا ہوا اتنا نراشا جنک گرنتھ
میں نے نہیں پڑھا۔ ـ ـ ـ ـ ـ آریہ سماج کی ترقی ستیارتھ پرکاش
کی تعلیم سے نہیں۔ بلکہ اس کے بانی کے اُوات شیل (اعلیٰ کیرکٹر) کی
وجہ سے ہے۔

(آریہ) الف۔ یہ تو مانا جا سکتا ہے کہ مہاتما جی کو ستیارتھ پرکاش
کے پڑھنے سے مایوسی ہوئی ہو۔ مگر یہ نہیں مانا جا سکتا کہ آپ کی مایوسی
حقیقت پر مبنی ہے۔ کیونکہ میری دانست میں آپ کی یہ مایوسی آپ کے
مقصد (سوراجیہ پراپتی) کے سادھن ہندو مسلم وغیرہ فرقہ دارانہ اتحاد
کے خیالات سے بنے ہوئے جذبات کی بناء پر ہے۔ نہ کہ تحقیق حق کی بناء
پر۔ یا یوں سمجھئے کہ آپ کی مایوسی کی وجہ یہ نہیں کہ دراصل ستیارتھ پرکاش
بالکل حقیقی سچائی کا مظہر نہیں ہے۔ کہ جس کے لئے رشی دیانند نے اسکو

بنایا تھا۔ بلکہ مہاتما جی کی مایوسی کا سبب یہی ہو سکتا ہے کہ اُس میں
کی گئی مت متانتروں کی سمالوچناں کو آپ نے اپنے اتحادی جذبات
کے موافق نہیں پایا۔ یا یہ کہ جو کچھ آپ پسند کرتے تھے وہ اُس میں سے
آپ کو نہیں ملا۔ مگر رشی دیانند سے یہ اُمید کرنا کہ وہ سیاسی جذبات
کا پاس رکھتے ہوئے دھارمک سچائی اور مت متانتروں کی غیر سچائی
کو ظاہر کرنے سے احتراز کرتے لاحاصل ہے۔ کیونکہ رشی دیانند اس زمانہ
کے واحد سُدھارک تھے۔ وہ انسانی دُنیا کی بہتری و بہبودی کے لئے مت
متانتروں یا مذاہب کے اُن تمام لغو عقیدوں۔ توہمات۔ اور بیہودہ
رسم و رواجات کے خلاف انقلاب پیدا کر کے انہیں تباہ کرنا چاہتے
تھے۔ جو کہ دہرم کی عالمگیر سچائیوں کے خلاف ہیں اور ایک اِنسانی
جماعت میں بے شمار فرقے اور اُن میں باہمی ضد اور نفرت پیدا کر کے
فسادات کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے اُن کے سدھار ا ایک
ہی سادھن اودّیا کا ناش اور وِدّیا یا ستیہ کا پرکاش کرنا ہی تھا۔ اس کے
لئے آپ نے جو خاص کتاب لکھی۔ اُس کا نام بھی آپ نے ستیارتھ
پرکاش (سچی بات کا ظاہر کرنے والا) رکھا۔ اُس کے پہلے حصّہ
میں جہاں آپ نے ویدک کے سچے وچاروں اور آچاروں کا ورنن کیا۔
وہاں اُس کے دوسرے حصے میں مت متانتروں اور سماج کے دوشنوں

کو بھی دکھلا دیا ہے۔ تاکہ مت متانتروں کے پیرو استیہ کو چھوڑ کر ستیہ کا
گرہن کر سکیں۔ اور سماجک سُدھار بھی ہو سکے۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا۔
کہ رشی دیانند نے ستیارتھ پرکاش کو جس خاص مقصد کے لئے لکھا ہے۔
اس سے اُسی مقصد کے پُورا ہونے کی اُمید ہو سکتی ہے۔ اور یہ ضروری
نہیں ہے کہ وہ ہر ایک خیال والے کے لئے اُمید افزا ہو۔ اور نہ ہی اُسکے
بنانے والے نے یہ دعویٰ ہی کیا ہے کہ اس میں سے ہر ایک خیال والے کو
اپنے موافق خیالات مل سکیں گے۔

(ب) عجب حیرانی کی بات ہے کہ مہاتما جی خود تو راج نیتک سُدھار
کی خاطر گورنمنٹ کی تعلیم اور طرزِ عمل کو ہندوستانی راج کا مخالف اور
ناقص سمجھکر اُس کا برملا کھنڈن کریں۔ کھنڈن ہی نہیں بلکہ اُس کے راہ
راست پر لانے کے لئے پوری جدوجہد کرتے ہوئے وکیلوں۔ طالب علموں
اور عوام کو اُس سے عدم تعاون کرنے کا اُپدیش بھی دیں۔ اور اس پر بھی
طرّہ یہ کہ اپنی اس توڑ پھوڑ کی تلقین سے پہلے عدم تعاونیوں کے لئے
تعمیری تعلیم اور کام کا کوئی پورا انتظام بھی نہ کریں۔ مگر رشی دیانند کے
دھارمک سدھار کے لئے مت متانتروں کی ناقص و ناکارہ تعلیم کو کھنڈن
کرنے والی پُستک (ستیارتھ پرکاش) کو مایوس کُن بتلائیں۔ اور اس
کے ابتدائی دس سمولاس میں دی گئی مکمل تعمیری دھارمک اور سماجک

تعلیم کی بھی کچھ پرواہ نہ کریں۔

میں یہ مانتا ہوں کہ رشی دیانندجی سے بھی غلطی کا ہونا ممکن ہے۔ اور رشی خود بھی اس کو مانتے ہیں۔ لیکن ان کی کسی غلطی کو خاص طور پر ظاہر کرنے کے بغیر ہی اُن کے ساری عمر کی لگاتار کوشش سے حاصل کئے ہوئے گیان (علم) کی بنا پر کی ہوئی مذاہب یا مت متانتروں کی سمالوچنا پر صرف اتنا لکھ کر ہی دھول ڈالنے کی کوشش کرنا کہ سوامی دیانند نے انجان میں مت متانتروں کے دھرم کے ارتھ کا انرتھ کر دیا ہے۔ اور کہ ستیارتھ پرکاش ایک نراشا جنک گرنتھ ہے اور اُس میں پرکاشت کی ہوئیں ہر ایک انسان کی بہتری و بہبودی کرنے والی عالمگیر سچائیوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرنا انرتھ نہیں تو اور کیا ہے۔

(ج) کتنے افسوس کی بات ہے۔ کہ جس ستیارتھ پرکاش نے حقیقت میں ایک سچے رہنما کا کام کیا ہے۔ جن کی تحریروں نے دھارمک اور ساماجک دُنیا میں ترقی کُن انقلاب پیدا کر کے مت متانتروں کو اپنا سُدھار کرنے کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ بلکہ جس کی وجہ سے در حقیقت ہر ایک سماج نے کم و بیش اپنا سدھار بھی کیا ہے۔ جس نے لاکھوں ضعیف الاعتقادوں کو توہمات کی زنجیروں سے آزاد کیا۔ اور وشئیوں (نفس کے غلاموں) کی ناپاک زندگیوں کو پوتر بنایا ہے۔

جس نے دہرم اور مذہب کے نام پر کئے جانے والے اتیا چاروں (ظلموں) اور پاپوں یا کہ انسانیت اور آزادی کے مخالف خیالوں اور افعالوں کے مٹانے کے متعلق ایک زبردست مصلح کا کام کیا ہے۔ اُس کی نسبت یہ لکھنا کہ وہ مایوس کُن ہے۔ یا کہ آریہ سماج کی ترقی میں اُسکا کوئی حصہ نہیں ہے۔ کیا یہ گمراہ کُن نہیں ہے۔ میں بڑے ادب سے پوچھوں گا۔ کہ کیا مہاتماجی کی دانست میں سارے ستیارتھ پرکاش میں کوئی بھی خوبی نہیں ہے۔ اگر ہے۔ تو اُس ساری پُستک سے مایوسی کا اظہار کر کے ناواقفوں کے لئے اُس کی ساری تعلیم کو ہی مشتبہ بنانے کا کام کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ کیا ایک نرپکش (غیر طرفدار) سمالوچک کا یہی کرتویہ ہے۔ کہ وہ پُستک کے روشن پہلو کا تو ذکر تک نہ کرے۔ اور اُس کی جس بات کو اُس نے غلط سمجھا ہو۔ اُس کی تردید میں بھی کوئی ثبوت پیش نہ کرے۔ بلکہ غلطی کو ظاہر تک نہ کرسکے۔ اور لکھدے کہ ساری پُستک ہی مایوس کُن ہے۔

(د) کیا یہ ایک صریح اور ناواجب طرفداری نہیں ہے۔ کہ ایک طرف تو مہاتماجی قرآن اور اسلام میں غلطیاں مانتے ہوئے بھی اپنے مشہور اعلان میں یہ لکھدیں۔ کہ "اسلام کوئی جھوٹا مذہب نہیں ہے" اور دوسری طرف ستیارتھ پرکاش میں بیان شدہ کئی سچائیوں سے

متفق ہوتے ہوئے بھی اُس کے متعلق یہ لکھہ کر غلط فہمی پھیلائیں ۔ کہ ستیارتھ پرکاش مایوس کن پُستک ہے ۔

چوتھا الزام

(مہاتماجی) جہاں جہاں آریہ سماج کو دیکھیں گے ۔ وہاں وہاں زندگی اور سرگرمی دکھائی دیگی۔ ایسا ہوتے ہوئے بھی سنکیچت درشٹی اور وواد پریے (تنگ نظر اور جھگڑالو) ہونے کا کارن دوسرے فرقوں کے لوگوں کے ساتھ اور جب وہ نہ ملیں تو آپس میں جھگڑا کرتے ہیں ۔

(آریہ) (۱) آریہ سماج سنکیچت درشٹی (تنگ نظر) ہے یا کہ وسترت درشٹی (وسیع النظر) اس کے جانچنے کے لئے آریہ سماج کی بنیادی اغراض کا جاننا ضروری ہے ۔ اس لئے اگر نہایت اختصار سے ہی یہ جاننا چاہیں کہ رشی دیانند نے موجودہ آریہ سماج کو کیوں بنایا ۔ تو اس کا جواب آریہ سماج کا چھٹا نیم یہ دیتا ہے ۔ کہ سنسار کے اوپکار کے لئے ۔ نیم کے الفاظ یہ ہیں ۔

"سنسار کا اوپکار کرنا آریہ سماج کا مکھیہ ادیش ہے ۔"

لیکن اگر اس کا جواب تھوڑی تفصیل سے جاننا ہو۔ تو رشی کے بنائے گرنتھوں کی بنا پر یہ کہنا ہوگا۔ کہ آریہ سماج کے بانی نے آریہ سماج نام سے ایک ایسے سماج کا نرمان کیا ہے کہ

(ا) جو محض بھلے اور بُرے گنوں اور کرموں کے لحاظ سے ہی منش سماج کے آریہ (بھلے) اور دسیو (بُرے) صرف دو بھید ہی ماننے اور دوسرے سارے غیر قدرتی اور مصنوعی بھیدوں (فرقوں) کو مٹانیوالا ہو۔

(ب) جس میں بلالحاظ ملک اور خاندان ہر ایک انسان شامل ہو کر تنگ ظرف مت متانتروں یا مذاہب اور مفروضہ جاتیوں کے پیدا کردہ ایرشا دویش (حسد۔ نفرت) اور ویر وردھ کو مٹا دے۔ اور جسمانی اعضاؤں کی طرح متحدہ و متفقہ طاقت سے جیون یاترا (زندگی کے سفر) کو آسان و آرام دہ بناتے ہوئے مقصد زندگی کی حصول کے لئے کوشش کر سکے۔

(ج) جس کے دائرہ میں ہر ایک انسان کے فطرتی حقوق مساوی و محفوظ ہوں۔

(د) جس میں سوائے گنوں اور کرموں یا کہ اخلاق اور قابلیت کی خصوصیت کے ورنوں اور اعلیٰ و ادنیٰ کی اور کوئی معیار نہ ہو۔

(ر) جس کے منتویہ (عقیدہ) و کرتویہ (عمل) میں ملکی۔ مذہبی۔ قومی اور نسلی منافرت کی گنجایش ہی نہ ہو۔ اور جس کا سوارتھ پرارتھ (دوسروں کے مفاد) کے ہی انتر گت ہو۔

(س) جس کے مندر میں صرف ایک ایشور کی پوجا اور قابلیت۔ پوترتا اور سداچار کا ستکار (عزت) اور دراچار و اتیاچار یا کہ پاپ اور ظلم کا ترسکار (بے عزت) کیا جاتا ہو۔

(ش) جس کی کریا بھومی میں گیان اور کرم کا پورن سہیوگ (پورا تعاون) اور وکاش (ارتقا) وترک اور شردھا کا مناسب استعمال ہو سکے۔

(ص) جس کے کھشیتر (میدان) میں فطرتی طاقتوں کے نشوونما پانے میں دہارمک اور سماجک وغیرہ کسی طرح کی بھی بے جا بندشیں نہ ہوں۔ اور اپنے پرشارتھ سے ہر ایک کو آگے بڑھنے اور اوپر اٹھنے کا موقعہ حاصل ہو۔

(ض) جس کی ویدی (پلیٹ فارم) پر آتم چنتن۔ آتم نرنے۔ آتم آدلمبن۔ آتم سنمان۔ آتم رکھشن اور آتم تیاگ و آتم سمرپن کا سبق پڑھایا اور ہر ایک انسان کے لئے ایک ہی حقیقی دہرم کا اعلان کیا جا سکے۔

المختصر یہ کہ جس کا کرہ ہوائی ہی قدرتی مساوات۔ فطرتی آزادی اور دھارمک زندگی کی روح پھونکنے والا ہو۔ پس جس سماج کا نرمان مذکورہ اغراض یا کہ سنسار کے اُپکار کے لئے ہی کیا گیا ہو۔ ماننا پڑے گا کہ وہ سماج اصولی لحاظ سے نہ صرف یہ کہ تنگ نظر ہی نہیں ہے۔ بلکہ اُس سے وسیع النظر اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ باقی رہا اُس کا کام۔ جس کے متعلق بلا مُبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ آریہ سماج کا خود سنکچیت درشٹی ہونا تو کہاں اُس نے تو اپنے وشال دھارمک وچاروں اور آچاروں کے پرچار سے دوسروں کی تنگ خیالی کو بھی ایک حد تک دور کر دیا ہے اس بات کے معترف بہت سے غیر آریہ سماجی وِدوان بھی ہیں۔

(۲) یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ مہاتما جی نے آریہ سماج کے تمام کاموں کو جانتے ہوئے بھی اُس کو سنکچیت درشٹی (تنگ نظر) محض اس لئے کہا ہو کہ وہ مذاہب کے فضولیات کو جانتا ہوا بھی اُن کی کچھ خوبیوں کی وجہ سے اُن کے ایشوریہ ہونے کا اقرار کرنے میں ویسی اُدارتا نہیں دکھلاتا۔ جیسی کہ آپ نے اپنے ان الفاظ میں دکھلائی ہے۔

"میرا ہندو دھرم بھاؤ تو مجھے یہ سکھشا (تعلیم) دیتا ہے کہ تمام دھرم تھوڑے بہت انش میں سچے ہیں۔ سب کی اُوتپتی ایک ہی ایشور سے ہے"۔

یا کہ وہ مت متانتروں یا مذاہب کی ہر ایک نامعقول بات کے سامنے سر جھکانے میں آپ کی طرح یہ سمجھکر فراخدلی سے کام نہیں لیتا۔ کہ یہ اُنکا مذہبی عقیدہ ہے۔ محض اس لئے ہی ہمیں اُس کا احترام کرنا چاہئے۔ جیسا کہ اس اعتراض کے آخری حصہ میں دی گئی آپ کی تحریروں سے ظاہر ہے۔ اگر آپ کے آریہ سماج کو تنگ نظر کہنے کی یہی وجہ ہے۔ تب تو میں کہونگا کہ واقعی آریہ سماج تنگ نظر یا تنگدل ہے۔ اور وہ اس قسم کا وسیع النظر بننا بھی نہیں چاہتا۔ کیونکہ جو وسیع النظری اور فراخدلی نادرست کو درست ماننا۔ اور نامعقول باتوں کے سامنے جھکنا سکھلاتی ہے۔ آریہ سماج اُس کو اودیا کا مول (جہالت کی جڑ) سمجھتا ہے۔ اس لئے اپنی ضمیر کے خلاف ظاہرداری کرنے کو دنبہ جان کر اُس کا کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

اور اگر مہاتما جی نے آریہ سماج کو تنگ نظر اس لئے کہا ہو کہ آپ کے خیال میں وہ دوسرے مذاہب کی خوبیوں اور معقول باتوں کو بھی ماننے سے انکار کرتا ہے۔ یا کہ اُن کے بانیوں اور رہنماؤں کی عزت نہیں کرتا۔ تب تو میں عرض کروں گا کہ یہ الزام بالکل غلط ہے۔ کیونکہ رشی دیانند نے ستیارتھ پرکاش کی بھومکا میں صاف لکھا ہے کہ (جو جو سب متوں میں سچی سچی باتیں ہیں اُن کو منظور کر کے جو جو اُن کی جھوٹی باتیں ہیں اُن کا

کھنڈن کیا ہے۔ جس طرح میں پورانوں۔ جینیوں کے گرنتھوں۔ بائیبل
اور قرآن کو پہلے ہی بُری نظر سے نہ دیکھ کر اُن میں سے گنوں کا گرہن
اور دوشوں کا تیاگ کرتا ہوں ویسے سب کو کرنا چاہیئے"۔ جس سے صاف
ظاہر ہے کہ آریہ سماج کے بانی نے مذاہب کی سچی باتوں اور گنوں کو خود
منظور کیا ہے۔ اور دوسروں کو ایسا کرنے کی ہدایت بھی کی ہے۔ اس لئے
آریہ سماج بھی اس پرکار بتد ہے۔ نیز مذاہب کے بانیوں اور رہنماؤں کی
کیا بلکہ ہر ایک انسان کی یتھا یوگیہ (جیسی چاہیئے ویسی) عزت کرنا ہر ایک
انسان کا اخلاقی فرض ہے۔ اور آریہ سماج بھی اس پہلو میں کسی سے پیچھے
نہیں ہے۔ جو جس عزت کا مستحق ہے۔ آریہ سماجی اُس کی ویسی ہی عزت
کرتے ہیں۔ آریہ سماج مذاہب کے بانیوں کی عزت اس لحاظ سے ہی نہیں
کرتا کہ وہ مذاہب کے بانی ہیں۔ کیونکہ یہ تو محض دُنیا داری یا بھائی چارہ
کی عزت ہے۔ بلکہ آریہ سماج تو دُنیا کے تمام برگزیدہ شخصیتوں کی اُن کے
اعلیٰ اوصاف اور کرموں کے لحاظ سے ان کی مُناسب و حقیقی عزت کرتا ہے۔
اگر یہ خیال کیا جائے۔ کہ چونکہ آریہ سماج اُن کے بعض خیالات کا کھنڈن
کرتا ہے۔ اس لئے وہ اُن کی عزت نہیں کرتا۔ تو یہ خیال درُست نہیں ہے
کیونکہ عزت کرنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں۔ کہ عزت کرنے والا اپنے سے
عزت کئے جانے والے کے ہاتھ میں اپنی ضمیر ہی بیچ دیتا ہے۔ عزت کرنا اور

بات ہے۔ اور خیالات سے اختلاف کرنا دوسری بات ہے۔ کیا میں جو اس وقت مہاتما جی کے کئی خیالات سے اختلاف ظاہر کر رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں مہاتما جی کی عزت نہیں کرتا۔ اگر معترض کا ایسا ہی خیال ہے۔ تو میں اس سے انکار کرتا ہوں۔ کیونکہ میں مہاتما جی کی دل سے عزت کرتا ہوں۔ یا یہ کہ مہاتما جی نے جو رشی دیانند کے متعلق نکتہ چینی کی ہے۔ تو کیا مہاتما جی کے دل میں رشی کی عزت نہیں ہے۔ میں اس کو نہیں مانتا۔ کیونکہ مہاتما جی ہمیشہ ہی اپنی تحریروں اور تقریروں میں رشی دیانند کی عزت کا پاس کرتے ہیں۔ اور رشی کی عظمت کے قائل ہیں۔ ہاں اگر آریہ سماج سے یہ اُمید کی جائے۔ کہ وہ کسی کے گنوں کو مان لینے پر اُس کے دوشوں کو قطعی نظر انداز کر دے۔ تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آریہ سماج سدھارک ہونے کی وجہ سے اس طرز عمل کو اس لئے خطرناک سمجھتا ہے کہ اس سے اندھ پرمپرا (اندھے کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلنا) کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور سنسار میں اس سے اندھی مردم پرستی یا او یدک گورو ڈم پھیلتا ہے۔ اور سدھار بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کو مہاتما جی نے بھی اندھی ہیرو ورشپ (مشاہیر پرستی) بتلایا ہے۔ آریہ سماج کا یہ طرز عمل صرف غیر آریہ مشاہیر کے متعلق ہی نہیں ہے۔ بلکہ آریہ رشیوں اور منیوں کے متعلق بھی اُس کا یہی برتاؤ ہے۔ کہ وہ اپنے

رشیوں۔ منیوں کی بھی ہر ایک ہاں میں ہاں نہیں ملاتا۔ جس طرح آریہ سماج کے اس طرز عمل سے یہ کہنا بھول ہے۔ کہ وہ رشیوں۔ منیوں کی عزت نہیں کرتا اسی طرح پر یہ کہنا بھی غلطی ہے۔ کہ چونکہ آریہ سماج غیر آریہ مشاہیر کی غلطیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے وہ اُن کی عزت نہیں کرتا۔ دنیا کو اندھی تقلید اور گمراہی سے بچانے کا یہ ایک نہایت ہی واجب اور دھرم انکول طریقہ ہے کہ عوام جن بزرگوں کی پیروی کرتے ہیں۔ پوری ایمانداری سے اُن کے وچاروں اور آچاروں کی بھلائی و بُرائی کو ظاہر کر دیا جائے۔ تاکہ وہ اُن کی غلطیوں کی پیروی کرنے سے بچیں۔

(۳) یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے۔ اور آریہ سماج کی تاریخ اس کی شاہد ہے۔ کہ اُس نے اپنی پچاس سالہ زندگی میں کبھی بھی غیر آریہ سماجیوں پر حملہ نہیں کیا۔ بلکہ غیر آریہ سماجیوں کے حملوں سے بچنے کے لئے گورنمنٹ یا عدالت کی شرن لینے سے بھی ہمیشہ ہی پرہیز کیا ہے۔ اس لئے ان معنوں میں تو اس کو کوئی بھی جھگڑالو نہیں کہہ سکتا۔ اور اگر ستیہ استیہ (سچائی و غیر سچائی) کے نرنے کے لئے کئے جانے والے اُس کے واد پرتی واد (بحث مباحثہ) کی وجہ سے ہی اس کو جھگڑالو کہا جائے۔ جیسا کہ مہاتما جی کے الزام کے لفظوں سے ظاہر ہے۔ تو میں بڑے ادب سے عرض کرونگا۔ کہ اس میں آریہ سماج کو دوسروں کی نسبت کوئی خصوصیت نہیں ہے

اور کہ اس الزام سے نہ مہاتما جی ہی بچ سکتے ہیں۔ اور نہ ہی سنسار کے دوسرے لوگ۔ کیونکہ خود مہاتما جی اپنے وکالت کے زمانہ میں عدالتوں میں واد وِواد کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد افریقہ اور بھارت کی گورنمنٹوں سے ہندوستانیوں اور ملکی حقوق کے لئے آپ کا جھگڑا ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔ سوراج پارٹی کے جنم کے وقت اُس سے بھی آپ کی لے دے رہی ہے علی ہذ القیاس سناتنی ہندؤں وغیرہ سے بھی اکثر اوقات آپ کا وواد ہوتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ عدالتوں میں وکیلوں۔ کانگرس میں کانگرسیوں کونسلوں میں کونسلروں۔ کمیٹیوں میں میونسپل کمشنروں اور سبھا سوسائیٹیوں میں اُن کے ممبروں وغیرہ وغیرہ کے واد پرتی واد (بحث و مُباحثہ) بھی ہر روز ہوتے رہتے ہیں۔ جب کہ یہ سارے واد وواد کرتے ہوئے بھی جھگڑالو نہیں ہیں۔ تو پھر معلوم نہیں کہ وچاروں اور آچاروں کی سچائی وغیر سچائی کے جانچنے کے لئے واد پرتی واد کرنے والا آریہ سماج کیوں جھگڑالو ہے۔ کیا سنسار میں دوسری ساری باتوں کی جانچ کے لئے تو واد پرتی واد کی ضرورت واجازت ہے۔ مگر صرف دھرمک وچاروں اور آچاروں کے لئے ہی نہیں۔ کیا ان میں اندھا وشواس ہی کافی و مُفید ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ مذہبوں کے غلط عقیدوں اور اندھے یقین سے جو جو اتیا چار (ظلم) ازلقہ۔ خرابیاں اور خونریزیاں دُنیا میں ہُوئی اور ہو رہی ہیں۔

وہ سیاسی وجوہات سے ہونے والی بُرائیوں سے کچھ کم نہیں ہیں۔ جب تک مذہبی یا مت متانتروں کا سُدھار نہیں ہوتا۔ تب تک سیاسی دُنیا میں بھی امن و چین نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دُنیا کے امن اور شانتی کے لئے ضروری ہے کہ مذاہب کے غلط عقیدوں اور اندھے یقین کا بھی سدھار کیا جائے۔ آریہ سماج کے بانی نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھکر ہی اس کے لئے عمر بھر کام کیا۔ زمانہ حال کے سارے اہل الرائے اس بات کو مانتے ہیں کہ رشی دیانند موجودہ زمانہ کے سب سے بڑے سدھارک تھے۔ آریہ سماج بھی اُن کا پیرو ہے۔ اُن کا کام محض ہر دلعزیزی یا لیپا پوتی سے نہیں چل سکتا تھا۔ اُن کو تو مت متانتروں اور سماج کے دوش ظاہر کر کے اُنہیں دُور کرانے کے لئے جد و جہد کرنی تھی۔ جو کہ اُنہوں نے کی اور آریہ سماج کر رہا ہے۔ اس لئے یہ سوبھاوک (قدرتی) تھا۔ کہ اندھ وشواسی مذاہب میں اُن کی نسبت اسنتوش (بے چینی) پھیلتا۔ یہ بات بھی کوئی آریہ سماج اور اُس کے بانی تک ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی سدھارک ہو گا۔ اور عملی سدھار کرے گا۔ اُس کو ایسا ہی کرنا پڑے گا۔ اور اندھ وشواسی لوگ اس سے اسنتشٹ یا ناخوش بھی ہوں گے۔ چنانچہ اپنے اپنے زمانہ کے سُدھارک مہاتما بُدھ۔ مہانو بھاؤ سقراط۔ حضرت عیسیٰ۔ حضرت محمدؐ اور لوتھر وغیرہ سے بھی اندھ وشواسی لوگ ناخوش ہوئے۔ بلکہ ان میں سے بعض مہا پُرشوں کی

تو موتیں بھی ان کج فہموں کے ہاتھ سے ہی ہوئیں۔ اور اب بھی ہو رہی ہیں کہ جن کا وہ سدھار کرنا چاہتے تھے۔

رشی دیانند کے گھاتک بھی وہی ہے کہ جن کے سدھار کے لئے وہ چاہتے تھے۔

میرے اوپر کے بیان کی تائید مہاتما جی کی اپنی اس رائے سے بھی ہوتی ہے جو کہ افریقہ کے ہندی آبادی کے مکانوں وغیرہ کی صفائی کو سدھارنے کے ذاتی تجربہ سے آپ کی بنی تھی۔ اور جس کو آپ نے اپنی خود نوشت سوانحمری میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

" لیکن مجھے تو کچھ تلخ تجربہ بھی ہوا۔ میں نے دیکھا کہ جب میں نے اپنے فرقہ (ہندوستانیوں) کو اس کے فرایض سے آگاہ کرنے کی سعی کی۔ تو اہل فرقہ نے مجھ سے اتنا تعاون نہ کیا۔ جتنا کہ اپنے حقوق کے مطالبہ میں کیا بعض اوقات مجھے بے عزتی برداشت کرنی پڑی۔ بعض مرتبہ بے اعتنائی کا سامنا ہوا۔ ان کے نزدیک یہ مشکل کام تھا کہ ہاتھ پاؤں کو حرکت دے کر اپنے چاروں طرف صفائی کریں۔ اس کام کے لئے اُن سے روپے کی توقع کیونکر ہو سکتی تھی۔ ان تجربات سے مجھے یہ سبق ملا۔ کہ صبر و تحمل کے بغیر لوگوں سے کوئی کام کرانا مشکل ہے۔ اصلاح کے لئے مصلح بے چین ہوتا ہے۔ نہ کہ سوسائٹی۔ سوسائٹی سے

مخالفت۔ حقارت اور مداخلت کے بغیر اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ مصلح جس بات کو جان سے عزیز سمجھتا ہے اُسے سوسائٹی جور و ظلم کے مانند سمجھتی ہے۔ "تیج دہلی ۲۰۔ فروری ۱۹۲۶ء منقول از ینگ انڈیا"

مہاتما جی کی یہ تحریر بتلاتی ہے کہ عوام کی طرف سے آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا۔ جو کہ ہر ایک سدھارک کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ حالانکہ آپ کا سدھاران کے جذبات کے خلاف بھی نہ تھا۔ اگر آپ کا سدھاران کے مذہبی جذبات کے خلاف ہوتا تو اُمید تھی کہ آپ کو اس سے بھی زیادہ انعام ملتا۔ کیونکہ مذہبی جذبات زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ چاہے اُن کی بنیاد غلط خیالات اور توہمات پر ہی مبنی کیوں نہ ہو۔ آپ کا یہ فرمانا بھی بالکل بجا اور درست ہے کہ عوام حقوق کے دلانے والے لیڈر کے ساتھ تو کھلے دل سے تعاون کرتے ہیں۔ اور میں تو اس میں اتنا اور بھی اضافہ کروں گا کہ لیڈر پر پھول برسا کر اور پشوؤں کی طرح اُس کی گاڑی کھینچکر اُسکی پوجا بھی کرتے ہیں۔ مگر سدھارک کو بقول آپ کے متعصب اور انجان لوگوں سے سوائے حقارت۔ مداخلت اور مخالفت کے تعاون کی اُمید نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ حقوق دلانے والے لیڈر کی عزت و قدر اس کے کام کے ابتدا میں ہی شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن سدھارک

کی عزت و قدر اُس وقت ہوتی ہے۔ جب کہ لوگ سُدھر جاتے ہیں۔ اس لئے میں بلا جھجک کہوں گا کہ مہاتماجی بھی آریہ سماج اور اُس کے بانی پر سنکچت درشٹی اور وواد پریہ ہونے کا دوش اُس وقت تک ہی لگا سکتے ہیں۔ جب تک کہ آپ مذہبی اور ساماجک سُدھار کے عملی میدان میں خاص طور پر نہیں اُترتے۔ اگر رشی دیانند کی طرح آپ بھی مذاہب اور سماج کا سدھار کریں گے تو پھر آپ کے محض اتنا کہنے سے ہی کام نہیں چلیگا۔ کہ سب مذہبوں میں بُرائیاں و غلطیاں موجود ہیں۔ اور کہ دُنیا کے تمام مذاہب دلیل کی کسوٹی پر پرکھے جا سکتے ہیں۔ بلکہ پھر تو رشی دیانند اور آریہ سماج کی طرح آپ کو بھی مذاہب کے وچاروں اور آچاروں کو دلیل کی کسوٹی پر پرکھنا پڑے گا۔ اور ان کی غلطیوں اور بُرائیوں کو واضح طور پر بتلا کر انہیں دور کرنے کے لئے بھی ویسی ہی جد و جہد کرنی پڑے گی۔ جیسی کہ آپ اس وقت پولیٹیکل لائن کے عملی کام میں گورنمنٹ کی غلطیوں اور بُرائیوں کی جانچ کرتے ہوئے اُن کے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس وقت آپ ایسا کریں گے اُس وقت مذاہب کے ماننے والوں کی نظر میں آپ کی موجودہ وسیع النظری اور صلح پسندی بھی ویسی ہی تنگ نظری اور جنگ جوئی بن جائے گی۔ جیسی کہ آج آپ کی نظر میں آریہ سماج اور اُس کے بانی کی بن رہی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ آریہ سماج پر ہی حصر نہیں ہے۔ بلکہ جو بھی سدھارک شخص یا سماج

میدان عمل میں ہوتا ہے۔ اس کے راستہ میں جس قدر رُکاوٹیں ہوتی ہیں۔ اُنہیں دُور کرنے کے لئے وہ جدوجہد کرتا ہے۔ چاہے وہ روکاوٹیں یگانوں کی طرف سے ہوں یا کہ بیگانوں کی طرف سے۔ کیونکہ اُس کے بغیر وہ نہ صرف یہ کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اپنا کام بھی جاری نہیں رکھ سکتا۔ اُنہیں روکاوٹوں کے دُور کرنے کے لئے جو جدوجہد کی جاتی ہے اُس کا نام جھگڑا رکھ لو یا کہ کچھ اور۔ مگر یہ جھگڑا اُس کے لئے ناقابل درگذر ہے۔

نیز آپ نے یہ دعویٰ ضرور کیا ہے۔ کہ میں شروع سے آخر تک سدھارک ہوں۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ سدھارک نہیں بلکہ راجنیتک لیڈر ہیں۔ کیونکہ آپ نے آج تک مذاہب کے سُدھار کا کام تو کیا ہی نہیں ہے۔ ہاں دلت ادّدھار اور چھوت چھات کے دُور کرنے کے لئے ایک اچھوت لڑکی کو اپنے آشرم میں رکھ کر اور اپنی تحریروں و تقریروں کے ذریعہ ساماجک سُدھار کا ضرور کچھ کام کیا ہے۔ اور وہ بھی اُس وقت کہ جس وقت آریہ سماج نے اُس کے متعلق کام کر کے میدان بنا دیا تھا۔ تاہم کٹّر سناتنی ہندو آپ کے اس کام سے ہمیشہ ہی ناراض رہے ہیں۔ اور آپ کو اُن کے اسنتوش دور کرنے اور اپنے کو سناتنی ہندو ثابت کرنے کے لئے ڈیفنس بھی پیش کرنا پڑا ہے۔ جس کا مفصل بیان پیچھے آچکا ہے۔ صرف یہی نہیں۔ کہ

آپ مذہبی سدھار میں لگے ہی نہیں۔ بلکہ آپ کی مندرجہ ذیل طرح کی تحریروں کی بناء پر کہا جا سکتا ہے۔ کہ آپ موجودہ پوزیشن میں مت متانتروں کے سدھار کا کام کر ہی نہیں سکتے۔

"میں شروع سے آخر تک سدھارک ہوں۔ لیکن میری یہ اُتسکتا (خواہش) مجھے یہ نہیں کہتی کہ ہندو دھرم کی کسی بھی او شیک بات کو رد کر دو۔ نوجیون"

"میں کٹر سناتن دھرمی ہوں۔ مگر ایک مسلمان کو حق دونگا کہ اگر اُس کا اعتقاد ہے۔ تو بے شک گائے کا گوشت کھائے"

"قرآن شریف کی بے ادبی اگر میں نہ کرنا چاہوں۔ تو مجھے یہ دیکھنا چاہیئے کہ مسلمان اُس کے ساتھ کیسے پیش آتے ہیں۔ جس طرح وہ کرتے ہیں۔ مجھے ویسا ہی کرنا چاہیئے۔ لیکن جب میں اپنے مندر میں جاؤں تو کیا مجھے کسی ہندو کی طرف دیکھ کر کچھ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن میں جب دربار صاحب میں گیا۔ تو میں برابر سردار منگل سنگھ کی طرف دیکھتا رہا۔ کہ کس طرح سر جھکانا چاہیئے۔ کس طرح ادب رکھنا چاہیئے۔ اسی طرح میں تمام دھرموں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اور اُن کا احترام کرتا ہوں نوجیون

۱۴۔ دسمبر ۱۹۲۴ء۔ پرتاپ لاہور ۱۹۔ دسمبر ۱۹۲۴ء۔

ناظرین! میں یہ تو مانتا ہوں۔ کہ ایک راجنیتک لیڈر کا طرزِ عمل ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ کہ جس سے اُس کے شریک کار مختلف مذہبی فرقوں کے لوگوں کے مذہبی جذبات کا احترام ہو۔ مگر میں یہ نہیں مانتا۔ کہ مذکورہ طرز عمل کا لیڈر مذہبی سُدھار بھی کر سکتا ہے۔ کیونکہ جو مہاتما ہندوؤں کی (جو کہ اپنی ردّی سے ردّی بات کو بھی اوشیک مانتے ہیں) اوشیک بات کی تردید کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ جو گوشت خوری کو پاپ مانتے ہوئے بھی مسلمانوں کو صرف اتنا کہنا بھی نہیں چاہتے۔ کہ گائے وغیرہ حیوانوں کا گوشت کھانا ناجائز ہے۔ اور صرف ان کے غلط اعتقاد کی وجہ سے ہی ان کے گائے مانس کھانے کے حق کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ جو رشی دیانند پر وید پرستی کا الزام لگاتے ہوئے بھی کتاب پرستوں کی طرح کتاب کے سامنے محض دوسروں کی خوشنودی کے خیال سے ہی سر جھکاتے ہیں۔ یا یوں کہیئے کہ جو مہاتما گنگا جا کر گنگا داس اور جمنا جا کر جمنا داس بن جاتے ہیں۔ کیا وہ کبھی سدھارک بن سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس طرز عمل سے بیشک آپ ہر دلعزیز رہ سکتے ہیں۔ اور سب کے ساتھ دوستی بھی رکھ سکتے ہیں۔ مگر سُدھار ہرگز نہیں کر سکتے۔ میرے اس بیان کی تائید آپ کے اپنے تجربہ کی بنا پر یعنی خود نوشت سوانح عمری میں لکھے ان الفاظ سے بھی ہوتی

ہے۔

"بلکہ اصلیت تو یہ ہے کہ جس کی اصلاح کرنا مطلوب ہو۔ اُس کے ساتھ دوستی ہو ہی نہیں سکتی۔ دوستی میں تو یگانگت کا خیال ہوتا ہے۔ اور ایسی دوستی اس دُنیا میں شاذ و نادر ہی دکھائی دیتی ہے۔ یکساں اوصاف والے انسانوں میں دوستی زیب دیتی ہے۔ اور ایسی دوستی قائم رہتی ہے۔

پرتاپ لاہور ۲۱۔ جنوری ۱۹۲۶ء"

پانچواں الزام

(مہاتماجی) گو وہ (سوامی دیانند) خود مورتی بھنجک تھے۔ تو بھی اُن کی کوشش کا پھل سوکھشم سے سوکھشم رُوپ (لطیف سے لطیف شکل) میں مُورتی پوجا کی ستھاپنا ہوا ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے وید کے ایک ایک اکھشر کو ایشور سروپ بنا دیا ہے۔ اور اس زمانہ کے ہر ایک تتھ (ایجاد) کو وید سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

(آریہ) (۱) (الف) یہ ماننا بھول ہے کہ رشی دیانند مورتی بھنجک تھے۔ کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا۔ کہ رشی دیانند نے کبھی کسی مُورتی مان پدارتھ (مُورتی والی چیز) کی مُورتی کو اس لئے

توڑا یا توڑنے کی تحریک کی۔ کہ مورتی والی چیز کی مورتی بنانا یا رکھنا ادہرم ہے۔ مورتی مان پدارتھ کی مورتی کا توڑنا تو دور رہا۔ اُلٹا اُنھوں نے تو ماتا۔ پتا۔ آچاریہ یا گورو وغیرہ مورتی مان مہاپرشوں کی پوجا یا ستکار کرنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ بلکہ اُن کے شریروں کی جڑھ مورتیوں کو بھی اُن کی یادگار کے لئے گھر میں رکھنے کی اجازت دی ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ بھوتک مورتیوں (مادی بتوں) کو نہیں بلکہ ایشور کی مورتی کو توڑنے والے تھے تو یہ بھی ٹھیک نہ ہوگا کیونکہ ایشور اموُرت ہے۔ اور اموُرت کی مورتی ہی نہیں ہوتی۔ جبکہ ایشور کی مورتی ہی نہیں ہے۔ تو رشی دیانند اُس کے توڑنے والے بھی نہیں ہو سکتے۔ توڑ پھوڑ بھاؤ پدارتھوں (ہست چیزوں) کا ہی ہو سکتا ہے ابھاؤ (انیست) کا نہیں۔

(ب) وید کے اکھشروں سے اگر مہاتما جی کی یہاں پر مراد ویوہار سدھی (دنیوی کاروبار کے چلانے) کے لئے فرضی بنائی ہوئی شبدوں کی ظاہری شکلوں سے ہے۔ تب تو یہ اعتراض بھی غلط ہے۔ کیونکہ رشی دیانند کی کوئی ایسی تحریر نہیں ہے۔ کہ جس سے سیاہی سے بنے ہوئے الفاظ کی ظاہری شکلیں (آکار) نتیہ (غیر فانی) یا ایشور ثابت ہو سکیں۔ بلکہ خلاف اس کے رشی نے ستیارتھ پرکاش کے ساتویں

سمولاس میں صاف لکھا ہے
" (پرشن) ویدنتیہ ہیں وانتیہ (فانی) (اوتّر) نتیہ ہیں۔ کیونکہ پرمیشور کے نتیہ ہونے سے اُس کے گیان آدی گُن بھی نتیہ ہیں۔ جو نتیہ پدارتھ (غیر فانی چیزیں) ہیں۔ اُن کے گُن۔ کرم۔ سوبھاؤ و نتیہ (صفات۔ فعل و فطرت بھی غیر فانی) اور انتیہ درویہ (فانی جوہر) کے انتیہ ہوتے ہیں۔ (پرشن) کیا یہ پُستک بھی نتیہ ہیں۔ (اوتّر) نہیں۔ کیونکہ پُستک تو پتر (کاغذ) اور سیاہی کا بنا ہے۔ وہ کیسے نتیہ ہو سکتا ہے۔ کنتو (لیکن) جو شبدارتھ اور سنبندھ (الفاظ۔ معنے اور تعلقات) ہیں وے نتیہ ہیں"۔
اس سے صاف ظاہر ہے کہ رشی نے سیاہی سے بنے ہوئے ساکار اکھشروں کو نتیہ نہیں بلکہ انتیہ مانا ہے۔ اس لئے انتیہ کو ایشور سروپ تبلانا رشی کے سدہانت کے صریحاً خلاف ہے'۔
نیز اگر مہاتما جی کی اکھشر سے مراد شبد ہے۔ تو بھی اس اعتراض کی گنجایش نہیں ہے۔ کیونکہ شبد کو بھی سوامی جی نے گُن اور نراکار مانا ہے اور نراکار کی مورتی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہی رشی کی کسی تحریر سے ہی شبد یا شبدارتھ سنبندھ رُوپ وید ایشور سروپ ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ ایشور کو درویہ (جوہر) اور شبد کو گن (عرض) مانتے ہیں۔ اور درویہ

دگن کے سروپ میں بہت فرق ہے۔ اس لئے مہاتماجی چاہے کچھ لکھیں۔ مگر دارشنک (فلاسفر) دیانند شبد کو ایشور سروپ ہرگز نہیں مانتے۔ اس لئے جب کہ یہ یقینی بات ہے کہ رشی دیانند کی کسی بھی تحریر سے وید کے شبد یا مہاتماجی کے لفظوں میں وید کے اکھشر ایشور روپ اور مورتی مان ثابت نہیں ہو سکتے۔ تو پھر اُن کی مورتی کی پوجا کی سنتھاپناں کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور اگر آپ محض اس خیال سے ہی رشی دیانند کو مورتی پوجا کی سنتھاپناں کا سنتھاپک قرار دیتے ہیں۔ کہ اوہنوں نے شبدارتھ سنبندھ روپ ویدک گیان کو ایشور کی طرح ہی ستیہ (سچا) اور نتیہ (غیر فانی) مانا ہے۔ تو بھی اس سے مورتی پوجا کی سدھ ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اگر امورت ایشور کی پوجا کرنا مورتی پوجا نہیں کہلاتی۔ تو امورت ایشوریہ گیان (علم الہی) کی پوجا بھی مورتی پوجا نہیں کہلا سکتی۔ گیان کو سچا اور غیر فانی ماننا اور اُس کے مطابق عمل کرنا ہی اُس کی پوجا ہے۔ اُس کی مورتی پوجا سے کوئی مشابہت نہیں ہے۔ کیونکہ آواہن کرنا اور بھوگ لگانا وغیرہ مورتی پوجا کا طریقہ اس سے بالکل نرالا ہے۔ اس لئے بھی اُس کو مورتی پوجا نہیں کہہ سکتے۔ علاوہ اس کے یہ بھی ایک امر واقعہ ہے۔ کہ رشی دیانند اکثر اوقات ویدوں کے پُستکوں کو عوام کے سامنے اپنے گھٹنوں کے نیچے اس لئے رکھ لیتے تھے۔ تاکہ اگیانی لوگ کتاب پرستوں کی طرح وید پستکوں

کی ہی پُوجا نہ کرنے لگ جائیں۔ پس جب کہ رشی کے وچار اور ویوہار سے بھی ساکار ویدپستکوں کی پُوجا کا نشیدھ ہوتا ہے۔ تو پھر یہ الزام کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ کہ رشی دیانند کی کوششوں کا پھل سوکھشم روپ (لطیف شکل) میں مورتی پُوجا کی ستھاپناں ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ یہاں پر یہ کہا جائے۔ کہ اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ رشی دیانند مُورتی پوجک نہیں تھے۔ مگر چونکہ اونہوں نے حد سے بڑھی ہوئی وید بھگتی کی دُھن میں اکھشروں کے مجموعہ ویدوں کو یہاں تک فضیلت دیدی ہی کہ اُنہیں ایشور ہی بنا دیا ہے۔ اور لوگوں کو اُن کے ایک ایک اکھشر کو ستیہ مان کر اُن کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی تعلیم دی ہے۔ لہذا اِس طرح پر اُن سے ویدوں کے مورتی مان اکھشروں کی مُورتی پوجا کی نادانستہ ستھاپناں ہوگئی ہے۔ اس کا جواب پیچھے اچھی طرح سے دیا جا چکا ہے۔ صرف اتنا اور عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال رشی دیانند کی نسبت ظاہر کرنا رشی کی نسبت اپنی ناواقفی کا اظہار کرنا ہے۔ کیونکہ رشی دیانند محض بھگت ہی نہیں تھے۔ بلکہ تارکک (دلیل سے کام لینے والے) بھی تھے اور مہاتما جی کی طرح وہ انشچت سدہانت (غیر یقینی عقیدہ) کے بھی نہیں تھے۔ بلکہ اُن کے سدہانت بالکل نشچت تھے۔ اس لئے اُن سے اس طرح کی غلطی کا منسوب کرنا قطعی غلط ہے۔ کہ اُن سے ایک مسئلہ کو ثابت کرتے کرتے اُن

کے اپنے ہی دوسرے مانے ہوئے سدہانت کا کھنڈن ہوگیا ہے یا کہ نہ مانے ہوئے مسئلہ کا منڈن ہوگیا ہے۔

(۲) اعتراض کا دوسرا حصہ ہے۔ کہ سوامی دیانند نے اس زمانہ کے گیان یعنی سائنس کی ہر ایک ایجاد کو ویدوں میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس اعتراض کی کچھ وقعت اسی صورت میں ہوسکتی تھی۔ کہ جس صورت میں معترض مہاتما رشی دیانند کے وید منتروں کے سائنس سنبند ہی معنوں کو غلط ثابت کرکے دکھلاتے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ آپکی سنسکرت دانی کی قابلیت سے ہی یہ باہر ہے۔ کہ آپ براہ راست وید ارتھ کو جان سکیں۔ چہ جائیکہ رشی دیانند کے کئے وید ارتھ پر حرفگیری کرسکیں اس لئے وید منتروں کے حقیقی معنے جاننے میں اسمرتھ ہوتے ہوئے بھی ویدوں کے لاثانی عالم وید ارتھ میں انھکارٹی (اسند) رشی دیانند پر آپ کا یہ الزام لگانا اندھکار چیشٹا ماتر (غیر مستحقانہ کوشش) ہی ہا ہے۔ اس لئے اس پر زیادہ نہ لکھتے ہوئے صرف تہوڑے آروند وگھوش کی ہی رائے پیش کی جاتی ہے۔

"دیانند کے اس خیال میں کوئی مذہبی دیوانگی موجود نہیں۔ کہ ویدوں میں دہرم کے متعلق سچائی کے علاوہ سائنس کی سچی باتیں بھی موجود ہیں

میں تو یہ بھی کہونگا۔ کہ مجھے وشواس ہے کہ ویدوں میں سائنس کی دیگر ایسی سچائیاں بھی موجود ہیں۔ جو موجودہ دنیا کو معلوم تک نہیں ہیں۔ اس لئے دیانند نے ویدوں کی گہرائی اور وستار کے سنبندھ میں کوئی مبالغہ نہیں کیا۔ رسالہ آریہ دیانند اور وید صفحہ ۹"۔

مہاتما جی کی
آریہ سماج سنبندھی تحریروں کا اثر

مہاتما جی نے رشی دیانند اور آریہ سماج پر جو الزام لگائے تھے۔ اُن کی اعتراضی حقیقت جو کچھ تھی وہ تو پیچھے ناظرین پر اچھی طرح سے واضح کی جاچکی ہے۔ اب آپ کی آریہ سماج سنبندھی تحریروں کا اثر اور پھل بھی ملاحظہ کیجئے۔ کیونکہ کسی تحریر کے اچھا یا بُرا ہونے کا صحیح فیصلہ اُس کے اثر اور نتیجہ کے جاننے پر ہی زیادہ خوبی سے کیا جاسکتا ہے۔

(۱) مہاتما جی نے اپنے ۲۹۔ مئی ۱۹۲۴ء کے مشہور اعلان میں آریہ سماج کے متعلق جو کچھ لکھا تھا۔ اُس کا ایک حصہ تو وہ تھا۔ جس کی پڑتال پیچھے کی گئی ہے۔ اور جس کا مطالعہ ناظرین اچھی طرح سے کر چکے ہیں۔

اُس کا دوسرا حصہ آریہ سماج کے مشہور اور پوجیہ سنیاسی شری سوامی شردھانند جی مہاراج کی ذات کے متعلق تھا۔ جس میں آپ نے شری سوامی جی کو "بہادر اور ہندو مسلم اتحاد کے چاہنے والا لکھتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ سوامی جی کی تقریریں اکثر چبھنے والی ہوتی ہیں۔ اور وہ ہر ایک مسلمان کو آریہ بنانے کے امکان پر یقین رکھتے ہیں۔ آپ جلدباز اور آسانی سے پریشان خاطر ہو جاتے ہیں۔ دیگر آریہ سماجیوں کی طرح ان میں بھی تنگ نظری اور لڑنے جھگڑنے کے جذبہ کا کافی حصہ موجود ہے"۔

چونکہ یہ تحریر "ہندو مسلم کشیدگی اس کے اسباب اور ان کا علاج" کے عنوان کے نیچے لکھی گئی تھی۔ اس لئے بھی اور مہاتما جی جیسے نیک دل اہنسا کے عامل کی تحریر ہونے کی وجہ سے بھی اس کا اثر اور پھل تو یہ ہونا چاہئے تھا۔ کہ وہ اُس وقت کے فسادات کا علاج بن کر امن اور شانتی سنستھاپن (قائم) کرتی۔ مگر چونکہ یہ تحریر غلط غیر مدبرانہ اور بے موقعہ و محل لکھی گئی تھی۔ کیونکہ اُس وقت خلافت کمیٹیوں کے سنگھٹن اور کانگرس و بعض سرکاری افسروں کی طرفداری و ناز برداری کی وجہ سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے کئی جگہ پر فساد بھی ہو چکے تھے۔ ہندو بھی پٹ پٹا کر

اب مجبوراً اپنے ڈیفنس اور مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے تھے۔ اسلئے
ہوا کیا۔ یہ کہ جس کا مہاتما جی کو خواب و خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا۔
یعنی مہاتما جی کی خواہش اور اُمید کے بالکل ہی خلاف نہ صرف یہ
کہ یہ تحریر مرض فسادات کی دوا ہی ثابت نہ ہوئی یا کہ فسادات کے
روکنے میں اُس سے کچھ امداد ہی نہ ملی۔ بلکہ اُلٹی دوا کی جگہ مرض یا
مرض کو بڑھانے والی زحمت ثابت ہوئی۔ اُس نے ہندو مسلمانوں
کی باہمی مخالفت کو اور بھی بڑھا دیا۔ اعلان میں پہلو بہ پہلو کی گئی
آریوں اور اُن کے بانی۔ کام وسدہاتموں کی بیجا مذمت اور اسلام
کی مبالغہ آمیز تعریف سے خاص کر آریہ سماجیوں اور عام طور پر ہندؤں
میں سخت بے چینی پھیلی۔ آپ کی تحریر آریہ سماج کے خلاف مسلمانوں
کے لئے ہتھیار بن گئی۔ مسلمانوں کی تبلیغی انجمنوں نے اُس کو لے کر
آریہ سماج پر کھلے بندوں حملے کرنے شروع کر دیئے۔ جن سے شری
سوامی شردہانند جی مہاراج کے خلاف بھی مذہبی دیوانے مسلمانوں
کا جوش اور غصہ بہت بڑھ گیا۔ انہیں اُن کی طرف سے متواتر قتل
کئے جانے کی دھمکیاں ملنے لگیں۔ حتّیٰ کہ آپ ایک مذہبی دیوانے
عبدالرشید نامی مسلمان کے ہاتھ سے شہید کئے گئے۔ میرا اس بیان
سے ہرگز یہ منشاء نہیں ہے۔ کہ مہاتما جی کی اس تحریر کا کوئی بالواسطہ

تعلق شری سوامی جی کے قتل سے تھا۔ کیونکہ ایسا کہنا یا ماننا سچائی کا
خون کرنا ہے۔ اور کہ مہاتما جی کی ذات کے متعلق اس طرح کا گمان کرنا
بھی حد درجہ کی نادانی ہے۔ مگر باایں ہمہ میرا اور میرے بہت سے دوسرے
آریہ بھائیوں کا ایمانداری سے یہ وشواس ہے کہ کسی حد تک یہ تحریر
بھی شری سوامی جی کے قتل کئے جانے کی اس لئے ذمہ وار ہے۔ کہ اس
سے آریوں کے خلاف خاص طور پر مہم شروع کرنے میں مسلمانوں کی بہت
سی حوصلہ افزائی ہوئی۔ اور مذہبی دیوانوں کے متعصبانہ جذبات شری
سوامی شردھانند جی کے خلاف بھڑک اٹھے۔

(۲) دوسری تحریر آپ کی ایک احمدی کے آریہ سماج کے بانی کی
مذمت میں لکھے ہوئے "اونیسویں صدی کا مہرشی" نامی ٹریکٹ کے
جواب میں مہاشہ راجپال کے شایع کردہ رنگیلا رسول نامی ٹریکٹ کی
سمالوچناں ہے۔ مجھے یہاں پر اس سمالوچناں کی سمالوچناں کرنے کی
ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے تو یہاں پر صرف اس سمالوچناں
کے اثر یا پھل کو ہی دکھلانا ہے۔ رنگیلا رسول نامی ٹریکٹ کے متعلق
مہاتما جی کی سمالوچناں کرنے سے پہلے مسلمانوں نے جماعتی طور پر اس کا
کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ اظہار ناراضگی یا ایجیٹیشن بھی نہیں کی تھی
مگر مہاتما جی کی سمالوچناں کے بعد احمدیوں۔ خلافتیوں اور دوسرے

ملانوں نے اس ٹریکیٹ کی بنا پر خرمن امن میں ایسی آگ لگائی۔ کہ نہ صرف ہندوستان کی بلکہ ہندوستان کے باہر اور سرحد کی اسلامی دنیا میں بھی اس کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ آریہ سماج اور ہندوؤں کے خلاف مسلمانوں کے غضب و غصہ کی کوئی حد نہ رہی۔ ٹریکیٹ کو شایع کرنے والے اور آریوں کو قتل کرنے کے لئے کھلے وعظ کئے گئے۔ مسلم اخباروں میں بھی مسلمانوں کو اس کے لئے سخت اشتعال دلائے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی دیوانے مسلمانوں کی طرف سے مہاشہ راجپال اور آریہ سماج کے پوجیہ سنیاسی شری سوامی ستیانند جی مہاراج و کئی دوسرے آریہ سماجی و ہندو بھائیوں پر قاتلانہ حملے کرکے اُنہیں سخت زخمی کیا گیا۔ یہاں تک کہ رنگیلا رسول کو شایع کرنے والے مہاشہ راجپال کو مقدمہ میں بری کرنے والے پنجاب ہائی کورٹ کے عیسائی جج آنریبل مسٹر دلیپ سنگھ کے خلاف بھی اس قدر طوفان بے تمیزی برپا کیا گیا کہ گورنمنٹ کو اُن کی جان کی حفاظت کا انتظام کرنا پڑا۔ سرحد کے بالکل بے خبر۔ بے تعلق اور بے گناہ ہندوؤں کو بھی مشتعل کئے گئے وہاں کے مسلمانوں نے ملک بدر کر دیا۔ بہتوں کی جائدادیں بھی لوٹ لی گئیں۔ اور وہ بیچارے مدتوں پشاور وغیرہ مقامات میں معہ بال بچوں کے ذلیل و خوار ہوتے رہے۔ اور آخر میں ایک جنونی و گمراہ مسلمان

نوجوان مسمی علم دین (بے علم) نے دوبارہ حملہ کرکے مہاشہ راجپال کو قتل کر دیا۔ چونکہ ان دردناک اور خونی واقعات کا مفصل بیان تو تواریخ لکھنے والے لکھیں گے۔ اس لئے میں اس کے متعلق یہاں زیادہ نہ لکھ کر ناظرین سے یہی عرض کروں گا کہ وہ اس بات کا خود فیصلہ کریں کہ مہاتما جی کی یہ تحریریں دھرم۔ دیش اور جاتی کے لئے کہاں تک مفید اور کہاں تک غیر مفید یا مضر ثابت ہوئیں۔

کیا رشی دیانند اور آریہ سماج ہندو و غیر ہندو اتحاد کے منافی ہیں

کچھ متعصب مت وادی اور کئی ایک ناواقف سیاسی بھائی آریہ سماج اس کے بانی اور ستیارتھ پرکاش پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ ہندو اور غیر ہندو اتحاد کے منافی ہیں۔ اول الذکر کچھ متعصب مسلمانوں کی اس تہمت تراشی کا سبب تو سمجھ میں آسکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ آریہ سماج کی دھارمک اور سماجک سدھار کی سرگرمیوں سے خائف ہیں۔ ستیارتھ پرکاش اور آریہ سماج کی موجودگی میں نہ تو اپنی مذہبی صداقت اور

قومی عظمت کی بیجا ڈینگ مار سکتے ہیں اور نہ ہی اب وہ ہندو جاتی کے بچوں کو ہی آسانی سے اس طرح خرد برد کر کے اپنی تعداد کو بڑھا سکتے ہیں۔ کہ جس طرح وہ صدیوں سے بڑھاتے چلے آئے ہیں۔ وہ تو چاہتے ہیں کہ سرکار کو بھکا کر کانگریس کو اکسا کر مذہبی دیوانوں سے فساد کرا کر جس طرح بھی بن سکے۔ ستیارتھ پرکاش اور آریہ سماج کو مٹا دیں۔ اور من مانی کرتے رہیں۔ یا کہ مذہب کے نام پر جو کچھ چاہیں کریں۔ اس لئے ان متعصب خود غرضوں کے واویلا کی تو کوئی وقعت نہیں ہو سکتی۔ البتہ راج نیتک بھائیوں کی بھرانتی (غلطی) کا دور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا میں مؤخر الذکر بھائیوں کی خدمت میں عرض کروں گا۔ کہ کیا کبھی وہ اس بات کا یقین کر سکتے ہیں کہ فی زمانہ جس مہاپرش نے سب سے پہلے سوراجیہ اور سودیشی چیزوں کے استعمال کا اپدیش کیا ہو۔ جس نے قیصری دربار میں نامور عیسائی پادریوں اور مسلمان رہنماؤں وغیرہ کو اس لئے دعوت دی ہو۔ کہ آؤ مذاہب کی اصلاح اور ہندوستان کی بہتری و بہبودی کے لئے مل کر سوچیں و کام کریں۔ جس نے مت متانتروں کے سدھار کے لئے ہندو وغیر ہندو فرقوں میں کوئی تمیز روا نہ رکھی ہو اور سب سے یکساں سلوک کیا ہو۔ جس نے اپنا کوئی نیا مت یا مذہب بھی قائم نہ کیا ہو۔ جس کی ساری زندگی

بالکل بے غرض اور دوسروں کی بھلائی میں صرف ہوئی ہو۔ اور جس نے آخر کو اپنے پران بھی اسی لئے دیئے ہوں۔ بلکہ جس نے اپنے بنائے آریہ سماج کا مقصد اعلیٰ بھی یہ رکھا ہو کہ "سنسار کا اُپکار کرنا اس سماج کا مکھیہ ادیشیہ (مقصد اعلیٰ) ہے دیکھو نیم چھٹا" جس کے قائم کئے ہوئے آریہ سماج کے بچہ بچہ کے دل میں دھرم۔ دیش اور قومی ترقی کی لگن ہو۔ کیا وہ رشی دیانند اور آریہ سماج اپنے مذکورہ مقصد کے نہایت ہی مفید سادھن (ذریعہ) ہندو اور غیر ہندو اتحاد کو کبھی بھول سکتا ہے۔ چہ جائیکہ وہ اُس کا مخالف ہو۔ اگر کوئی شخص اُوپر اتحاد کے منافی ہونے کا الزام لگاتا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ یہ اُس کی ناواقفی یا بھول ہے۔ اور وہ رشی دیانند اور آریہ سماج کو نہیں جانتا۔ کیونکہ یہ ایک کھُلی ہوئی سچائی ہے۔ کہ رشی دیانند کی زندگی کا مقصد ہی سنسار کو مذہبی توہمات۔ تعصبات اور فرقہ وارانہ جھگڑوں سے چھوڑا کر دھرماتما اور سُکھی بنانا تھا۔ اسی مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اُس نے آریہ سماج کی ستھاپنا کی۔ اسی کے لئے اُس نے خود عمر بھر کام کیا۔ اگر یہ بات آپ کو معلوم نہیں ہے۔ تو لیجئے میں رشی کے اپنے الفاظ ہی آپ کے سامنے رکھد یتا ہوں۔

"اور جو مت متانتروں کے پرسپر جھگڑے ہیں۔ اُن کو میں پسند

نہیں کرتا - کیونکہ انہیں مت وادیوں نے اپنے متوں کا پرچار کر منشیوں کو پھنسا کے پرسپر شترو بنا دیئے ہیں - اس بات کو کاٹ کر سروستیہ کا پرچار کر سب کو ایک مت کرا - دویش چھوڑا پرسپر میں درڑھ پریتی یکت کرا کے سب سے سب کو سکھ لابھ پہنچانے کے لئے میرا یتن اور ابھپرائے ہے - ستیارتھ پرکاش کے انت میں"

"کیونکہ ایک منش جاتی کو بہکا کر وروودھ بدھی کرا کے ایک دوسرے کو شترو بنا کر لڑا مارنا ودوانوں کے بھاؤ سے باہر ہے - ستیارتھ پرکاش"

کیا اس لیکھ (تحریر) کے لکھنے والے کی نسبت کہ جس کا قول اور فعل ہمیشہ یکساں رہا ہو - کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے - کہ وہ اتحاد کا حامی نہیں تھا - یا کہ وہ مت متانتروں یا مختلف فرقوں کو آپس میں لڑانا چاہتا تھا - ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اُس کا اتحاد کا سادھن سیاسی لیڈروں کے سادھن سے بھن (علیحدہ) تھا - اور ایسا ہونا لازمی بھی تھا - کیونکہ دونوں کی پوزیشن اور کاریہ کھشیتر یا میدان عمل میں فرق تھا اس پر یہ بھی اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس تحریر میں ظاہر کیا ہوا منشاء تو بیشک نہایت اعلیٰ ہے - مگر سوامی جی اور آریہ سماج کا جو مت

متا نتروں یا مذاہب کا کھنڈن ہے۔ وہ آپ کے اس منشار کی مخالفت کرتا ہے۔

تو میں اس کے جواب میں بھی رشی دیانند کے ہی مندرجہ ذیل فقرے رکھوں گا۔

" جو جو اس میں (ستیارتھ پرکاش میں) ستیہ مت کا منڈن اور استیہ کا کھنڈن لکھا ہے۔ وہ سب کو جتانا ہی پریوجن سمجھا گیا ہے۔ اس میرے کرم سے یدی اُپکار نہ مانیں تو ورودھ بھی نہ کریں۔ کیونکہ میرا تات پریہ (مطلب) کسی کی ہانی یا ورودھ کرنے میں نہیں ہے۔ کنتو ستیہ استیہ کے نرنے (سچ جھوٹھ کی تحقیقات) کرنے کرانے کا ہے۔ ستیارتھ پرکاش گیارھواں سمولاس کی انو بھومکا۔"

" یہ لیکھ کیول ستیہ کی بڑھی اور استیہ کے ہراس (سچ کی ترقی۔ اور جھوٹھ کے ناش) ہونے کے لئے ہے۔ نہ کہ کسی کو دُکھ دینے و ہانی کرنے اتھوا متھیا دوش لگانے کے لئے۔ ستیارتھ پرکاش تیرھویں سمولاس کی انو بھومکا۔"

" یہ لیکھ کیول منشیوں کی اُنتی اور ستیہ استیہ کے نرنے (سچ جھوٹھ کے تحقیق کرنے) کے لئے سب متوں کے وشیوں کا تھوڑا تھوڑا گیان ہووے۔ اس سے منشیوں کو پرسپر وچار کرنے کا سمے ملے۔ اور ایک

دوسرے کے دوشوں کا کھنڈن کر گنوں کا گرہن کریں۔ نہ کسی انیہ مت پر نہ اس مت پر جھوٹھ موٹھ برائی بھلائی لگانے کا پریوجن ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ یہ لیکھ ہٹھ۔ دراگرہ۔ ایرشا۔ دویش۔ واد وواد۔ اور ورودھ گھٹانے کے لئے کیا گیا ہے۔ نہ کہ اُن کو بڑھانے کے ارتھ۔ ستیارتھ پرکاش چودھواں سمولاس کی انو بھومکا"

رشی کی یہ تحریریں صاف بتلا رہی ہیں۔ کہ رشی نے مذاہب کا کھنڈن بھی اُسی لوک ہت، یا مفاد عامّہ کے پوتر اودیشیہ (پاک مقصد) کے پورا کرنے کے لئے ہی کیا ہے۔ کہ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

لیکن اس پر بھی معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ مان لینے پر بھی کہ رشی دیانند مت متانتروں یا مذاہب کی بُرائیوں کا کھنڈن کر کے اُن کے آپس کے ایرشا و دویش (حسد و نفرت) کو مٹا کر اُن میں اتحاد کرانا چاہتے تھے۔ لیکن اُن کا اور آریہ سماج کا سختی سے مذاہب کی بُرائیوں کا کھنڈن ان کے ایرشا و دویش کے مٹانے اور اتحاد کرانیکا درست سادھن نہیں ہے۔ کیونکہ اپنی بُرائیوں کے کھنڈن سے بھی مت وادی مشتعل ہو کر آمادہ فساد ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مذہبی اتحاد کے لئے وہی دو سادھن زیادہ موزوں و مؤثر ہو سکتے ہیں۔ جبکہ اخبار آج ہندی بنارس میں درج ہوئی دیش کے پرسدھ نیتا (مشہور لیڈر)

مہاتما گاندھی جی اور شری بابو بھگوان داس جی کی باہمی مندرجہ ذیل بات چیت میں بیان کئے گئے ہیں۔

(بابو جی) اب دوسرے سوال پر آتا ہوں۔ کیا مختلف مذاہب کا اتحاد اس وقت تک ہو سکتا ہے۔ جب تک ان لوگوں کو یہ نہ سمجھایا جائے کہ تمام مذاہب کے بنیادی اصول ایک ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کیا مذاہب کا حقیقی اتحاد ثابت کئے بغیر ان کا اتحاد ہو سکتا ہے۔

(مہاتما جی) نہیں!

(بابو جی) جس حالت میں مختلف مذاہب والوں کو سمجھایا جائے۔ کہ تمام دھرموں کا دل ایک ہے۔ اس حالت میں اُن کا اتحاد ہو گا۔

(مہاتما جی) ہاں!

(بابو جی) اس کے لئے کیا کوشش کرنی چاہیئے۔

(مہاتما جی) تمام مذاہب کے جو اچھے اور سچے دھرم پر چلنے والے لوگ ہیں۔ اُن کو اس بات کا وچار کرنا چاہیئے۔

(بابو جی) آپ نے اس کے متعلق کوئی خاص کوشش کی۔

(مہاتما جی) انفرادی طور پر میں نے کافی کوشش کی ہے۔ جو آج تک جاری ہے۔ اس قسم کے پرچار کے لئے ہندوستان میں بہت کم لوگ

مل سکتے ہیں۔ جو تمام مذاہب کی بری باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی خوبیوں کو بھی جمع کرکے لوگوں کے سامنے رکھیں۔

(بابوجی) تو کیا آپ جیسے پربھاؤشالی لیڈر یہ کوشش کرنا مناسب خیال نہیں کرتے کہ بھارت ورش میں جو دھرم پرچلت ہیں۔ اُن کے کچھ منتخب شدہ فراخ دل اور عالی دماغ نمائندے جمع ہوکر ایک کمیٹی بنا دیں۔ جو تقریر اور تحریر اور طرز عمل سے اس اتحاد کا پرچار کرے۔

(مہاتماجی) اپنی عقل اور طاقت کے مطابق میں نے کام کیا ہے مگر عالموں کو جمع کرکے ایسی کوشش کرانے کی مجھ میں قابلیت نہیں ہے اس لئے اپنی انفرادی کوشش سے ہی مجھے تسلی ہے ۲۳۔ فروری ۱۹۲۷ء پرتاپ لاہور۔ منقول از آج ہندی بنارس"

اس اعتراض کے ابتدائی حصہ یعنی رشی دیانند اور آریہ سماج کا مذاہب کی برائیوں کے کھنڈن کی سختی کا جواب تو "آریہ سماج پراکشیپوں کا سبب" کی سرخی کے نیچے مہاتماجی کی تحریر کے پرمان سے ہی کتاب ہذا کے ابتدائی کالموں میں اچھی طرح سے دیا جا چکا ہے۔ ناظرین کو وہاں دیکھنا چاہیئے۔ باقی رہا مذاہب کی برائیوں کے کھنڈن سے ان کے ماننے والوں کا مشتعل ہوکر آمادہ فساد ہو جانا۔ اس میں رشی دیانند

اور آریہ سماجیوں کا کیا قصور۔ قصور تو ان کی اپنی مذہبی ناقص تعلیم اور اندھ وشواس کا ہے۔ کہ جس سے اُنہیں سچی بات کا سُننا بھی گوارا نہیں ہو سکتا۔ در اصل دیکھنا تو یہ چاہئیے تھا۔ کہ مذاہب کی بُرائیوں کا کھنڈن اور ان کے متعلق کی گئی رشی دیانند اور آریہ سماج کی نکتہ چینی دُرست اور جائز ہے یا کہ نہیں۔ اگر اُس کے دُرست و جائز ہونے میں کسی کو شک ہو۔ تب تو آریہ سماج اُس کے دُور کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ اور اگر وہ دُرست اور جائز ہے۔ تو قصوروار کو ملامت نہ کر کے بے قصور سدھارک پر تہمت لگانا کہاں کا انصاف ہے۔ اگر جاہل اور متعصب لوگوں کے اشتعال سے ڈر کر سدھارک سچی اور جائز نکتہ چینی کو بھی ترک کر دیں۔ تو سنسار میں سُدھار کا ہونا ہی ناممکن ہو جائے۔

معترض مہاشے نے اُوپر درج کردہ مہاتما جی اور بابو بھگوان داس جی کی گفتگو میں مذہبی اتحاد کے جن دو سادھنوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں "(۱) مذاہب کے حقیقی اتحاد کے لئے تمام مذاہب کے بنیادی اصولوں کی ایکتا کا لوگوں کو سمجھانا۔ (۲) تمام مذاہب کی بُری باتوں کو نظر انداز کر کے ان کی خوبیوں کا پرچار کرنا۔"

ہمارا جواب ان کے متعلق یہ ہے کہ پہلے سادھن کا استعمال رشی

دیانند اور اُس کے بعد آریہ سماج نے برابر کیا ہے - بلکہ فی زمانہ دہرم کے بنیادی اصولوں کا پرچار رشی دیانند سے بڑھکر کسی نے بھی نہیں کیا - آریہ سماج بھی اُن کے نقش قدم پر برابر چلتا رہا ہے - شری پنڈت گنگا پرساد جی ایم - اے نے سرچشمہ مذاہب "فنٹین ہیڈ آف ریلیجن" نامی پستک اسی غرض کے لئے لکھی - شری ماسٹر لکھشمن جی آریہ اوپدیشک نے بھی شہید اکبر شری پنڈت لیکھرام جی کے بنائے رشی دیانند کے جیون چرتر کی بھومکا میں اس مضمون پر بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے - دوسرا سادھن مذاہب کی بُری باتوں کو نظر انداز کر کے اُن کی خوبیوں کو بیان کرنا ہے یہ سادھن صرف سیاسی لیڈروں کے استعمال کا ہو سکتا ہے - سدھارکوں کے استعمال کا نہیں - کیونکہ سیاسی لیڈر سوراج اور سُدھارک سدھار چاہتے ہیں - سیاسی لیڈروں کو تو ہر ایک بھلے بُرے دیش واسی کو اپنے ساتھ رکھ کر سوراج کے لئے جد وجہد کرنی ہوتی ہے - اُن کو اس بات کی بہت زیادہ پرواہ نہیں ہوتی - کہ وہ جھوٹا ہے یا سچا - دراچاری ہے یا سداچاری وہ تو اپنے مقصد کی حصول کے لئے ضرورت وقت تبلا کر جھوٹھ اور سچ - صحیح اور غلط - جائز اور ناجائز کے درمیان بھی سمجھوتہ کراتے ہیں - کیونکہ انہیں سب کو اپنے ساتھ اور خوش رکھنے کی ضرورت ہے - اس لئے انہیں اُن لوگوں کے تمام بُرے فعلوں کو بھی نظر انداز کرنا پڑتا ہے - چنانچہ

مہاتما جی کا بازاری عورتوں (رنڈیوں) کو بھی کانگرس کا ممبر بننے کی منظوری دیدینا اس بات کا بدیہی ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لیڈروں کو سدھارکوں کی جائز نکتہ چینی برائیوں اور غیر سچائیوں کا کھنڈن اور ادہرم دہاپ کے ساتھ سمجھوتہ نہ کرنا بھی اتحاد کے خلاف معلوم دیتا ہے۔ حالانکہ وہ خود گورمنٹ کی نکتہ چینی ہمیشہ ہی کرتے رہتے ہیں۔ مگر سدھارک ایسا ہرگز نہیں کرسکتے۔ در اصل معترض بھائی اپنی غرض مندی کی دھن میں اس بات کو بھول جاتے ہیں۔ کہ جو جس قسم کا کاریہ کھشیتر (کام کے میدان) میں ہوتا ہے وہ اتحاد کے لئے بھی اُس کے موافق سادھنوں کا ہی استعمال کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رشی دیانند اور آریہ سماج نے جہاں مت متانتروں کی خوبیوں کو سچے دہرم کا جزو سمجھکر منظور کیا ہے۔ جیسا کہ رشی نے ستیارتھ پرکاش کی بھومکا میں لکھا ہے۔ کہ جیسا میں پرانوں۔ جین گرنتھوں۔ بائیبل اور قرآن کے گنوں کا گرہن اور دوشوں کا تیاگ کرتا ہوں۔ ویسا ہی سب کو کرنا چاہیئے۔ وہاں اُن کی سچائی کے خلاف غلط باتوں اور تفریق کے پیدا کرنے والی برائیوں کا کھنڈن بھی کیا ہے۔ کیونکہ رشی اس بات سے اچھی طرح واقف تھے۔ کہ حقیقت میں باہمی بغض و عناد کے بڑھانے والے اُن کے دہرم ورودہی فرقہ دارانہ منتھیا وچار اور آچار روپی دوش ہیں۔ نہ کہ اُن کی خوبیاں۔ جب تک وہ

دوش یا بُرائیاں دور نہ ہوں گی۔ تب تک نہ تو ان کا سدھار ہوگا۔ اور نہ ہی اُن میں ایکتا (اتحاد) ہی ہوگی۔ کیونکہ بیماری کے اصلی سبب کے بنے رہنے سے صحت ہرگز نہیں ہوسکتی۔ مذاہب کی صرف خوبیاں بیان کرنے کو فساد کے حقیقی موجب اُن کے نفاق کے بڑھانے والی بُرائیوں کی دوا بتلانا ویسی ہی غلطی ہے۔ جیسی کہ کوئی ڈاکٹر بیمار کی چیخ وپکار کے خوف سے اُس کے پھوڑے کے مواد کو تو نہیں نکالتا۔ اور صرف بیمار کی علمیت۔ بہادری اور خوبصورتی وغیرہ اوصاف کو بیان کر کے اُسے تندرست کرنا چاہتا ہے۔ دراصل یہ ایک ناقص وبیکار تدبیر ہے۔ کیونکہ اُن کے اُس اندرونی مُفسد مادہ کو جو کہ اُن میں دھرم یعنی سچائی۔ انصاف امن اور رواداری وغیرہ وغیرہ کے خلاف ہے۔ اور ایک کو دوسرے کے خلاف مشتعل کرتا ہے۔ جب تک یہ نہ نکلے۔ محض خوبیان بیان کرنے سے اتحاد کی اُمید کرنا لاحاصل ہے۔ مذہبی اتحاد یا ایکتا تو اُسی صورت میں ممکن ہوسکتی ہے۔ جب کہ مذاہب کے ایک دوسرے کے خلاف بغض وعناد پیدا کرنے والے بُرے وچاروں اور آچاروں کا سدھار کر دیا جائے گا۔

اس میں شک نہیں ہے کہ اس میں دیر زیادہ لگے گی۔ اور اس سے مذاہب کے ناسمجھ طبقہ میں کچھ بے چینی بھی پھیلے گی۔ مگر یہ یقینی ہے

کہ اس کا انجام سُدھار اور اتحاد ضرور ہوگا۔ میں بڑے ادب سے یہ بھی عرض کروں گا کہ مذاہب کی بُرائیوں کو نظرانداز کر دینا اور صرف اُن کی خوبیوں کو ہی ظاہر کرنا دوسرے معنوں میں بُرائیوں اور جہالت کی حمایت کرنا یا اُن پر پردہ ڈالنا ہے۔ اس سے بُرائیاں اور جہالت برابر بنی رہتی ہے۔ کہ جن کی بیخ کنی کی خواہش ہر ایک نیک آدمی کرتا ہے۔ اور جن کے دور کرنے کے لئے سدھارک اپنی جانوں تک کو قربان کرتے رہے ہیں۔ دہرم کے خیال سے بھی مذہبی بُرائیوں کا نظر انداز کرنا پاپ کا چھپانا اور سُننے والوں کو دھوکا دینا یا ان کی غلط راہ نمائی کرنا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ بھی نکلنا ممکن ہے۔ کہ کسی مذہب کی بُرائیوں سے ناواقف آدمی اُس کی خوبیوں کو سُن کر اپنے اچھے دہرم کو چھوڑ کر اُس مذہب کو اختیار کر لیں۔ اس لئے ایسا کرنا اُن کو گمراہ کرنا ہوگا۔ میرا اوپر کا بیان نہ صرف یہ کہ منطقی دلائل سے ہی درست ثابت ہوتا ہے۔ بلکہ مہاپرشوں اور سبھا سوسائیٹیوں کے تجربات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو مہاتما بُدھ۔ حضرت عیسیٰ۔ حضرت محمدؐ۔ گورو نانک اور رشی دیانند وغیرہ سُدھارک ہیں۔ کہ جنہوں نے اپنے اپنے زمانہ کے مت متانتروں و سماج سدھار کے لئے ان کی جہالت اور بُرائیوں کا کھنڈن کیا

ہے۔ اور جو کہ اب بھی اُن سے تعلق رکھنے والی کتابوں میں سے دکھلایا جاسکتا ہے۔ اور دوسری طرف برہم سماج اور تھیوصافیکل وغیرہ سوسائیٹیاں ہیں۔ کہ جنہوں نے محض مت متانتروں کی خوبیوں کا ہی اقرار کیا ہے۔ ناظرین ان کے کام کے نتیجہ سے خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ کامیابی کن کے شامل حال رہی ہے۔ دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ خود مہاتما جی نے ہمیشہ ہی مذاہب کی خوبیاں بیان کیں مگر آپ اُن میں اتحاد نہ کرا سکے۔ اور مایوس ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ کانگرس نے بھی اسی اتحاد کی خاطر مذہبی بنا پر بنے ہوئے فرقوں کی خوشنودی کے لئے وقتی ضرورت سمجھ کر فرقہ دارانہ رعایتیں دیں۔ خالص مذہبی یا فرقہ دارانہ مسلمہ خلافت کو اپنایا۔ متحدہ قومیت کے تباہ کرنے والی فرقہ داری کو زندہ رکھنے والے اللہ اکبر۔ اور ست سری اکال کے نعرے لگائے۔ قومی جھنڈے میں فرقوں کو ظاہر کرنے والے سُرخ۔ سبز اور سفید رنگوں کو رکھ کر فرقہ پرستی کی۔ اتحادی کانفرنسیں کر کے کچھ لے اور کچھ دے کے تجارتی اصول اور پرانے رواجوں کی بنا پر اتحاد کرانا چاہا۔ مگر اس کا نتیجہ بھی ناکامی اور پشیمانی کے سوائے کچھ نہ نکلا۔ کیا اس قدر کوشش کرنے اور کامیابی نہ ہونے کے بعد بھی کسی کو اس بات میں کچھ شک

رہ سکتا ہے۔ کہ مذہبی اتحاد کرانے کا یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ ایک اور بات اور وہ یہ کہ سیاسی مدبّر جب کہ خود گورنمنٹ کو اپنے موافق بنانے کے لئے اُس کی خوبیوں کو بیان نہیں کرتے بلکہ اُس کی غلطیوں اور بُرائیوں کو ہی اُس کے سامنے رکھ کر اُن کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو پھر مت وادیوں کو اپنے موافق بنانے اور سیدھے راستہ پر لانے کے لئے وہ اپنے اس تجربہ اور روزانہ عمل کے خلاف کیوں مطالبہ کرتے ہیں۔ اور دھارمک میدان میں ان کی اپنی طرح ہی عمل کرنے والے سدھارکوں پر کیوں الزام لگاتے ہیں۔ مہاتما جی نے اوپر کی بات چیت میں ایسے پرچارکوں کی کمی تبلائی ہے۔ جو کہ مذاہب کی بُرائیوں کو نظر انداز اور خوبیاں بیان کر کے اُن میں باہمی اتحاد کرائیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایسے اودار پرچارک نہیں ملتے۔ جو کہ دوسرے مذاہب کی بُرائیوں کو نظر انداز کر کے اُن کی خوبیوں کو لوگوں کے سامنے رکھیں۔ مگر ایسے پرچارکوں کی کمی نہیں ہے۔ جو کہ اپنے مذہب کی بُرائیوں کو نظر انداز کر کے خوبیوں کو عوام کے سامنے رکھیں۔ بلکہ ایسا تو اب بھی تمام مذاہب کے اپنے اپنے پرچارک کر رہے ہیں یہی نہیں بلکہ غیر مذاہب کے پرچارک بھی بعض اوقات دوسرے مذہب کی بعض خاص خوبیوں کو

اپنے مذہب والوں کے سامنے اس لئے رکھتے ہیں۔ تا کہ وہ بھی ان خوبیوں کو دھارن کریں۔ اس لئے اگر خوبیاں بیان کرنے سے اتحاد ممکن ہوتا۔ تو مذاہب میں کبھی نفاق ہی نہ ہوتا۔ ایک اور بڑی بھاری مشکل یہ ہے۔ کہ ہر ایک مذہب کے اندھے اعتقادوں اور پرچارکوں نے اپنے مذہب کے عام پیروان کی ذہنیت ایسی بنا دی ہے کہ اُن کو دوسرے مذہب کی خوبیاں بھی بُرائیاں اور اپنے مذہب کی بُرائیاں بھی خوبیاں معلوم ہوتی ہیں۔ اس کا علاج کیا ہوگا۔ اس لئے میں تو عرض کروں گا کہ اگر ایسے اُدار پرچارک مل بھی جائیں۔ جو کہ دوسرے مذاہب کی بُرائیوں کو نظر انداز کر کے محض اُن کی خوبیوں کو ہی دوسروں کے سامنے رکھیں۔ تو بھی اس سے مذاہب کا اتحاد نہیں ہوگا۔ البتہ ایسے پرچارکوں کا ہر ایک مذہب سے اتحاد بنا رہے گا۔ میری رائے میں مذاہب کے اتحاد کے لئے مذاہب کی بُرائیاں نظر انداز کر کے اُن کی خوبیاں بیان کرنے والے پرچارکوں کی نسبت تو یہ بہتر ہوگا کہ ایسے حق پسند اور اُدار پرچارک پیدا کئے جائیں۔ جو کہ اپنے اپنے مذہب کی بُرائیوں کو خود تسلیم کر کے اُن کو اپنے مذہب والوں کے سامنے رکھ کر اُن کے دور کرنے کی کوشش کریں۔ اور اپنے ہم مذہبوں کو سچائی۔ انصاف اور

رواداری وغیرہ دھارمک اوصاف کی تعلیم دیں۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ جس قدر بے چینی ایک غیر مذہب والے پرچارک کی نکتہ چینی سے پھیلتی ہے۔ وہ اس قدر نہیں پھیلے گی۔ بُرائیاں بھی دُور ہوں گی۔ اور اُن کے دور ہونے پر اتحاد بھی ہو گا۔ کیونکہ نفاق کا اصلی باعث مذاہب کی بُرائیاں ہیں نہ کہ دوسرے مذاہب کی خوبیوں کی ناواقفی۔ رشی دیانند نے اس تجویز کو عمل میں لانے کے لئے دہلی کے ۱۸۷۷ء کے قیصری دربار کے موقعہ پر سرسید احمد وغیرہ سب مذاہب کے سرکردہ اشخاص کو دعوت دے کر بلوایا تھا۔ مگر اُن کے تعاون نہ کرنے سے آپ اکیلے ہی اس کے لئے زندگی بھر کام کرتے رہے۔ میں معترضوں سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ دراصل اُنہوں نے رشی دیانند اور آریہ سماج کے مت متانتروں یا مذاہب کے متعلق کام کی حقیقی غرض کو جاننے کے لئے غور ہی نہیں کیا محض سطحی نظر سے ہی اُنہوں نے اُن کے کام کو دیکھا ہے۔ اگر وہ اُن کے بُنیادی تدبّر پر گہرا وچار کریں گے۔ تو اُنہیں معلوم ہوگا کہ جس طرح مذاہب کے توہمات کی قید سے آزاد سیاسی مدبّر عیسائی اور مسلمان وغیرہ مت متانتروں کے آپس کے تاریخی کشت و خون اور اُن کی موجودہ کش مکش کو دیکھ کر اُنہیں قومیت یا قومی اتحاد کے لئے خطرناک سمجھتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو۔ ان کو کمزور بے ضرر بنانے یا کہ مذہب

کو سیاست سے نکالنے یا اُس سے دوسرے درجہ پر لانے کی خواہش اور کوشش کرتے ہیں۔ اُسی طرح رشی دیانند نے بھی مت متانتروں کے سچائی۔ انصاف اور باہمی رواداری وغیرہ دھارمک اوصاف کے خلاف عقیدوں اور اعمال کو نکال کر اُنہیں بے ضرر بنانے کی شُبھ کامنا (نیک خواہش) سے ہی کام کیا ہے۔ مت متانتروں کے متعلق ان دونوں کے مقصد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ سیاسی مدبروں کے سادھن اُس کے متعلق سیاسی ہوتے ہیں۔ اور رشی دیانند و آریہ سماج کے سادھن دھارمک ہیں۔ یعنی اگر کمال پاشا غیر مسلموں کے مقابلہ میں مسلمانوں کی پاسداری کرنے والی خلافت اور شرعی عدالتوں وغیرہ وغیرہ کو اپنی سیاسی قوت سے دور کر کے اسلام کو غیر مسلموں کے لئے بے ضرر بناتا ہے۔ تو رشی دیانند سچائی اور انصاف روپی عالمگیر دھرم کی صداقت کی طاقت سے مت متانتروں کی جہالت سے پیدا شدہ اندھے عقیدوں اور بُرائیوں کو دُور کر کے اُنہیں آپس میں گلے ملانے کی کوشش کرتا ہے۔ جن بھائیوں کا یہ خیال ہے کہ رشی دیانند نے اپنے مت کے پھیلانے کے لئے مت متانتروں کا کھنڈن کیا ہے۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔ کیونکہ رشی دیانند نے صاف لکھا ہے۔ کہ اُن کا اپنا کوئی نیا مت قائم کرنے کی ہرگز منشا نہیں ہے۔ بلکہ وہ تو اُسی حقیقی دھرم کو پھیلانا

چاہتے تھے۔ جو کہ ہر ایک انسان کے لئے ایک سا ہے۔ اور سچائی و انصاف وغیرہ وغیرہ عالمگیر اخلاق یا قدرتی سچائیوں کا مترادف ہے اور جس کی ضرورت فرد واحد۔ سوسائٹی اور حکومت کو ایک برابر ہے۔ کیونکہ وہ انسانی زندگی کا صحیح اور مکمل دستور العمل ہے۔ اس کو دھارن کئے بغیر نہ تو انسان انسان ہی کہلا سکتا ہے۔ اور نہ ہی دنیا میں نظام اور امن ہی قائم رہ سکتا ہے۔

یہاں پر ممکن ہی نہیں بلکہ اغلب ہے۔ کہ حب الوطنی اور سوراج کی دھن میں مدہوش مذہبی اور فرقہ وارانہ جھگڑوں سے تنگ آئے ہوئے کیول ابھیودے وادی (صرف دنیاوی ترقی کے معتقد) نوجوان مذکورہ خیالات کے سننے پر یہ کہہ اٹھیں۔ کہ " یہ مذہب یا دھرم تو عقلمند اور چالاک لوگوں یا سرمایہ داروں کی ایجاد ہیں۔ جو کہ اونہوں نے سادہ لوح لوگوں کی سادگی اور بے علمی سے مفاد اٹھانے۔ انہیں اپنے تابع اور قانع رکھنے کے لئے بنائے ہیں۔ اس لئے مذہبی اتحاد کے لئے سوچنا یا کوشش کرنا لاحاصل ہے۔ مذہبوں کا اتحاد تو ہونا ہی ناممکن ہے۔ کیونکہ اُن کا آپس کا اختلاف ہی اُن کی زندگی اور اتحاد ان کی موت ہے درحقیقت یہ مذاہب یا دھرم ایک خطرناک چیز ہیں۔ فساد کی جڑ ہیں۔ اونہوں نے انسانی دنیا میں بے شمار خونریزیاں کرائی ہیں۔ یہ فرقہ بندی کے

گرنتھ ہیں۔ جو کہ قومی اتحاد کی جانی دشمن ہے۔ دُنیا کو مذاہب کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے ان کے اتحاد کے خبط کو چھوڑ کر جتنا جلدی ممکن ہو سکے۔ ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہئے۔ تو اس کا جواب میں یہ دوں گا۔ کہ یہ سمجھنا اور ماننا تو ناواقفی پر مبنی ہے کہ مذہب اور دہرم ایک چیز ہے۔ یہ درست ہے کہ مذاہب کے اندر دہرم کا انش بھی ہے۔ جس سے ان کا کچھ مان (عزت) بنا ہوا ہے اور وہ زندہ ہیں۔ مگر حقیقت میں مذاہب دہرم نہیں ہیں۔ چنانچہ مذاہب اور دہرم میں جو باہمی فرق ہے وہ پیچھے "ویدک دہرم کی اودارتا" کے عنوان کے نیچے واضح طور پر دکھلایا جا چکا ہے۔

اس کے علاوہ یہ ایک مسلّمہ سچائی ہے۔ کہ انسانی دنیا کو روحانیت۔ سچائی انصاف۔ مساوات اور رواداری وغیرہ اوصاف والے عالمگیر اخلاق یا دہرم کی پالیٹیکس (راج نیتی) سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ راج نیتی جس سُدھار کو مجسٹریٹوں۔ ججوں اور پولیس وغیرہ سے نہیں کر سکتی۔ دہرم اُس کو سداچار (نیک کرداری) کی پرورتی سے کر سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ راج نیتی کی حقیقی غرض بھی اپنے سزا وغیرہ وسائل کے ذریعہ لوگوں کو دہرماتما بنانے کی ہے۔ اور راج نیتی بھی دہرم انکول ہونے سے ہی دنیا کے لئے مُفید ہو سکتی ہے تو ہرگز کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اگر راج نیتی سے دہارمک

بھاؤ کو نکال دیا جائے۔ تو وہ لوٹ۔ مار۔ دھوکہ بازی اور خونخواری کے سوائے اور کچھ نہیں رہتی۔ چونکہ دہرم کے بغیر دُنیا میں نظام اور امن ایک منٹ کے لئے بھی قائم نہیں رہ سکتے۔ جن کی کہ دنیا کو سخت ضرورت ہے اور جن کے بغیر سنسار دُکھوں اور مصیبتوں کی بھٹی بن جاتا ہے۔ جیسا کہ سنسکرت میں کی گئی دہرم کی اس تعریف سے ظاہر ہے۔

धारणा द्दर्म मित्याहु: धर्मेरणा विधृता: प्रजा।

(महा भारत)

جس کے بنا سنسار چل نہ سکے یہ استھر نہ رہ سکے۔ اور جو پرتھوی اور لوگوں کو دہارن کرتا ہو۔ جس سے سب کو نیم بدھ رہے۔ اور جس سے جنتا کی بڑہی ہو۔ وہی دہرم ہے۔

اس لئے دہرم کے خیال اور ہستی کو مٹا دینے کا خیال جہاں ایک ناپاک خیال ہے۔ وہاں وہ کسی کا مٹایا مٹ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ بقول سورگیہ شری لالہ لاجپت رائے جی سنسکرت زبان میں دہرم کے معنی بڑے وسیع ہیں۔ جیسے جب سے دُنیا موجود ہے۔ تب سے اُس کے ساتھ دہرم بھی موجود ہے۔ جس طرح پانی کا دہرم۔ آگ کا دہرم اور ہوا کا دہرم ہے اسی طرح منش کا دہرم بھی ہے۔ اس لئے جب تک دُنیا میں منش جاتی موجود ہے اس کا دہرم بھی رہے گا۔

باقی رہا مذاہب کا مٹانا۔ یہ کام بھی اتنا آسان نہیں ہے۔ کہ جس کو ہر کہہ وکہہ کر سکے۔ صدیوں سے جاری ہونے کی وجہ سے ان کی جڑھیں بڑی گہری اور مضبوط ہو چکی ہیں۔ اُن کے محافظ اور پرچارک بھی موجود ہیں۔ جو کہ اُن کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ اس لئے یہ محض اس نفرتی چھو منتر سے اُڑائے نہیں جا سکتے۔ ان کے اڑانے یا سُدھارنے کا مُناسب ڈھنگ بھی کسی یتی دیانند جیسے سُدھارک سے ہی سیکھنا ہوگا۔ اور اس کے لئے دنوں۔ مہینوں اور سالوں کا نہیں بلکہ صدیوں کا ستیاگرہ کرنا ہوگا۔ ہزاروں سقراط۔ لیوتھر اور دیانند جیسے مہان سُدھارکوں کی اَمولیہ زندگیوں کا بلیدان دینا ہوگا۔ تب کہیں جا کر ان دہرم ابہاسی (دہرم نما) مت متانتروں یعنی مذاہب میں تبدیلی کرتے کرتے اُن کو دہرم کی حقیقی صورت وسیرت میں لایا جاسکیگا اور اگر روسی بالشوکوں و غیر کمال پاشا کی طرح اُنہیں سیاسی طاقت سے دبانا ہوگا۔ تو بھی اُس کے لئے پہلے زبردست سیاسی قوت حاصل کرنی ہوگی ورنہ کنگ امان اللہ خاں کی طرح مذاہب کو اڑانے کی جگہ خود اڑنا پڑیگا۔ اور طاقت سے دبانے پر طاقت کے ناجائز استعمال سے رعیت کی آزادی کو کچلنے کا مجرم بھی بننا پڑے گا۔

نیز یہ مان لیا۔ کہ کچھ مذاہب نے خونریزیاں کرائی ہیں۔ اور اُن سے

دُنیا کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ لیکن قومیت کے شیدا معترضوں نے کبھی یہ بھی سوچا ہے۔ کہ جس قومیت پر اُنہیں اتنا ناز ہے۔ اور جس کی قربان گاہ پر وہ مذاہب کو قربان کرنا چاہتے ہیں۔ وہ قومیت بھی ان مذاہب سے کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔ بلکہ قومیت نے مذاہب کی بھی بہت زیادہ خونریزیاں کرائی ہیں اور کرا رہی ہے۔

اگر مذاہب ایک دوسرے کے مخالف ہیں تو قومیں بھی ایک دوسرے کی جانی دشمن ہیں۔ اگر مذاہب اپنے پیرؤں کو ایک دوسرے سے لڑاتے ہیں تو قومیت مختلف قوموں کو آپس میں لڑاتی ہے۔ اگر مذاہب قومی اتحاد میں رُکاوٹ ہیں۔ تو قومیت بھی بین الاقوامی اتحاد اور عالمگیر برادری کی سد راہ ہے۔ اگر مذاہب مذہبی خیال سے فرقہ بندی کرتے ہیں۔ تو قومیت ملکی لحاظ سے فرقوں کو بناتی ہے۔ علی ہذا۔

معترضوں نے سارے مذاہب کے بانیوں کو تو ایک ایسی مضحکہ خیز سازش کا مجرم قرار دیدیا ہے۔ جو کہ سادہ لوحوں سے مفاد اُٹھانے اور انہیں اپنے مطیع اور اپنی گری ہوئی حالت میں قانع رکھنے کے لئے مسلسل جاری ہے حالانکہ یہ ایک تاریخی سچائی ہے۔ کہ اُن میں مہاتما بُدھ جیسے پرم تیاگی مہاپُرش بھی ہوئے ہیں۔ جو کہ دُنیاوی لوبھ و لالچ سے قطعی آزاد تھے۔ اور دُنیا کو مہذب بنانے میں اُن کا بڑا بھاری حصہ ہے۔ مگر اُدھنوں نے

قومیت کے شیدا اُن قومی لٹیروں کی گناہ آلود زندگیوں کی طرف کبھی دھیان نہیں دیا۔ کہ جنہوں نے محض اپنی قوم کا لالچ پورا کرنے کے لئے لکھوکھا انسانوں کا خون کیا۔ کمزوروں کی جائدادیں لوٹیں۔ بیواؤں اور یتیموں کے حقوق تلف کئے۔ آباد ملکوں اور سرسبز لہلہاتے سبزہ زاروں کو تباہ و برباد کیا۔ میں ان محب الوطن مزدوروں کے غمخوار و حامی نوجوانوں کی حب الوطنی اور غریبوں کی امدادی سپرٹ کی قدر کرتا ہوا بھی عرض کروں گا۔ کہ اونہوں نے امپیریل ازم کے مخالف جذبات اور مذاہب کی قومی اتحاد کی منافی کش مکش اور فرقہ بندیوں سے برافروختہ و مشتعل ہو کر ایشور دہرم اور اخلاق کے خلاف بھی جو جہاد شروع کر دیا ہے۔ یعنی بعض جوشیلے نوجوانوں نے جو یہ کہنا و لکھنا شروع کر دیا ہے۔ کہ ایشور۔ دہرم اور اخلاق کا خیال بھی سرمایہ داروں نے محض سادہ لوح عوام کو اُن سے ڈرا کر اپنے تابع رکھنے اور اپنی گری ہوئی حالت میں قانع رہنے کے لئے ہی سنسار میں پھیلایا ہے۔ یہ بڑا خطرناک ہے۔ کیونکہ اس کے معنے صاف یہ ہیں کہ وہ نا تعلیم یافتہ عوام کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ ایشور۔ دہرم اور اخلاق یا سوسائٹی کے نظام کو قائم رکھنے والے قواعد حقیقت میں کوئی چیز نہیں ہیں۔ ان کی کوئی بنیاد

نہ کرو۔ اور مادر پدر آزاد یا شتر بے مہار کی طرح جو کچھ جی میں آئے
کرو۔ کیا وہ اپنے اس فعل سے بد اخلاقی اور غنڈہ پن کا پرچار کر کے
سوسائٹی کی جڑھوں کو کھوکھلا نہیں کر رہے۔ وہ اگر ٹھنڈے دماغ
سے سوچیں گے تو اُنہیں معلوم ہوگا کہ وہ غریبوں کی ہمدردی اور
امپیریلزم کے مخاصمانہ جوش میں وحشت کو پھیلا رہے ہیں۔ دُنیا
نے آج تک جو دھارمک یا اخلاقی ترقی کی ہے وہ اس ساری کو پھر
سے تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ یا یوں کہیے کہ خدا پرستی۔ روحانیت۔
تہذیب۔ دھرم۔ اخلاق۔ نظام اور امن وغیرہ وغیرہ انسانی خوبیوں
کو وحشت کی قبر میں دفن کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ پروگرام روحانیت
تہذیب اور اخلاق وغیرہ کی تباہی کا پروگرام ہے۔ انہیں اپنے
اس طرزِ عمل پر دوبارہ غور کرنا چاہیئے۔ ایک آنکھ سے نہیں بلکہ دونوں
آنکھوں سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اُنہیں اپنا نام دُنیا کو تباہی
کی طرف لے جانے والوں کی فہرست میں نہیں لکھانا چاہیئے۔ پس
میں اس جملہ معترضہ کو یہیں پر ختم کر کے وچارشیل سجنوں کی خدمت
میں بلا جھجک یہ عرض کروں گا کہ مستقل مذہبی اتحاد کرانے کا
حقیقی طریقہ تو وہی ہے۔ کہ جس کا استعمال رشی دیانند نے کیا ہے۔
یعنی یہ کہ متوں یا مذاہب کے سچائی۔ انصاف۔ مساوات اور رواداری

وغیرہ وغیرہ دھارمک اصولوں کے مخالف عقیدوں و فعلوں کو چھوڑ کر اُنہیں ایک عالمگیر دھرم یا اخلاق کے مرکز پر متحد کیا جائے۔ نہ یہ کہ اتحاد کے منافی ان کے اندرونی نقصوں کی پردہ پوشی کرکے اُن کی خوبیوں کی مدح سرائی کی جائے۔ یہ بات درست ہے۔ کہ سیاسی لیڈر رشی دیانند کے طرز عمل کو اختیار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر وے مذہبی نقصوں کو ظاہر کریں گے تو مذہبی دیوانے اُن کے دشمن بن جائیں گے۔ اور اس طرح ان کے لئے ایک اور جھگڑا اٹھ کھڑا ہوجائیگا مگر میں تو اس سچائی کا ماننے والا ہوں۔ کہ مذہبی اتحاد کرانا سیاسی لیڈروں کا کام ہی نہیں۔ یہ کام تو سدھارکوں کا ہے۔ جو کہ اپنی جانوں اور سکھوں کو خطرہ میں ڈال کر اس کام کو کر سکتے ہیں۔ اور شاید لیڈروں کو اس کی اس قدر ضرورت بھی نہیں ہے۔ جتنی کہ آج کل سمجھی جاتی ہے۔ بیشک سیاسی لیڈروں کو قومی اتحاد کی ضرورت ہے۔ اور وہ بغیر مذہبی اتحاد کے بھی ہو سکتا ہے۔ یہ مانتے ہوئے بھی کہ مذہبی اختلاف کسی حد تک قومی اتحاد کے راستہ میں ضرور رکاوٹ کا باعث ہے۔ یہ کہنا اور ماننا مبالغہ آمیز نہیں ہے۔ کہ مذہبی اتحاد کے بغیر قومی اتحاد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ انگلینڈ۔ امریکہ اور جاپان وغیرہ ملکوں میں مختلف مذاہب بھی موجود ہیں۔ اُن میں باہمی تضاد بھی ہے

کہ جبکہ ہندوستان کے عیسائی اور پارسی وغیرہ وغیرہ باوجود الگ الگ مذہب رکھنے کے بھی قومی اتحاد میں رکاوٹ کا باعث نہیں ہیں تو پھر ہندو اور مسلمان کیوں ہیں۔ اس کا درست جواب یہی ہو سکتا ہے کہ اس کا سبب مذہب نہیں۔ بلکہ انکا فرقہ دارانہ حقوق کی حصولی کی کشمکش مسلمانوں کا ہندوستان کو اپنا وطن نہ سمجھنا اور بدیشی گورنمنٹ کی منافقانہ پالیسی ہی ہے۔ جس کو کہ عموماً سارے ہی ہندو مسلم لیڈر بھی مانتے ہیں۔ اس لیئے لیڈروں کو مذہبی اتحاد کی الجھن میں نہ پڑکر محض فرقہ دارانہ نیابت اور حقوق کے خطرناک طریق عمل کو مٹانے اور مسلمانوں کو ہندوستانی بنانے پر ہی اپنا زور لگانا چاہیئے۔ کیونکہ قومی اتحاد خالص حب الوطنی اور سارے ہندیوں کے مشترکہ حقوق اور مفاد کی بنیاد پر ہی قائم ہو سکتا ہے۔ نہ کہ مذہبی اتحاد کی بنیاد پر۔ یہاں پر یہ کہنا بھی ناواجب اور بے محل نہ ہوگا کہ ہندی مسلمانوں کو ہندوستانی بننے کے لیئے لازمی ہوگا کہ وہ اسی طرح پر ہندی مشاہیر کے کارناموں اور ہندی کو ملکی زبان سمجھکر پڑھیں ہندی تہذیب کو اپنائیں۔ ہندی تہواروں کو قومی تہوار سمجھکر منائیں۔ جس طرح کہ ایرانی مسلمانوں نے مسلمان رہتے ہوئے بھی ایرانی بننے کے لیئے ایرانی مشاہیر کے کارناموں اور فارسی زبان کو ملکی زبان

سمجھکر پڑیگا - ایرانی تہذیب اور تہواروں کو اپنایا - تب ہی وہ ہندوستانی
بن سکیں گے - وہ بیشک مسلمان ہیں - اور رہیں - مگر وہ بھی اسی طرح
ہندوستانی بن کر رہیں - جس طرح کہ عرب کے عربی - ترکستان
کے ترکی اور ایران کے ایرانی مسلمان ہیں - انھیں حب الوطنی کے لئے
اس غلط خیال کو چھوڑ دینا ہوگا کہ ملکی لحاظ سے ان کا کوئی ناطہ عرب
ترکستان یا کسی دوسرے اسلامی ملک سے ہے - کیونکہ ان کے لئے
یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے - جیسا کہ وہ ہندوستان سے ہجرت کر کے
آزما بھی چکے ہیں - اب تو انھیں اس سچائی پر پورا یقین کرنا ہوگا کہ ہندوستان
ہی ان کا ملک یا مادر وطن ہے - اس کی بہتری میں اُن کی بہتری اور اس کی
ابتری میں ان کی ابتری ہے - جس وقت اس طرح کا عمل اور ذہنیت
مسلمان بھائیوں کی ہو جائے گی - اس وقت ہندو مسلم اور قومی
اتحاد کے ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں رہیگی -

کیا آریہ سماج فساد کراتا ہے؟

کچھ متعصب مولانا اور ان کی اتہام بازی سے متاثر ہونے والے بھائی آریہ سماج پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ وہ ہندو مسلم فسادات باعث ہے۔ جہاں آریہ سماج جیسی شائستہ۔ امن پسند اور اپنے کام میں نہایت ہی مصروف سماج پر یہ الزام لگانا کمال کی تہمت تراشی اور کوتاہ بینی ہے۔ وہاں ایسا کہنا ہندوؤں کی قابلیت اور ذہانت کی بھی ہتک کرنا ہے کہ وہ آریہ سماج کے کہنے یا اکسانے پر مسلمانوں سے لڑائی کرتے ہیں۔ بھلا آریہ سماج کو اپنے مسلمان بھائیوں سے ہندوؤں کو لڑانے میں کیا فائدہ۔ کیونکہ نہ تو وہ غنیمت کا مال حاصل کرنا ہی جائز سمجھتا ہے اور نہ ہی وہ اس طرح کے کسی انسانیت سوز عقیدہ کا ہی معتقد ہے کہ اپنے خلاف مذہب رکھنے والے برادران وطن کے لوٹنے اور قتل کرنے سے ثواب یا سورگ ملیگا۔ کہ جس کے زیر اثر وہ ایسے وحشیانہ کام کرانے کا مجرم بنے۔ دراصل یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ان باہمی فسادات کی وجہ سے آریہ سماج کے دہرم پرچار وغیرہ سارے کاموں میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہے۔ اور ہرج واقعہ ہوتا ہے۔ کیا آریہ سماج ایسا ناعاقبت

اندیشہ ہے کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو بھی نہیں سمجھ سکتا اگر کسی نے ایسا سمجھا ہوا ہے تو یہ اس کی ناسمجھی ہے کیونکہ آریہ سماج عموماً تعلیم یافتہ اور مہذب آدمیوں کا سماج ہے وہ اس نیچرل سچائی کو اچھی طرح جانتا اور مانتا ہے۔ کہ ملکی بھائیوں یا انسانوں کو آپس میں لڑانیوالا سماج (جماعت) اور مذہب دنیا کے لئے سخت خطرناک ہے۔ اس کی ملک اور سنسار کو کوئی ضرورت نہیں اور جس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ لازمی طور پر جلدی یا بدیر دنیا سے مٹ جائے گا یا ہٹا دیا جائے گا۔ ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا۔ دوسرے لفظوں میں اس کو اس طرح پر بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو سماج یا مذہب اپنی کسی خود غرضی یا جہالت کی وجہ سے انسانوں یا ملکی بھائیوں کو آپس میں لڑاتا ہے۔ درحقیقت وہ اپنی ہستی کو دفن کرنے کیلئے خود قبر کھودتا ہے۔ اس لئے آریہ سماج سے خودکشی کرنیوالے جنونی اور وحشیانہ کام کو منسوب کرنا صریحاً گمراہ کن ہے۔ آریہ سماج تو ان فسادات کو دھرم دیش اور قوم کی تباہی اور مہذب دنیا کے سامنے ہندوستانیوں کی روسیاہی کا باعث سمجھتا ہے۔ آریہ سماجیوں کی نسبت یہ گمان تو کیا جا سکتا ہے کہ وہ اسلام کے سچائی۔ آزادی اور انصاف وغیرہ کے مخالف عقائد کے خلاف بولیں اور لکھیں۔ تبلیغی انجمنوں کے اعلانیہ اور خفیہ ناجائز جہادی پروپگنڈا کی مذمت کریں۔ آریہ سماجیوں سے یہ امید بھی کی جا سکتی ہے کہ حملہ آوروں

سے ڈر کر جان بچانے کی خاطر بھاگ نہ جائیں اور موقعہ پڑنے پر اپنی جانیں لڑادیں۔ مگر ان سے یہ امید ہرگز نہیں کی جاسکتی کہ وہ خواہ مخواہ فساد کرا کر ملک اور قوم کو نقصان پہونچائیں۔ بدنام کریں اور دنیا کو اپنی بیوقوفی پر ہنسائیں۔ کیونکہ آریہ سماجیوں کو نہ تو اپنے بزرگوں سے ہی یہ فسادی سپرٹ ورثہ میں ملی ہے اور نہ ہی ان کو کبھی یہ وہم ہوا ہے کہ وہ ڈنڈے کے زور سے اپنے مخالف مذہب والوں کو نیچا دکھلا سکیں گے۔ آریہ سماج غیر مذہب والوں کی عبادت گاہوں کو ناپاک اور مسمار کرنے کو ثواب اور ایسی بیوقوفی کی لڑائیوں میں مر جانے کو شہادت بھی قرار نہیں دیتا۔ فساد کرانا تو دور رہا۔ آریہ سماج پر تو جسقدر مجرمانہ حملے اس کے مخالفوں کی طرف سے وقتاً فوقتاً کئے جاتے رہے ہیں وہ ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرنے سے بھی اب تک عموماً پرہیز کرتا رہا ہے۔ کیونکہ اس کے بانی نے اپنے عمل سے اس کے سامنے اپنا یہ آدرش رکھا ہے۔ کہ "میں لوگوں کو آزاد کرانے آیا ہوں۔ نہ کہ جیل میں ڈلوانے۔" (رشی دیانند کا جیون چرتر) اس لئے آریہ سماج کے پاس اپنے مخالفوں اور گمراہوں کو راہ راست پر لانے کی کوئی چیز و ساد ہن ہے تو وہ صرف اپنی دھارمک سچائی اور اس کا پرچار ہے اور بس۔

حقیقت میں آریہ سماج فسادات کا کرانے والا ہے یا کہ نہیں اور یہ

کہ فساد کرانے والا کون ہے ۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے ۔ جس پر مفصل بحث کرنے کی یہاں پر گنجائش نہیں ہے ۔ اس لئے یہاں پر تو اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ آریہ سماج پر فساد کرانے کا الزام لگانا سراسر ایک بہتان ہے ۔ جو کہ اس کے نہایت ہی چالاک مخالفوں کی طرف سے اپنی عیب پوشی اور آریہ سماج کو بدنام کر کے گورنمنٹ و پبلک کو اس کے خلاف اُکسانے یا بدظن کرنے کے لئے اس پر لگایا جاتا ہے ۔ یا کہ آریہ سماج پر اس کے مخالفوں کا ایک کمینہ حملہ ہے ۔ جو کہ اس کے کاموں کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے اس پر کیا جاتا ہے درا صل فساد کون کراتا اور کرتا ہے ۔ آج یہ کوئی لاینحل معمہ نہیں رہا کہ جو سمجھ میں نہ آسکے ۔ اس کے جانچنے کے لئے گذشتہ فسادات کے مقامی حالات کا مطالعہ کرنا ہی کافی ہے ۔ سب سے پہلے فسادات کا سلسلہ مالا بار سے شروع ہوا ۔ جہاں پر آریہ سماج کا وجود ہی نہیں تھا ۔ وہاں پر اس فساد کے بانی موپلہ مسلمان تھے ۔ جنہوں نے مذہبی جنون میں آکر شورش برپا کر دی تھی ۔ اس جگہ کے ہندو تو محض اس وجہ سے موپلوں کی جہادی تلوار کے شکار ہوئے کہ انھوں نے اس شورش میں موپلوں کا ساتھ نہیں دیا تھا اور کہ موپلہ شورش کو فرو کرنے والے پولیس کے سپاہی ہندو تھے ۔ یا کہ ہندوؤں نے اسلام کو قبول نہیں کیا ۔ اُن کے اس وحشیانہ کام کو مولانا حسرت موہانی اور آزاد سبحانی جیسے مُسلم لیڈروں نے بھی حق بجانب بتلایا تھا ۔

اور انہیں مبارک باد دیکر ان کی پیٹھ ٹھوکی تھی - اس کے بعد مُلتان میں اسکا
ظہور ہوا - وہاں پر بھی محرم کے جلوس میں جمع ہوئے مسلمانوں نے ٹیلیفون
کے تار سے تعزیہ کی چوٹی کو توڑ کر یا ٹوٹ جانے پر بے قصور و بے خبر ہندؤں
کو لوٹنا پیٹنا شروع کر دیا - اسی طرح پر ہر ایک مقام کے فسادات کے
ابتدائی سبب کو اگر جانچا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ ان میں آریہ سماج کا
کوئی ہاتھ نہ تھا - نیز جس وقت مالابار اور ملتان کے فساد شروع ہوئے
اس وقت ملکانہ شدھی اور موجودہ ہندو سنگٹھن بھی شروع نہیں ہوئے
تھے - اس لئے اُن کو بھی گذشتہ ہندو مسلم فسادات کا ابتدائی سبب
نہیں کہہ سکتے - بلکہ اگر موجودہ ہندو سنگٹھن کا سبب جنونی مسلمانوں
کے جہادی حملوں کو کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا - کیونکہ پٹتے پٹتے
ہندوؤں کے لئے یہ لازمی ہوگیا کہ وہ غنڈے مُسلمانوں کے حملوں
سے اپنی جان و مال اور بہو بیٹیوں کی عصمت کو بچانے کے لئے
سنگھٹت ہوں - اسی قسم کے حقیقی حالات اور واقعات ہی تھے کہ جن سے
مجبور ہو کر مسلمانوں کے دلی ہمدرد اور خیر خواہ مہاتما گاندھی جی نے
بھی یہ مان لیا کہ موجودہ ہندو مسلم فسادات کے پس پشت مسلمانوں
کا کوئی خفیہ نظام ضرور ہے - جو کہ فساد کراتا ہے - آریوں کے امن پسند
اور غیر فسادی و مسلمانوں کے کسی خاص فسادی نظام کے ہونے کا

اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آریہ سماج کے مشہور لیڈر
پوجیہ شری سوامی شردھانند جی مہاراج اور مہاشہ راجپال وغیرہ دوسرے
دس گیارہ آریہ کارکن قتل کئے جاتے ہیں۔ پوجیہ شری سوامی ستیانند
جی مہاراج اور دوسرے کتنے ہی آریوں پر قاتلانہ حملے ہوتے ہیں
مگر آریہ سماج تو ان نہایت ہی اشتعال انگیز اور ناقابل برداشت
صدموں کے واقعہ ہونے پر بھی باامن رہتا ہے اور کسی بھی انتقامانہ فعل
کا مرتکب نہیں بنتا۔ لیکن مسلمان بھائی کھلے بندوں ان گمراہ مسلمان
قاتلوں و مجرموں کی رہائی کے لئے ہزارہا روپیہ خرچ کر کے ہائی کورٹوں،
اور پریوی کونسل تک مقدمات لڑتے ہیں۔ مقدموں کے اخراجات اور
قاتلوں و مجرموں کے پسماندگان کی امداد کے لئے اپیلیں کر کے روپیہ
جمع کرتے ہیں۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کام شخصی نہیں ہیں بلکہ
ان کے پیچھے مسلمانوں کی کسی متعصب جماعت کا کوئی باقاعدہ و سلسلہ وار
کام کرنے والا نظام موجود ہے۔ اس کے علاوہ ہندو مسلم ذمہ وار لیڈر اس
بات کو بھی مان چکے ہیں کہ ہندو مسلم فسادات کی تہہ میں خاصکر کچھ مطلب
پرست چالاک لوگوں اور فرقہ وارانہ لیڈروں کی ذاتی اغراض اور فرقہ وارانہ
حقوق کا لالچ ہے کہ جن کے لئے وہ مذہب کے نام پر ناتعلیم یافتہ عوام
کو بھڑکا کر آمادہ فساد کرتے ہیں۔ اس لئے مذکورہ حالات اور واقعات

کی موجودگی میں یہ کہنا مذاق سے بڑھکر نہیں ہے کہ "آریہ سماج ہندو مسلم
فسادات کا کرانیوالا ہے۔

حیرت کا مقام ہے کہ اپنی تحریروں اور تقریروں سے ہر جائز و ناجائز
طریقہ سے مسلمانوں کو دوسروں کو مسلمان بنانے کی ترغیب دیتے ہوئے
کھلے اجلاسوں میں مرتدوں (اسلام کو چھوڑنے والوں) اور مرتد کرنیوالوں
یعنی اسلام کو چھوڑانیوالوں کے قتل کو جائز بتلا کر جاہل مسلمانوں کو آمادہ
فساد کرتے ہوئے بھی یہ متعصب مولانا جہاں اپنی و اپنے اس اسلام کی
رواداری۔ معصومیت اور امن پسندی کے گیت گائے جاتے ہیں۔
وہاں ان کے اس طرح کے آزادی اور انصاف کے خلاف کاموں
کو ناواجب و ناجائز بتلانے والے آریہ سماج اور ہندو سنگٹھن کے
حامیوں پر فساد کرانے کا الزام بھی لگائے جاتے ہیں۔ بھلا ان بھلے
آدمیوں سے کوئی پوچھے کہ کیا آپ نے دوسرے سارے لوگوں کو اسقدر
بے سمجھ سمجھ رکھا ہے کہ وہ آپ کے اس امن سوز طریق عمل کو دیکھتے اور
جانتے ہوئے بھی آپ کی اس صریح غلط بیانی پر اعتبار کریں گے
یہ ہوسکتا ہے کہ ناواقف لوگ کچھ دیر کے لئے آپ کے اس مکروہ
پروپگنڈا کو درست مان لیں۔ مگر اصلیت زیادہ دیر تک چھپ نہیں
سکتی۔ کیونکہ واقعات کی شکل میں جو اس کے بعد ایک نتیجے نکلتے ہیں

وہ اس کی حقیقت کو بالکل ننگا کردیتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی اس چالبازی
سے دنیا کی آنکھوں میں دھول نہیں ڈال سکتے۔ انھیں یاد رکھنا چاہئے
کہ مولانا عبد الباری صاحب اور دوسرے مولاناؤں کے مرتد و موید ارتداد
کے قتل کے پروپگنڈا اور شرر انگیز ایجیٹیشن و شرعی عقیدہ کے زیر اثر
ہونے والے پوجیہ شری سوامی شردھانند جی اور مہاشہ راجپال جی وغیرہ
وغیرہ کے قتل اور پوجیہ شری سوامی ستیانند جی وغیرہ پر کئے گئے قاتلانہ
حملوں۔ بے گناہ کوہاٹ ہندوؤں و سکھوں کی تباہی و بربادی۔ مولوی نعمت اللہ
خاں اور دوسرے احمدیوں کا کابل میں سنگسار کیا جانا اور حکومت
افغانستان کی بیخ کنی وغیرہ وغیرہ واقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ
جہاں ان ملانوں کا اسلام غیر مسلموں کی آزادی۔ انصاف اور امن کا
منافی ہے۔ وہاں یہ قومی اتحاد۔ اصلاح اور ملکی بہتری و بہبودی کے لئے
بھی سخت خطرناک ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ عارضی طور پر انھیں اپنی اس
خوفناک جدوجہد سے اسلام و مسلمانوں کو کوئی فائدہ اور آریہ سماج
و ہندوؤں کو نقصان پہونچتا نظر آتا ہو۔ مگر حقیقت یہ ہے اور مسلمانوں کے
سمجھدار طبقہ نے بھی یہ کہدیا ہے کہ ان کی اس طرح کی کوشش اسلام
اور شہری زندگی کے لئے بھی خطرناک ہے۔ اور جو ایسے کام کرتے ہیں
وہ اسلام اور مسلمانوں کی بھی کوئی خدمت نہیں کرتے۔ ان کا یہ سمجھنا کہ

وہ اپنے اس خوفناک عمل سے آریوں (ہندوؤں) کو ڈرا کر ان کی وہار مک اور ساماجک اصلاحی سرگرمیوں کو بند کرا دینگے۔ یا کہ اپنا تعریفی پروپگنڈا کر کے اپنی عیب پوشی کریں گے۔ یہ آج سے تیرہ سو سال پہلے کے خواب ہیں۔ کیونکہ یہ یقینی امر ہے کہ کاغذ کے تختوں اور گراموفون کی پلیٹوں پر آوازیں بھرنے والی اس بیسویں صدی میں نہ تو وہ اپنے اس شر انگیز اعمالنامہ کے اس ریکارڈ کو تاریخ کے صفحوں سے مٹا سکتے ہیں۔ جو کہ موجودہ و آئیندہ والی دنیا کے سامنے اسلام اور مسلمانوں کی ڈراونی شکل کو پیش کرتا ہے و کریگا۔ اور عوام کے دل میں اسلام و دنیائے اسلام کے لئے نفرت کا بیج بوتا ہے۔ و بوئے گا۔ اور نہ ہی اس سے آریہ سماج کو مجرم ٹھہرا کر اس کو اور ویدک دھرم کو صفحۂ ہستی سے مٹا سکتے ہیں۔ کیونکہ آریہ سماج مٹنے کے لئے نہیں بلکہ زندہ رہنے کے لئے ہے۔

رشی دیانند و آریہ سماج

اور اس کے متعلق کی ہوئی مہاتما جی کی نکتہ چینی پر مشہور اہل الرائے کی رائے زنی

ناظرین! رشی دیانند اور آریہ سماج کے متعلق کی ہوئی مہاتما جی کی نکتہ چینی کی حقیقت کو میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ لیکن آخر پر یہ بھی مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مہاتما جی کی اس نکتہ چینی اور رشی دیانند و آریہ سماج کے متعلق مہاتما جی کے ہمعصر دوسرے مشہور غیر آریہ سماجی لیڈروں۔ عالموں اور اہل الرائے کی رائے کو بھی آپ کے سامنے رکھا جائے۔ تاکہ آپ کو اصلیت کے جاننے اور حقیقت کے سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو۔

(۱) میں سوچتا اور حیران ہوتا تھا کہ مہاتما گاندھی کو آریہ سماج ستیارتھ پرکاش اور سوامی دیانند سرسوتی کے متعلق اس طرح لب کشائی کیوں کرنی چاہیے تھی۔ جس طرح کہ انھوں نے کرنی پسند کی ہے۔ مہاتما جی فرماتے ہیں کہ انھوں نے اس مہان پستک (ستیارتھ پرکاش) کا جینجانہ میں پہلی دفعہ

مطالعہ کیا ہے۔ اور انھیں مایوسی ہوئی ہے۔ میرے جیسے ناچیز شخص کو بھی جیل خانہ میں ہی ستیارتھ پرکاش پڑھنے کا شاذ اتفاق حاصل ہوا تھا۔ جیل خانہ کی سلاخوں کے پیچھے ایک سال تک ستیارتھ پرکاش میرا رفیق روشنی اور زندگی بنا رہا۔ ستیارتھ پرکاش میں ویدوں کی روح ہے۔ ستیارتھ پرکاش کی اہمیت کو کم کرنے کے معنے یہ ہیں کہ ویدوں کے قیمتی اختصار کی قدر و قیمت کو کم کیا جائے۔ مہاتما گاندھی اور سوامی دیانند کے متعلق یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل نہیں ہے کہ ویدوں پر بہتر کون ہے۔ مہاتما گاندھی نے جو اعتراضات کئے ہیں۔ ان کو مدنظر رکھتے ہوئے میرا خیال نہیں کہ مہاتما جی نے تمام ویدوں کو پڑھا ہو۔ اُن کے معنوں کو سمجھنا تو کہیں رہا ....سوامی دیانند کے متعلق مہاتما جی کے ریمارکس کو میں دوہرانا نہیں چاہتا۔ دیانند سنیاسی اور ان کے زندگی کے کام کو سیاسی نکتہ نگاہ سے دیکھنا منصفانہ نہیں ہے۔ مہاتما جی کی آریہ تحریک کے بانی کے متعلق نکتہ چینی سیاسی وجوہات پر مبنی ہے۔ ہندو مسلم اتحاد اُن کی روح کا جذبہ ہے۔ اور مہاتما جی اپنے اردگرد نگاہ ڈالکر آریہ سماجیوں کو ہی اس میں ایک رکاوٹ پاتے ہیں۔ اور وہ ان تمام برائیوں کو دیانند سرسوتی کی تعلیمات سے منسوب کرتے ہیں جو مہاتما گاندھی سماجیوں

کے نقائص کو دیانند کی تعلیم سے منسوب کرتے ہیں تو کوئی شخص یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ایک مہان پرش ایک اور مہان پرش کے متعلق انصاف کرنے کے بمشکل قابل ہے۔... کم درجہ کے آدمی بہتر آدمیوں کے متعلق انصاف کر سکتے ہیں۔

۲۲ جون ۱۹۲۴ء پرتاپ لاہور۔ شری یُت سی۔ ایس۔ رنگا سوامی آئر ممبر لیجسلیٹو اسمبلی"

(۴) مہاتما گاندھی کی تحریر سے عیاں ہے کہ انھوں نے آریہ سماج کی تحریک یا اس کے قابل عزت بانی کے جذبات کو بالکل نہیں سمجھا۔ ہر ایک پروٹسٹنٹ اور اصلاحی تحریک کی طرح اس کا بھی جنگجو یانہ ہونا لازمی تھا۔......... بہت سی موجودہ مجلسی مذموم رسم جو کہ ہندو جاتی کے جسم کو اندر اندر ہی کھا رہے تھے۔ ان کی آگیا پُرانوں اور سمرتیوں وو ار امل چکی ہوئی ہے اور ان پُرانوں اور سمرتیوں کو واقعی وہ درجہ قبولیت نہیں دیا جا سکتا جو کہ ویدوں کو حاصل ہے اور سوامی دیانند جی نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ انھیں وہ درجہ نہیں دیا جاتا۔ اگرچہ سوامی دیانند حقیقتاً ایک مذہبی ریفارمر تھے مگر آپ کے کام نے نہایت شاندار نتائج خاصکر مجلسی سدھار اور تعلیمی پرچار میں پیدا کئے ہیں۔ اعلیٰ آدرشوں اور اعلیٰ تعلیمی پرچار کے

جذبہ سے متاثر ہوکر سوامی جی کے پیروان نے ستری سکشا اور دلت جاتیوں کی سکشا میں خاصکر اور ہندو جاتی کو ودیا گرہن کرانے میں عام طورپر ہندو جاتی کی تمام دیگر شاخوں سے بڑھکر کار نمایاں کیا ہے یہی نہیں بلکہ ہندوؤں کو دوسرے مذاہب میں جانے سے روکنے و ودھوا وواہ کو رواج دینے۔ نشوں کے خلاف تعلیمی پرچار کرنے و صغیر سنی کی شادی اور پردہ سسٹم کے خلاف پرچار کرنے میں ہندو جاتی کے دوسرے فرقوں سے بازی لے گیا ہے ....

اس لئے بروئے انصاف ہندو دہرم کو تنگ کرنے کا الزام سوامی دیانند جی یا ان کے پیروان پر عائد نہیں ہوسکتا ہے۔

۱۳ر جون ۱۹۲۴ء تیج دہلی۔ از لیڈر الہ آباد "

(۳) سروست تو سابرمتی کے رشی نے بلا وجہ آریہ سماج کا دل دکھایا ہے۔ انھوں نے ہندوؤں کو نہایت بری شکل میں پیش کیا ہے۔ انھوں نے نہایت غیر محب وطن کے طور پر سماجیوں کا دل دکھایا ہے۔ از مرہٹہ اخبار پونا۔ ۲۴ر جون ۱۹۲۴ء پرتاپ لاہور۔

(۴) حیدر آباد میں ممبران کانگریس نے مہاتما گاندھی اور آریہ سماج کے متعلق مہاتما ئی ایل وسوانی سے حسب ذیل سوال کئے۔ اور انھوں نے جواب دئے

(سوال) مہاتما گاندہی جی نے ینگ انڈیا کی تازہ اشاعت میں آریہ سماج اس کے بانی اور ستیارتھ پرکاش پر رائے زنی کی ہے۔ مہاتما جی کی اس نکتہ چینی کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے ؟

(جواب) میں کوئی سیاسی مدبر نہیں ہوں اور نہ ہی ہونا چاہتا ہوں میں تو بطور ایک عاجز اور دھارمک ودیارتھی کے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے ستیارتھ پرکاش کا معائنہ نہیں کیا ہے۔ میں اس کے متعلق رائے زنی کرنے کا اہل نہیں ہوں۔ میں نے اس کے چند حصص پڑھے ہیں ان کو میں پسند کرتا ہوں۔ میں اس مہاپرش کی پستک کے ایک آدھ فقرے پر چیلنج کرکے کوئی اندازہ نہیں لگانا چاہتا۔ میں ستیارتھ پرکاش کو تمام تر مطالعہ کرونگا اور اس پر وچار کروں گا۔

سوامی دیانند جی کے متعلق میرے دل میں پریم اور مان ہے۔ میں اس سے متفق نہیں ہوں کہ سوامی دیانند نے ہندو دھرم کو تنگ کر دیا ہے۔ بلکہ میں یقین کرتا ہوں کہ انھوں نے ہندو دھرم کو وسعت دی ہے۔ سوامی جی نے نہ صرف چھوت چھات کی لعنت کو دور کرنے کا پرچار کیا۔ بلکہ ذات پات کی قیود کو بھی دور کرنے کا پرچار کیا۔ آپ نے سودیشی۔ قومی تعلیم۔ قومی زبان وغیرہ کے دعاوی کی وکالت کی۔ اور اپنے کٹرپن کو توڑ دیا۔ آپ نے

حجاموں اور دیگر نام نہاد انتیج جاتیوں کو مذہبی حقوق
بھی دیئے تھے۔ میں یقین کرتا ہوں۔ کہ سوامی جی موجودہ
دور کے ہندوستان کے آریہ تہذیب اور شائستگی کے عظیم ترین
شناہ رکھتے در حقیقت میں انہیں محض ایک مصلح ہی نہیں سمجھتا۔
بلکہ ایک رشی سمجھتا ہوں۔ لیوتھر کو ریفارمر کہا جاتا ہے۔ میری رائے
میں سوامی دیانند کے جیون اور ودیا کے سندیش لیوتھر کی نسبت
مہان تھے۔ میں سوامی دیانند کو موجودہ ہندوستان کے رشیوں
منیوں۔ عالموں۔ فاضلوں اور شہیدوں میں سب سے بڑھکر خیال
کرتا ہوں۔ "تیج" دہلی ۳۰ جون سنہ ۱۹۳۴ء

(۵) سناتن دھرم کا رہسیہ (راز) سمجھنے کیلئے وید اور صرف وید ہی ہماری
رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اور قوم کی مذہبی امنگوں و ضروریات پورا کرنیکے
لئے ویدوں کا مطالعہ ہی کافی ہے۔ اندریں حالات بلا خوف مبالغہ و تردید
یہ کہا جا سکتا ہے کہ سوامی جی کی تصنیف کردہ ستیارتھ پرکاش ہماری
پراچین سبھیتا کی چابی ہے۔ ...... میں صاف اور کھلے الفاظ میں
تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میں مورتی پوجک ہوں اور سوامی جی نے مورتی پوجا
کا جو کھنڈن کیا ہے۔ اس سے مجھے اتفاق نہیں۔ لیکن یہ اتفاق رائے مجھے
صدق دل سے سوامی جی کے مہان کاریہ کی تعریف کرنے سے نہیں روکتا

ہیں اُنکو پرماتما کے اُن اوتاروں میں جگہہ دیتا ہوں۔ جو وقتاً فوقتاً ہندو دہرم کی تمام
آلائیشوں کو پاک کرنے کیلئے پرگٹ ہوتے رہے ہیں۔ چونکہ سوامی دیانند کا واحد مقصد وید
اُپدیش کے عظمت وفضیلت کا جھنڈا بلند کرنا تھا۔ اس لئے آپ اوتاروں کے زمرہ
میں جگہہ پانیکے مستحق ہیں اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ جس زمانہ میں سوامی جی کا ظہور پرنور
ہوا۔ اُس زمانہ میں ہندو دہرم میں بہت سے نقائص پیدا ہو چکے تھے چنانچہ
ولبھ سمپردائے کے قائم مقام کیطرف سے دائرکردہ مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی میں
جو انکشافات ہوئے تھے۔ جن لوگوں نے اُس کے حالات پڑھے ہیں۔ وہ خوب جانتے
ہیں کہ پرانوں کے واقعات سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر کسقدر اخلاق سوز اور
گھناونے کام کئے جاتے تھے۔ اور توہمات پرستی کیوجہ سے ملک کی کیا حالت ہو رہی
تھی۔ ...... ٹھیک ایسے موقعہ پر سوامی دیانند سرسوتی نے اودیا اور اگیان
کیخلاف جہاد شروع کیا۔ اور رشیوں کے پوتر دہرم کی شہرت وعظمت
کی رکھشا کیلئے آپ میدان عمل میں اُترے۔ اور اُس اُونچے آدرش کی
پورتی کیلئے اُنکو بالکل بجا طور پر اعلان کرنا پڑا۔ کہ دہرم کا تتو رامائن کی داستانوں
یا پرانوں میں نہیں بلکہ ویدوں کے پوتر منتروں میں ملسکتا ہے۔ صرف یہی نہیں
اُنہیں دُنیا کو یہ بھی دکھلانا پڑا۔ کہ جو لوگ رشیوں کے پوتر اُپدیش وِرُدھ ہندو
دہرم پر اعتراض کرتے ہیں۔ خود اُن کا مذہب کسقدر خلاف عقل ودانش
اور پُر از نقائص ہے۔"

آگے چلکر مدراس میں آریہ سماج کے پرچار کی ضرورت بتلاتے ہوئے آپ لکھتے ہیں
"بہرحال اگر کوئی اور معقول و دیرپا پند دلبست جلدی نہ ہو۔ تو یہ امر موجب مسرت ہے
کہ اس قابل تعریف و مطالعہ پستک ستیارتھ پرکاش کا ترجمہ اس
صوبہ کی زبان میں ہوگیا ہے۔" از شری بت ٹی۔ وی شیشا گری آئر سابق جج
ہائیکورٹ مدراس۔ پرکاش لاہور کا رشی انک ۸ ار اکتوبر ۱۹۲۵ء

(۶) بہت سے بھائی بھائی اُن کو (سوامی دیانند کو) سوشل اور دھارمک ریفارمر کہتے
ہیں۔ لیکن میری نگاہ میں تو رشی دیانند ایک سچا پولٹیکل لیڈر تھا۔ کیونکہ رشی
دیانند ہی پہلا شخص تھا جس نے یہ کہا۔ کہ دوسروں کی اچھی حکومت
اپنی حکومت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ ۴۰ سال سے جو پروگرام انڈین
نیشنل کانگریس کا ہے۔ وہ سب پروگرام وہی ہے۔ جو رشی دیانند
نے آج سے پچاس سال پہلے ہم سب کے سامنے رکھدیا تھا۔ سارے
بھارت کی ایک زبان، کھدر اور سودیشی کا پرچار، پنچایتوں کی قائمی۔ اچھوتوں
کا اودھار۔ غرض یہ ہے کہ موجودہ کانگریس کے ہر ایک پروگرام کا حصہ بھگوان
دیانند کا ہی بتلایا ہوا ہے۔ سچ مچ ہم بدقسمت تھے جنہوں نے ۵۰ سال
پہلے رشی دیانند کے پروگرام کو سمجھکر اس پر عمل نہیں کیا۔ اگر ہم رشی دیانند
کے بتلائے پروگرام کو سمجھکر عمل کرتے۔ تو آج بھارت ورش آزاد
ہو جاتا۔ میں رشی دیانند کو اپنا پولٹیکل گورو مانتا ہوں۔ اور میری نگاہ

میں سچ مچ ایک پولٹیکل انقلاب انگیز تھا۔ از شری یت وی۔ جے پٹیل پردہان اسمبلی۔ تیج دہلی ۵ ار فروری ۱۹۲۵ء ''

(۷) رشی دیانند اُس شیشہ کی مانند ہے۔ جسمیں لوگ مختلف قسم کے رنگ دیکھتے ہیں۔ کسی کی نظروں میں رشی دیانند ایک سچا انسان دکھائی دیتا ہے۔ کوئی رشی دیانند کو تمام عقلوں کا مجموعہ کہتا ہے۔ کسی کی نگاہ میں رشی دیانند سوراج کا جنم داتا ہے۔ کسی کی نگاہ میں رشی دیانند سچائی اور نڈرتا کا دیوتا اور دہرم کا اوتار ہے۔ کوئی رشی دیانند کو سوشل دہارمک اور پولٹیکل ریفارمر کہتا ہے۔ دراصل لوگ جو کچھ بیان کرتے ہیں۔ رشی دیانند سب کچھ ہے۔ مگر میں تو رشی دیانند کو ہر طرح کی غلامی اور قید سے چھڑانے والا مانتی ہوں۔ چاہے وہ غلامی دماغی چاہے دہارمک سوشل اور ملکی ہو۔ میں تو رشی دیانند کو شری کرشن کی بانسری بجاتے ہوئے آزادی اور اپنے فرائض کے انجام دینے کا سبق سُناتے ہوئے مانتی ہوں۔ اور محسوس کرتی ہوں۔ کہ پرماتما نے بھارت ورش اور آریہ جاتی کا اُدّھار کرنے ہی کے لئے رام موہن رائے کیشپ چندر سین اور بھگوان دیانند کو پیدا کیا تھا۔ آخر میں آپنے فرمایا کہ فرائض کا انجام دینا خوبصورتی ہے۔ مگر میری نگاہ میں رشی دیانند کے نکتہ نگاہ سے خوبصورتی قربانی ہے۔ خوبصورتی بہادری ہے۔ خوبصورتی طاقت ہے۔ اور خوبصورتی آزادی ہے۔ از شریمتی سروجنی نائیڈو سابق پریزیڈنٹ انڈین نیشنل کانگریس۔ تیج دہلی ۵ ار فروری ۱۹۲۵ء

(۸) میرے جیون میں جو حصّہ خراب ہے ۔ وہ میرا اپنا ہے۔ وہ یا تو مجھکو وراثت میں مِلا ہے۔ یا میرے پہلے جنم کے سنسکاروں کا پھل ہے۔ لیکن میرے جیون کا جو حصّہ اچھا ہے اور لوگوں میں تعریف پانے کے قابل ہے۔ وہ سب آریہ سماج کی بدولت ہے۔ آریہ سماج نے مجھے ویدک دھرم سے پیار کرنا سکھلایا۔ آریہ سماج نے مجھے پراچین آریہ سبھیتا کا مان کرنا سکھایا۔ آریہ سماج نے پراچین آریوں سے میرا سمبندھ جوڑا۔ اور مجھے اُنکا سیوک اور بھگت بنایا۔ آریہ سماج نے مجھے اپنی جاتی کو پیار کرنا سکھایا۔ آریہ سماج نے مجھے قربانی کا مارگ دکھایا۔ آریہ سماج نے میرے اندر ستیہ دھرم اور آزادی کی روح پھونکی۔ آریہ سماج نے مجھے سنگٹھن کا پاٹھ پڑھایا۔ آریہ سماج نے مجھے یہ سکشا دی کہ سماج دھرم اور دیش کی پوجا اور سیوا کرنی چاہیئے اور ان کی سیوا میں جو منش آتم بلیدان کرتا ہے اور وکھ اٹھاتا ہے اُسے سورگ کا راجیہ ملتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں نے سارو جنک سیوا کے تمام سبق آریہ سماج میں رہتے ہوئے آریہ سماج سے سیکھے۔ آریہ سماج کے کھشیتر میں ہی میں نے سارو جنک جیون (عالمگیر زندگی) میں پوترتا کے نمونے دیکھے۔ آریہ سماج کے اُپکار میری گردن پر انگنت اور بے حد ہیں۔ اگر میرا بال بال بھی آریہ سماج پر نیوچھاور ہو جائے تو بھی میں ان اپکاروں سے اُتیرن نہیں ہو سکتا۔ اگر میں آریہ سماج میں داخل نہ ہوتا تو ایشور ہی جانے کہ کیا ہوتا۔ مگر یہ سچ ہے کہ میں آج جو کچھ ہوں وہ نہ ہوتا۔ از پنجاب کیسری لالہ لاجپت رائے۔ پرکاش

لاہور ۱۲ ار مئی ۱۹۲۹ء "

سوامی دیانند میرے گورو ہیں۔ میں نے سنسار میں کیول انھیں کو ایک ماتر اپنا گورو مانا ہے۔ وہ میرے دھرم کے پتا ہیں اور آریہ سماج میری ماتا ہے۔ اِن دونوں کی گود میں میں نے پرورش پائی اور اپنے دماغ کو ڈھالا مجھکو ابھیمان اس بات کا ہے کہ میرا گورو بڑا آزاد منش تھا۔ اس نے ہمکو آزادی سے وِچار کرنا۔ آزادی سے بولنا اور آزادی سے اپنا کرتویہ پالن کرنا سکھلایا۔ ایک نے آزادی پروان کی تو دوسرے نے مجھکو ڈسپلن (ضابطہ) کا دان دیا۔ اس کے بغیر نہ تو انسان اپنا سدھار کر سکتا ہے ورنہ کسی اور کا۔ آزادی اور ڈسپلن بھلے آدمی کی زندگی کا آدھار ہیں......

سوامی جی مہاراج نے ہمکو دیش پریم کا میٹھا پھل کھلایا۔ جاتی سیوا اور جاتی بھگتی کا بیج ہمارے اندر بویا۔ ساتھ ہی ہم کو یہ اپدیش کیا کہ ہم اپنے ہردے کو کھلا اور وشال رکھیں۔ تاکہ منش ماتر اس میں سما جاویں۔ ہماری دیش بھگتی دھرم آدھین ہے۔ یوروپین قوموں کی طرح وہ تنگ اور تلخ نہ ہونی چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔ از پنجاب کیسری شری لالہ لاجپت رائے پرتاپ لاہور ۲۶ نومبر ۱۹۲۳ء

(۹) میرے پاس اس دلیل کے لئے کافی ثبوت موجود ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ جب کوئی ہندو آریہ سماج میں آجاتا ہے۔ تو اس میں ایک

خاص تبدیلی واقعہ ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر حوصلہ۔ ویش بھگتی۔ نڈرتا
اور ایک نئی قسم کی سپرٹ کام کرنے لگتی ہے۔ اس میں ایک نیا جیون
آجاتا ہے۔ آریہ سماج کا سنگٹھن جس کی میں بار بار تعریف کرتا ہوں۔ اس کا
ایک پکا ثبوت ہے۔ وہی ہندو جو ہندو رہکر کچھ نہ کرتے تھے
آریہ سماج میں آکر ایک سنگٹھن میں بندھ جاتے ہیں اور ہر طرف اپنا
جوش دکھلاتے ہیں۔ دیش کے کاموں کو ہی لے لیجئے۔ جب لوگ سوراج
کا خواب دیکھ رہے تھے۔ شری دیانند اور آریہ سماج اپنی
تحریر و تقریر کے ذریعہ اس کا پرچار کر رہے تھے۔ میں خوشی سے
یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ اسہیوگ (عدم تعاون) کے زمانہ
میں پہلے تقریباً ۹۰ فیصدی آریہ سماجی سوراج کے کاموں میں حصہ
لینے والے اور لیڈر تھے۔ اس وقت سب سوسائٹیوں کے آدمی صرف
دو تین فیصدی کام کر رہے تھے۔ سب سے پہلے آریہ سماج کے ممبر ہی میدان
میں نکلے اور شروع شروع میں وہی ہمارے لیڈر بنے اِس وقت بھی ملکی
کام کرنے والوں میں سب سے زیادہ تعداد آریہ سماجیوں کی ہی ہوگی۔"

از مولانا حسرت موہانی صاحب۔ تیج دہلی ۸ مارچ ۱۹۲۵ء

(۱۰) رشی دیانند جی متعصبین کی نظروں میں خواہ کچھ بھی ہو۔ لیکن
یہ ماننا پڑتا ہے کہ رشی دیانند کا احسان نہ صرف آریہ سماج اور ہندوؤں پر

ہے۔ بلکہ تمام قوموں پر ہے۔ جس کے متعلق شکریہ ادا کرنا نہ صرف ہمارا بلکہ ہمارے جانشینوں پر بھی فرض ہوگا۔ کہ ان کے احسان کے گن گائیں

.... باطل پرستوں کو تو سوامی دیانند نے ہلا دیا ہے۔ آجکل بڑا شور ہے کہ سوامی جی کی تصنیف ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب (جس میں اسلام کی سماِلوچنا ہے) ضبط ہو جانا چاہیئے۔ کچھ دنوں بعد ہم عیسائی بھی غل مچانے لگیں گے کہ تیرہواں سمولاس (جس میں عیسائی مت کی سماِلوچنا ہے) بھی ضبط ہو جانا چاہیئے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آپ دوست کس کو سمجھتے ہیں آیا اس کو کہ جو برائیوں کو دیکھتا ہوا یہ کہتا ہے کہ آپ اچھے ہیں۔ یا کہ اس کو جو کہ آپ کی برائیوں کو ظاہر کرے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ہر ایک سمجھدار انسان اس کو دوست کہے گا۔ کہ جو اس کی برائیوں کو دور کرا کے اس کا سدھار کرانا چاہتا ہو۔ اس لیئے ہم کو برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور ہماری برائیوں کو ظاہر کرنے کے لیئے رشی دیانند کا احسان مند ہونا چاہیئے۔ از پادری احمد مسیح ہیچ دہلی ۱۵ فروری ۱۹۲۵ء۔

(۱۱) آپ نے (رشی دیانند نے) آریہ سماج کی بنیاد رکھی مگر یہ سمجھنا کہ رشی کا اثر فقط آریہ سماج تک ہی محدود ہے۔ بھول ہے۔ موجودہ ہندو ارم

پر آپ کی مہان شخصیت کا بڑا گھرا اثر پڑا ہے۔ اور آپ نے جو طاقت
ہندؤں کے اندر پیدا کی ہے۔ اس نے ہندو جاتی کے کاہل سے کاہل آدمی
آدمی میں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ اور اس طرح پر ہندو دہرم کو آپنے
ایک زندہ اور طاقت ور دہرم بنا دیا ہے۔ اس لیے سوامی دیانند ہندو
دہرم کے پوجیہ رشیوں۔ منیوں یا گیہ ولکیہ۔ بدھ۔ وشو بندہو۔ شنکر اور رامانج
وغیرہ میں ستھان پاتے ہیں۔ میں سوامی جی کے چرنوں میں سر تسلیم خم کرتا
ہوں۔ از شری رنگا سوامی آئنگر ممبر لیجسلیٹو اسمبلی۔ تیج دہلی ۲۱ ر فروری ۱۹۲۵ء

(۱۲) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سوامی دیانند نے کسی قدر سختی سے کام لیا
ہے۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ رشی دیانند وہ شخص تھا جو سچائی کو کسی
حالت میں بھی دبانا پسند نہ کرتا تھا۔ اس نے جفاکشی کی زندگی بسر کی
اس کی زندگی کا مدعا قومی خدمت کرنا تھا۔ اور مادر ہند کی خدمات
بجا لاتا تھا۔ میڈم بلیوٹسکی نے دیانند کی بابت ٹھیک کہا ہے کہ
دیانند بے خوف و خطر ہو کر بدی کا مقابلہ کرنے والا واحد شخص ہے
اس نے سوشل ریفارم اور روحانیت کا پرچار نڈر ہو کر کیا۔ وہ سچائی
کا دلدادہ تھا۔ فضول رسومات کی اس نے کبھی پرواہ نہیں کی وہ سنسکرت
کا ودوان تھا۔ اس میں سب سے زیادہ خوبی یہ تھی کہ وہ سچا محب
وطن تھا۔ اس میں حب الوطنی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

اور وہ ہندو جاتی میں خودداری کا جذبہ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ ہندو جاتی روحانیت کھو چکی تھی۔ دیانند کی سپرٹ نے بجلی کا کام کیا اور ہندو قوم میں زندگی کے آثار نمودار کر دئیے۔ یہ ایک بڑا کام تھا جو کہ رشی دیانند کرنا چاہتا تھا۔ اور بہت حد تک وہ اس میں کامیاب ہوا رشی آربند گھوش۔ ۲۷ر فروری ۱۹۲۵ء پرتاپ لاہور"

(۱۳) ویدوں میں جس دہرم کا بیان ہے۔ اوتار اور رشی لوگ اس کے خاص مظہر ہیں۔ ایسے رشیوں کے ارتھ کئے بنا ہمارے شاستروں اور اوتاروں کی حقیقت ہمیں سمجھ میں نہیں آسکتی۔ سوامی دیانند سرسوتی ہمارے مہرشیوں میں سے ایک تھے۔ آپ کا جنم ہندو تاریخ کے ایسے زمانہ میں ہوا تھا۔ جس کا مردانگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مگر جس میں بڑے بڑے واقعات ظہور میں آئے ہیں۔ آپ ہمارے شاستروں کا ارتھ اپنے نرالے مگر قابل تعریف پیرایہ میں کرتے تھے.........

سوامی جی نے موجودہ زمانہ میں ہندو دہرم کی جو سیوا کی وہ ہمارے خیال میں کسی اور شخص نے نہیں کی۔ چنانچہ آپ نے عمر بھر ایک کٹر ہندو کی حیثیت سے نہیں بلکہ تمام دنیا کے خیر خواہ کے طور پر پرچار کیا اور سکشا دی۔ ان کی شخصیت دنیا کے لئے بہترین دولت تھی۔ اور ہندوستان کو اس شخصیت پر فخر کرنا چاہئے.........

آپ میں سماجک سدہار کا پیدائشی جذبہ تھا۔ اور انسانوں کے ساتھ آپ کو پیدائشی پریم تھا۔ کیونکہ آپ انسان تھے ان دونوں کے ذریعہ آپ نے ہندو دہرم کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز کیا۔ جبکہ آپ نے یہ اعلان کیا تھا کہ ہندو دہرم کا دروازہ سب کے لئے جن میں عیسائی اور مسلمان بھی شامل ہیں۔ کھلا ہوا ہے۔ اگر ایشور آپ کو ہمیں ایک ہزار سال پیشتر جبکہ آپ کا جنم ہوا دیدیتے تو ہندوستانیوں کی سماجک اور سیاسی تاریخ اس سے بالکل مختلف ہوتی جیسی کہ وہ اب ہے۔ اور کسی شخص نے ہم ہندوؤں کو مردہ قوم نہ سمجھا ہوتا۔ ہمیں جو سبق مہرشی نے اپنے جیون اور اپنی سکشاؤں میں سکھائے ہیں۔ کیا ہم شکر گذاری کے ساتھ ان سے بہترین فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اپنے دہارمک خیالات سے قطع نظر کرکے ہم باسانی یہ تسلیم کرلیں۔ کہ مہرشی اس پرتھوی کے ان چند ہستیوں میں سے تھے۔ جن کے پرماتما کے ساتھ نہایت ہی گہرے سمبندھ رہے ہیں۔

از شری وجے راگھو آچاریہ سابق پریسیڈنٹ انڈین نیشنل کانگریس۔ تیج دہلی ۵ نومبر ۱۹۲۶ء "

(۱۴۹) دُنیا میں ایسے بہت سے انسان گذرے ہیں۔ جنکی دھارمک عقل نہایت اعلیٰ پایہ کی تھی۔ لیکن اُن کے اندر وہ خدائی شعلہ نہ تھا۔ جو دوسروں کے دلوں میں دہرم کی آگ لگا دے اور دُنیا میں نسلاً بعد نسلاً اپنے پیروان اور دہرم کا پرچار کرنے والونکا ایک سلسلہ ہی کھولدے۔ یہ ایک نہایت ہی نازک امتحان ہے اور اسمیں ذرا بھی شک نہیں کہ اس کسوٹی پر رشی دیانند پورے اُترے ہیں۔ دوسرے دلوں میں دہرم کی آگ لگانے میں رشی دیانند خاص شہرت رکھتے تھے .... اب صرف امتحان کا ایک طریقہ باقی رہ گیا ہے۔ اور وہ دہرم کی مطابقت کا ہے۔ ایک مطابقت تو ایسی ہوتی ہے۔ کہ جوں جوں آگے بڑھتی ہے۔ انسان محو ہوتا جاتا ہے۔ لیکن میرا منشا اس قسم کی مطابقت سے نہیں ہے۔ آریہ سماج افریقہ یا دیگر ممالک میں اس طرح ترقی نہیں کر رہی ہے۔ کہ وہ عالم محویت کو پہونچ رہی ہو۔ بلکہ اس میں انفرادی زندگی ہر وقت موجود رہتی ہے۔ آریہ سماجی کی زندگی کے پہلو پر نظر ڈالوگے۔ اُسی سے صداقت اور راستبازی ظاہر ہوگی .... مہرشی نے ہندوستان کے مُستقبل کو منور بنانے کو اپنی ساری زندگی اُس کی خدمت کے لئے وقف کردی

تھی۔ اُس نے اپنی سوسائٹی کا نام آریہ سماج رکھا تھا۔ رشی دیانند کے سامنے آریوں کا پراچین زمانہ تھا۔ اور وہ بھارت واسیوں کو پھر اسی آریاورت کے روشن زمانہ کو زندہ کرنا چاہتے تھے۔ اُنکی دلی تمنّا تھی کہ آریہ سماج کا ہر ایک ممبر پراچین آریاورت کی ایک زندہ مثال ہو۔ یہ بہت آسان تھا۔ کہ رشی دیانند اسی پراچین آرین زندگی کا کوئی مصنوعی نقشہ پیش کر دیتے۔ مگر بناوٹ سے انہیں نفرت تھی۔ وہ سچّائی کے عاشق تھے۔ جبھی تو اِس نئی روشنی کے زمانے میں اُنھوں نے بھارت کی قدیم زندگی کی ایک جیتی جاگتی تصویر پیش کر دی۔ ...... اور عوام میں نئی زندگی پیدا کر دی۔ مگر اِس تازہ زندگی کو ترقی دینے اور پھیل پھول لانیکے لئے ایک اور چیز کی اشد ضرورت تھی۔ زمین کو جنگل کے خس و خاشاک سے پاک کرنا تھا۔ تاکہ نئے بیج کی ساری طاقت کہیں وہی نہ چوس لیں۔ اگر ہم یوروپ کی طرف نگاہ ڈالیں۔ تو اُس کی ایک تازہ مثال سے اِس کا پتہ لگ جائے گا۔ کہ یہ کام کسقدر ضروری تھا۔ بیدار ہوئے یوروپ کے زمانہ میں چند ایسی جگہ بھی تھیں۔ جہاں خس و خاشاک کے انبار لگے ہوئے تھے۔ ...... اِس

(آریہ) سماج کا وشواس ہے۔ کہ صدیوں کی غفلت اور کاہلی کے
باعث ملک میں بیکار خش و خاشاک کے جنگل کھڑے ہو گئے ہیں۔
اور اُنھوں نے اصلی بیج کی طاقت کو چوس لیا ہے۔ بیداریئے
یوروپ کے زمانہ میں لیوتھر اور ایمرسن نے بھی اس قسم کے دلائل یوروپ
کے سامنے پیش کئے تھے۔ جس کا نتیجہ آج یوروپ دیکھ رہا ہے۔
جس طرح اُنھوں نے یوروپ کو بیدار کر کے اُسکی زندگی کو بدل
ڈالا۔ اُسی طرح رشی دیانند نے ہندوستانکی زندگی میں انقلاب
عظیم برپا کر دیا ہے۔ رشی دیانند کا مورتی پوجن سے انکار۔
اور اُسے ویدوں کے خلاف تبلانا۔ رشی دیانند کا جاتی
بھیدوں کے چھلکوں کو اکھاڑ پھینکنا۔ دلت جاتیوں اور اچھوتوں
سے پریم۔ پرانوں کی تعلیم کو الہامی اور مستند نہ ماننا۔ یہ
سب باتیں ہیں۔ جنھوں نے آریہ سماج کو ایک اصلاح کرنیوالی جماعت
بنا دیا ہے۔ از شری یت مہاتما سی۔ الیف۔ اینڈریوز۔ ۱۳ ار ۱۴ ار
۱۵ ار فروری سنہ ۱۹۲۵ء "تیج دہلی"۔

(نوٹ) ناظرین اگر رشی دیانند اور آریہ سماج کے متعلق آپکی مفصل
رائے دیکھنا چاہیں۔ تو اُنہیں وہ چار مضمون مطالعہ کرنے چاہئیں۔
جو کہ آپ نے رشی جنم شتابدی کے موقعہ پر لیڈر الہ آباد

ہیں لکھتے تھے۔

(۱۵) عرصہ ہوا۔ سناتن دھرمی نکتہ خیال کو لئے ہوئے ہیں۔ سوامی دیانند سرسوتی کی عزّت کرتے ہوئے بھی اس کو اچھا نہ سمجھتا تھا۔ چاہے سوامی جی کے بھگت اور پیرو کار انکو رشی کہیں۔ مگر چند سال سے جلسے جلسے میں سوامی جی کے اپدیش پر وچار کرتا رہا۔ اور اُنکی دُور اندیشی اور معجزے دیکھتا گیا۔ ویسے ویسے میرے دل میں اس کا پورن وشواس ہو گیا۔ جس کو کہ میں اب کئی سال سے سویکار کرتا ہوں۔ کہ سوامی جی اوشیہ رشی پدوی کے ہر طرح لوگیہ ہیں۔ سوامی جی عالم۔ فاضل۔ فلاسفر۔ منطقی۔ تقارر۔ فصیح و بلیغ تھے۔ اسمیں کسی کو اعتراض نہیں۔ سوامی جی کی آتما بلوان اور پوتر تھی۔ اُن کے چرتر اعلیٰ تھے۔ اُن کے خیالات وسیع تھے۔ اس میں بھی کوئی سندیہ نہیں۔ مگر رشی کے لئے کچھہ اور باتیں ضروری ہیں۔ رشی کے لئے کچھہ معجزہ ضروری ہیں۔ کچھہ دور بینی کی ضرورت ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ رشی دیانند میں الشیور کی جاگتی جیتی کلا تھی۔ اسی وجہ سے وہ پوجنیہ اور مانیہ ہیں۔ از رائے بہادر شری پنڈت سیتارام جی۔ ایم۔ اے پریزیڈنٹ لیجسلیٹو کونسل یو۔پی پرکاش کاشی نمبر ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۹۲۵ء"

(۱۶) میں نے اُن کی (سوامی دیانند کی) سوانحعمری کا لغور

مطالعہ کیا ہے ۔ اور میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی ۔ کہ وہ بھارت ماتا کے
سچّے سپوت تھے ۔ حق تو یہ ہے ۔ کہ وہ اس سرزمین کے سچّے
محب تھے ۔ اور انھوں نے اپنی ساری عمر مادرِ ہند کی خدمت میں
صرف کی ۔ اُنکا تعلیم پانا ۔ طرز زندگی اور پیدائیش کے زمانہ سے
لیکر موت تک اپنے عیش و عشرت کو بالائے طاق رکھکر قسم قسم
کی مصیبتیں جھیلنا اسلئے تھا تاکہ وہ ایثارِ نفسی اور قربانی سے مادرِ ہند
کی خدمت کر سکیں .... وہ نہایت نڈر اور غضب کے
راستگو تھے ۔ اور کسی طرح سے راستی کو نہیں چھپاتے
تھے ۔ موت سے ہرگز نہ ڈرتے تھے .... سوتے
جاگتے چلتے پھرتے وہ ہر وقت اور لحظہ مادرِ ہند کی خدمت
میں لگے رہے ۔ اور آخر کار انھوں نے اپنی پیاری زندگی
اپنے ملک کی خاطر قربان کر دی ۔ اگر سوامی دیانند جیسے مہرشی
ہندوستان میں پیدا نہ ہوتے ۔ تو آج ہمکو مہاتما گاندھی جی ۔ مہاتما
تلک جی اور لالہ لاجپت رائے جیسے کارکن اور محبانِ وطن کے درشن
نصیب نہ ہوتے ۔ نپولین اور سکندر جیسے بادشاہ اور شہنشاہ
دُنیا میں بہت ہو گذرے ہیں ۔ مگر سوامی دیانند جی مہاراج
اُن سب سے زبردست اور طاقتور فاتح ہو گذرے ہیں ۔ کہ جنھوں

نے اپنے نفس پر قابو پاکر پرہمچریہ کا لاثانی پالن کیا" از شریمتی خدیجہ بیگم بی۔اے (آنرز) ایم۔اے۔ پرکاش لاہور رشی نمبر ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۲ء"

(۱۷) ہندوستانی تعلیم کو حقیقی طور پر ہندوستانی بنانے کے متعلق آریہ سماج نے ہندوستان کے تمام حصوں میں حیرت انگیز کام کیا ہے۔ اتہام بازی اذیت دہی اور تضحیک کے درمیان ہی آریہ سماجیوں کی مستقل مزاجی اُن لوگوں کے لئے جو موجودہ مشکل ایام میں مادر وطن کی سیوا کرنا چاہتے ہیں ایک قابل تقلید مثال ہونی چاہیئے۔ آریہ سماج کا ہر ایک ممبر جانتا ہے۔ کہ اُس نے دُنیا کو ایک پیغام دینا ہے۔ جو سوامی دیانند نے اُس کے سپرد کیا ہے۔ چنانچہ بلا کسی جھجک کے وہ پیغام دیتا ہے۔ اور اگرچہ بعض بلکہ کئی اشخاص ہیں۔ جو اِس پیغام کو تمام و کمال یا اُس کی موجودہ تشریح کو قبول نہ کر سکے ہوں۔ لیکن تمام آدمیوں کو اِس بات پر اتفاق رائے کرنا چاہیئے۔ کہ ہندوستان کی آئندہ بہبودی کے لئے یہ پیغام ایک گہری اور اعلیٰ روحانیت

کی اہمیت رکھتا ہے۔ اور اُن لوگوں کے لیئے جو اس کی اشاعت کے امانت دار ہیں۔ اعلیٰ ترین تحریک کا موجب ہے۔ از شری جارج ارنڈیل۔ ایم۔ اے ڈائرکٹر سرشتہ تعلیم اندور ریاست

پرکاش لاہور کا رشی انک۔ ۲۲ راکتوبر ۱۹۲۲ء ''

(۱۸) آج ہندوستان کی سب سے بڑی ضرورت جاتی نرمان یعنی تعمیر قوم ہے۔ اور کسی آدمی یا چیز کے متعلق اندازہ لگانے کا ہماری معیار یہ ہے۔ کہ اُس نے اس مسئلہ کے حل کرنے مین کسقدر مدد دی ہے۔ یا دینے کے قابل ہے۔ جو بھی اس کسوٹی پر پورا اُترے گا۔ وہ لازمی طور پر قوم کے بیحد آداب و احترام کا مستحق ہو گا۔ اور جو اس کسوٹی پر پورا نہیں ہو گا۔ وہ خواہ کوئی بھی اور کچھہ بھی کیوں نہ ہو۔ اُسے ختم شدہ اثرات کی فہرست مین آخری جگہہ حاصل کرنی ہوگی۔

اس لحاظ سے آریہ سماج کی پوزیشن کیا ہے؟ ہر ایک شخص کو معلوم ہے کہ شمالی ہند مین بحیثیت ایک مذہبی اور مجلسی اصلاحی تحریک کے اُسنے کیسی بھاری خدمت سرانجام دی ہے۔ آپ پنجاب مین زندگی کے کسی بھی شعبہ کو لیں۔ خواہ وہ عالمانہ پیشے ہوں یا سرکاری ملازمت، صنعت و حرفت ہو یا تجارت۔ آریہ سماج کا اثر ان پر

نہایت واضح طور پر نمایاں ہے۔ لیکن باوجود اِن تمام باتوں کے موجودہ زمانہ میں آریہ سماج نیکی اور بھلائی کے لئے بھاری اثر ڈالنے والا نہ ہو سکتا۔ اگر قومی تعمیر میں اس کا حصہ اتنا عظیم الشان نہ ہوتا۔ جتنا کہ ہمیں معلوم ہے۔ کہ دیگر پہلوؤں میں اس کا ہے۔ بطور ایک امر واقعہ کے اس کا حصہ اس سے بھی زیادہ عظیم الشان ہے۔ دفتری حکومت اس امر سے واقف ہے۔ اس لئے اُسکو شروع سے یہ شُبہ رہا ہے کہ آریہ سماج بالطبع ایک پولیٹکل باڈی ہے۔ وغیرہ وغیرہ پرکاش لاہور کا رشی انک ۲۲ر اکتوبر ۱۹۲۲ء - از شری بیتا کالی ناتھ رائے اڈیٹر "ٹریبیون" لاہور۔

یہ پُرانا خیال کہ آریہ سماج ہندوازم کا دشمن ہے۔ اس وقت تک زندہ ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ خیال بالکل اور صریحاً بے بُنیاد ہے.......... یہ دُرست ہے کہ آریہ سماج کی اس کے ابتدائی ایام میں پرچلیت (موجودہ) ہندوازم سے ٹکر ہوئی۔ لیکن ہمیشہ سے سُدھارکوں کی قسمت میں یہی لکھا ہے۔ چاہے اُن کا زمانہ سُنہری ماضی میں ہو یا مستقبل میں۔ ہاں آریہ سماج کا اُن سے اتنا فرق ضرور ہے۔ کہ آریہ سماج نے اُن تروں کا جو اُس کے

دشمنوں نے اس پر چلائے۔ مردانہ وار مقابلہ کیا۔......
......کوئی آریہ سماجی کسی بھی میدان میں چاہے مذہبی ہو
مجلسی یا کوئی اور۔ اپنے سُنانے والے کے سامنے سر نہ جھکائیگا
بلکہ مردانگی سے آگے بڑھے گا۔ اور دشمن کا مقابلہ کرے گا۔
وہ نہ کسی کے ساتھ رعایت کرتا ہے۔ اور نہ رعایت کی کسی سے
اُمید رکھتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ پرکاش لاہور کارشی نمبر ۸ اراکتوبر ۱۹۲۵ء

از شری یت کالی ناتھ رائے اڈیٹر ٹریبیون لاہور"

(۱۹) آریہ سماج نے ہندو سماج کی بُرائیاں دُور کرنے کا جو
کام کیا ہے۔ اُس سے میں انجان نہیں ہوں۔ کیا میں یہ بات نہیں
جانتا۔ کہ ہندو دھرم کو کلنک کرنے والی کتنی ہی
کو بُراہیاں (بُرے رسم و رواجات) آپنے (آریہ
سماجیوں نے) نرمول کر دی ہیں۔ "نوجیون"۔
۱۵ر جون ۱۹۲۴ء۔

*بقیہ مضمون صفحہ ۲۴۲ کا حوالہ قرآن

مہاتما جی کا یہ کتھن مرزا غلام احمد صاحب کی مندرجہ ذیل تحریروں سے بالکل درست ثابت ہوتا ہے۔ جس کو اخبار نور افشاں نے اپنی ۳۰ جنوری ۱۹۳۰ء کی اشاعت میں درج کیا ہے۔

"تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارے میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں۔ جن کے سُننے سے بُت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہیں بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدائے تعالیٰ کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ "انتم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم" معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے۔ کیا قرآن شریف میں کفار کو "شر البریہ" قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انھیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کی رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا۔ کیا خدائے تعلیٰ نے قرآن شریف میں "واغلظ علیھم" نہیں فرمایا۔ کیا مومنوں کی علامات میں اشداءُ علی الکفار نہیں کہا گیا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۹۰۰)

پھر آپ اسی کتاب کے صفحہ ۹۰۴ سے ۹۰۷ تک کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ

"قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے۔ ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف کفار کو سُنا سُنا کر اُن پر لعنت بھیجتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ " اولئک علیہم لعنت اللّٰہ و الملائکۃ والناس اجمعین خالدین فیہا الجزو۔ ۲ سورۃ بقر" ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ " ان شر اللّٰہ ذات عند اللّٰہ الذین کفرو" ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی خاص آدمی کا نام لیکر یا اشارہ کے طور اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے برخلاف ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے قرآن میں بعض کا نام کلب اور خنزیر رکھا اور ابو جہل تو خود مشہور ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ از ازالہ اوہام صفحہ ۹۰ تا صفحہ ۹۰۷"

انس پرکاش لاہور ۱۲ر جنوری ۱۹۳۰ء۔